مناظرہ

رسالۂ جواز عزا — شیعہ سنی کی نماز

در مقصود

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من بکیٰ علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنۃ

رسالۂ جوازِ عزا

جس میں

مخالفین عزا کے ان تمام اعتراضات کو دلائل قاطعہ سے دفع کیا گیا ہی جو عزائے امام مظلوم کے متعلق آئے دن کیا کرتے ہیں

مصنفۂ

شمس الواعظین جناب مولوی سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

حسب فرمائش

عالیجناب فخر الحجاج والزوائر حاجی خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی، مشہدی رئیس کیرانہ ضلع مظفر نگر

ملنے کا پتہ

منیجر کاظم بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

جید برقی پریس دہلی

تعداد طبع ۱۰۰۰ — قیمت فی جلد ۶/

از مراد آباد پاکر ہائی سکول مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۳۲ء

میں اپنے رسالہ "جواز عزا" کا کاپی رائٹ یعنی حق طباعت واشاعت جناب مینیجر صاحب کاظمی بک ڈپو رجسٹرڈ دہلی کو ہبہ کرتا ہوں۔ وہ اسکو طبع کرانے اور شایع کرانے کے مستحق ہیں۔ کسی دوسرے کو حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ اس رسالہ کو طبع کراسکے

راقم سید ظفر حسن امروہوی

دیباچہ

اسلام کے وہ افراد جنکو خاندان بنی اُمیّہ کی حمایت اور یزید کی ولایت کا شرف حاصل ہے ہمیشہ اس جد و جہد میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح عزائے امام مظلوم کا سلسلہ دُنیا سے نیست و نابود ہو جائے تاکہ ہر سال اُنکے بزرگوں کے ان مظالم پر روشنی نہ پڑے جو ذرّیت رسولؐ پر جاہ و منصب کی نفرت انگیز حرص کی بنا پر کئے گئے تھے محرم کا چاند نمودار نہیں ہونے پاتا کہ یہ عاقبت برباد گروہ اخباروں، رسالوں اور اشتہاروں میں عزاداری کے خلاف مضامین شایع کرنا اور جابجا سپیچیں دینا شروع کر دیتا ہے جسسے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سیدھے سادے لوگونکو اپنے دام تزویر میں پھانسکر اس عزاداری سے روکدیں جسکو وہ خلوص دل سے ہر سال محبت حسینؑ مظلوم میں قائم کرتے ہیں ظاہر ہے کہ عوام الناس اس قسم کے اعتراضات کے دفعیہ پر پوری قدرت نہیں رکھتے لہذا اکثر اوقات اُن کے عقائد ڈانواڈول ہو جاتے ہیں اور وہ بیچارے اعتراضات کے جوابات حاصل کرنیکی دھن میں پریشان پھرنے لگتے ہیں۔ ایسے اوقات میں اُنکی نگاہیں کسی ایسی کتاب کو ڈھونڈا کرتی ہیں جو ایسے اعتراضات کے دندان شکن جوابات اُنکی آنکھوں کے سامنے پیش کر سکتی ہو۔ میرے احباب کا خصوصاً جناب حاجی خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی مشہدی رئیس کیرانہ ضلع مظفرنگر کا ایک مدت دراز سے اصرار تھا کہ اس قسم کا ایک رسالہ جلد سے جلد تیار کرکے اطراف ملک میں شایع کر دوں تاکہ عزاداری کے خلاف کوشش کرنیوالوں کے اغوا سے لوگ محفوظ رہ سکیں لیکن کثرت مشاغل سے بہت دیر کے بعد مجھے اسطرف متوجہ ہونیکا موقع ملا مجھے یہ اُمید ہے کہ یہ رسالہ عزاداران حسینؑ کو بہت فائدہ بخشیگا اور یہ اُن اعتراضات کی سپر ثابت ہوگا جو دشمنان امام حسینؑ کیطرف سے ہمیشہ کیجاتے ہیں اگرچہ ایسے اعتراضات کوئی خاص اثر پیدا نہیں کرسکتے اور بحمد اللہ عزاداری کو روز بروز ترقی ہے تاہم عقلا کا فرض ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے رخنہ کی طرف بھی متوجہ ہو کر اسکے انسداد کی فکر کریں میں نے اس رسالہ کو مکالمہ کی صورت میں اس غرض سے تحریر کیا ہے کہ عوام الناس اسکو دلچسپی سے پڑھیں تمام ثبوت کتب اہلسنت سے دئے گئے ہیں اپنے خیال کی کوئی کتاب ثبوت میں پیش نہیں کی گئی ہے۔ خادم المومنین سید ظفر حسن امروہوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

سیدنا و مولانا حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ کی عظیم الشان شہادت نے نہ صرف اسلام کے اس مردہ شجر کو سینچا۔ جو کفر و ضلالت کی زہر آگیں باد سموم سے جھلس جھلس کر اپنی تمام تر و تازگی و خوشنمائی کو کھو بیٹھا تھا بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو وہ وہ اخلاقی و روحانی سبق [illegible] جن کا ایک ایک جز آب زر سے لکھنے کے قابل اور لوح دل پر نقش کرنے کی لائق ہے۔

پیغمبر اسلام کے پیارے نواسہ کا دنیائے اسلام پر وہ گرانقدر احسان تھا جسکے بارے قیامت تک مسلمانوں کی گردنیں آزاد نہیں ہو سکتیں اور اسکے اثر کا گہرا نقش کسی وقت کے مٹائے دلوں سے نہیں مٹ سکتا وہ درحقیقت ایسی زبردست دینی خدمت تھی جو اپنی نظیر آپ ہی ہو کر رہ گئی مسلمانوں کی نسلیں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ دینی قربانیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ شریعت حقہ اسلامیہ کی خدمات ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ مظلوم و ستم کش ہستیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی لیکن جو واقعہ ہائلہ سرزمین نینوا پر ۶۱ھ میں ہو گیا وہ اپنی آن بان اپنی شوکت و شان اور ہدایت و تبلیغ میں بالکل انوکھا اور قطعی اچھوتا رہا۔ نہ ایسے توحید و رسالت کے متوالے ہوئے ہوں گے

نہ ایسے حقائق و معارف کے شیدائی ہوئے نہ ہونگے۔ نہ ایسے حقیقت آگاہ سرفروش مجاہد ہوئے نہ ہونگے نہ ایسے شریعت رسولؐ کے حامی و حافظ ہوئے نہ ہونگے نہ ایسے ہنس ہنس کر جان دینے والے ہوئے نہ ہونگے نہ ایسے صابر و شاکر شجاع و اولوالعزم، وفادار و صداقت شعار، زہد و تقویٰ والے ہوئے نہ ہونگے اگرچہ کہنے کو وہ چند بھوکے پیاسے غریب الوطن بے یار و مددگار اور بیکس و مظلوم مجاہد تھے مگر وہ کام کر گئے کہ آج تک نہ دنیا کے بڑے بڑے گردانِ زور آزما سے ہو سکا۔ نہ شجاعانِ روزگار سے انکے شجاعانہ ہلّوں اور دلیرانہ حملوں سے رستم و سہراب کی روحیں کانپیں اور دلیرانِ شام و روم کے جسموں میں رعشہ پڑا۔ وہ تین روز کی بھوک و پیاس میں ہنس ہنس کر زخم تیغ و سنان کھاتے اور خون میں نہاتے دُنیا سے رخصت ہو جاتے۔ مگر دشمن کو پیٹھ نہ دکھاتے مرنے والے چند روز کی انتہائی سختیاں سہہ کر اور صبر شکن مظالم اُٹھا کر دُنیائے ناپائیدار سے رخصت ہو گئے۔ مگر قیامت تک ہائے اپنی بیکسی و مظلومی کا ماتم دُنیا میں چھوڑ گئے اور اپنی محبت کا پائیدار نقش انصاف پسندوں اور حق شناسوں کے دلوں پر جما گئے۔ وہ ابدالآباد تک آنیوالی نسلوں سے ہر سال اپنے واقعہ کی یاد کو تازہ کرتے رہیں گے اور ہر اہل دل سے اپنی شجاعت و بسالت، نیک نفسی و عالی ہمتی، پاک طینتی و تقدس شعاری، حق داری و معرفت الٰہی، استقامت و کرامت، نبالت و رشادت، ایثار و احسان، زہد و اتقا کی داد لیتے رہیں گے۔ اُنکی سوکھی شہ رگوں سے نکلنے والا خون اگرچہ کربلا کی جلتی بلتی ریت کی اور نینوا کی خشک اور شعلہ خیز زمین کی پیاس بجھانے میں کامیاب نہ ہو سکا لیکن شجرِ اسلام کی آبیاری میں اسقدر کامیاب ہوا کہ اب اُسکے لہکتے مہکتے پودے کو کفر و ضلالت کی تند سے تند اور گرم سے گرم ہوائیں بھی نہیں جھلس سکتیں اسلام کو اپنی نشو و نما میں جیسی بہترین اور برگزیدہ ترین قربانیاں درکار تھیں وہ نبیؐ کے خاندان اور اُنکے اعزہ و انصار نے بڑے حوصلے سے بڑی خندہ پیشانی سے

بڑی جوان مردی سے، اپنی سج دھج سے بڑی آن بان سے روزِ عاشورہ اس طرح پیش کر دیں کہ دیکھنے والے دانتوں میں اُنگلی دے گئے اور کہنے والے یہ کہہ اٹھے۔

کارے کہ حسینؑ اختیاری کردی   در گلشنِ مصطفےٰ بہاری کردی

از ہیچ پیمبرے نیاید این کار   واللہ کہ اے حسینؑ کاری کردی

دشمن باوجود اپنی ٹڈی دل فوجوں سے چند بھوکے پیاسے غریب الوطن مسافروں کے مقابلہ میں کامیاب نظر آ رہا تھا۔ مگر اندر سے اُسکا دل بول رہا تھا کہ یہ فتح نہیں بلکہ وہ عظیم الشان شکست ہے جسکی تلافی قیامت تک ممکن نہ ہوگی۔ حسینی لشکر بظاہر شکست خوردہ تھا لیکن درحقیقت وہ اپنی فتح کے شاندار جھنڈے دُنیا کے آخری دن تک پہونچنے والے میدان میں گاڑتا چلا جاتا تھا ان مظلوم شہیدوں کی چھلنی بدنوں سے جو خون کا قطرہ باہر آتا تھا وہ بظاہر ایک ناچیز قطرہ تھا لیکن دراصل اُسمیں ہدایت و شہادت کا سمندر موجیں مارتا تھا اور توحید وحقانیت کا سیلاب اُمنڈتا تھا۔ بہتر جانفروشوں کی تعداد ایسی کون بڑی تعداد تھی کہ کسی دل بادل فوج کی نگاہ میں سما سکتی لیکن خدائی زور اور لاہوتی قوت نے ان مظلوموں کے ساتھ ہو کر وہ قیامت ڈھائی تھی کہ فرطِ رُعب سے بید کی طرح تھر تھر کانپ رہا تھا اور مقابلہ کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ہاشمی شجاعوں، مطلبی دلیروں، علوی شہزوروں، عقیلی مجاہدوں جعفری بہادروں، اور فاطمی ہزبروں کی جب خون آشام تلواریں نیاموں کو چھوڑ کر برق شرربار کو شرماتی اپنی چمک دمک دکھاتی تھیں تو کوفہ وشام کی گھنگھور گھٹائیں کائی کی طرح پھٹ کر رہ جاتی تھیں اور دم کے دم میں وہ خون کا مینہ برستا اور سروں کا اُولہ گرتا تھا کہ ہر طرف سے الامان الامان کی صدا سنائی دیتی تھی۔

دُنیا میں لاکھوں لڑائیاں ہوئیں اور ہونگی بے شمار نبرد آزمائیاں ہوئیں اور ہونگی مگر چشمِ فلک نے نہ آج تک ایسے رن پڑتے دیکھے نہ دیکھنے کی اُمید۔ نیستانِ شجاعت کا جو غضنفر

میدانِ کارزار میں آتا تھا سلحشور فوجوں کے جمے پروں کو ہرنوں کی قطاروں کی طرح
آگے دھر لیتا تھا۔ وہ تین روز کی بھوک پیاس میں اس اطمینان سے حملہ کرتے تھے۔ کہ
بیرحم دشمن کے چھکے چھوٹے جاتے تھے اُنکو ہرگز اسکی پرواہ نہ تھی کہ وہ موت پر جا پڑیں یا
موت اُنپر آپڑے وہ عشق الٰہی میں چور اور بادہ عرفان سے مخمور تھے دشمن بے ایمان
شب عاشور رقص و سرود اور شراب و کباب میں اوقات گذاری کر رہا تھا۔ اور یہ
عبادت الٰہی کے عاشق بکمال خضوع و خشوع تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ ان
عاشقانِ ایزدی کے لیئے آنے والی ہولناک صبح عروس نازنین سے زیادہ دلکش ہو
رہی تھی آخری شب سے خون میں نہلانے اور سر کٹانے کے مشتاق بنے بیٹھے تھے جسقدر
سر کٹنے میں تاخیر ہوتی تھی اُسی قدر ان کے نورانی چہروں پر حزن و ملال کے آثار نمایاں
ہوتے جاتے تھے اور جسقدر موت کا وقت قریب ہوتا جاتا تھا اُسی قدر کملائے چہروں کا
رنگ نکھرتا جاتا تھا وہ راہ حق میں سر دینے کو حیات ابدی اور زیست سرمدی سمجھے والے
تھے۔ اُن کو ملک کی طمع دامنگیر تھی نہ مال و منال کی نہ وہ جاہ و منصب کے شیدائی
تھے نہ عیش و راحت کے بلکہ جس درد نے اُن کو آوارہ وطن کر کے جنگلوں اور پہاڑوں
کی خاک چھنوائی تھی اور احباب و انصار سے دائمی مفارقت پر آمادہ کیا تھا وہ محض
دینِ نبیؐ کی ہمدردی اور ناموس الٰہی کا تحفظ تھا۔ جس غم نے اُن کی گردنوں پر ظالموں
کے خنجروں کو ملوایا اور گوسفندان قربانی کی طرح ذبح کرایا۔ وہ بدعات کا انسداد
اور فسق و فجور کا دائرہ اسلام سے اخراج تھا اُنکی قابل تاسی غیرتیں اور لائق تقلید
حمیتیں اس بات کو گوارا نہ کر سکیں کہ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص شریعت اسلام
کا ہادی و رہنما بنکر عام مسلمانوں کو اپنے نقشِ قدم پر چلائے اور اپنے ذاتی اقتدار
کو کام میں لا کر حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال قرار دے۔ وہ رسولؐ کے
زمانے دیکھے ہوئے تھے احکام الٰہی کی وقعت کو جانتے تھے دین کی عظمت کو پہچانتے

تھے۔ اُن سے نہ ہو سکتا تھا کہ ایک بے دین بدکار اور دشمن اسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کی گردن پر الٹی چھری پھیر دیں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اُس کی وجاہت کا خاتمہ کر دیں ان میں سے ہر ایک خواہ بچہ ہو یا جوان صغیر ہو یا کبیر یہ حتمی و اذعانی فیصلہ کر کے کربلا میں آیا تھا کہ جب تک خون کا آخری قطرہ بدن میں رہے گا نصرت حق سے منہ نہ موڑیں گے۔ الغرض جوان عالی ہمتوں کے نیک ارادے میں شریک ہوئے۔ وہ روز عاشورہ صبح سے عصر تک باری باری جام شہادت نوش کرتے ہوئے اور بدنوں میں خونیں خلعت پہنے ہوئے حاضر ہو گئے۔ یہ مانا۔ کہ ظالموں نے اُن کے وجود سے بہت جلد دنیا کو خالی کر دیا۔ لیکن اُن کے روحانی اثرات اور باطنی کمالات کو نہ آج تک لیل و نہار کی گردش مٹا سکی۔ اور نہ قیامت تک مٹا سکے۔ اُسی کا تو یہ اثر ہے۔ کہ اِدھر ہلال محرم نمودار ہوا۔ اُدھر ہر مرد و زن عزاداروں کی صورت میں نظر آنے لگا۔ گھر گھر مجالس ہونے لگیں۔ جابجا سے نوحہ و ماتم کی آواز آنے لگی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ جسکو دیکھو دنیا کے تمام کام بھلائے حسینؑ مظلوم کی عزاداری میں حصہ لے رہا ہے۔ لیکن دوستو! جہاں حسینؑ کے سچے دوست اور حقیقی شیدائی ہیں۔ وہاں ایسے دشمن بھی اب تک پائے جاتے ہیں جو یکم محرم سے اس دھن میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ کسی طرح حسینؑ کی عزاداری صفحۂ عالم سے نیست و نابود ہو جائے۔ اور کوئی حسینؑ کا نام لینے والا دنیا میں باقی نہ رہے۔ وہ اپنی منشا کو پورا کرنے کے لیے کبھی رسالوں اور اخباروں میں مضامین لکھتے ہیں۔ کبھی مسجدوں اور عام مجلسوں میں وعظ کرتے ہیں۔ کبھی پرائیویٹ صحبتوں میں یار و احباب کو سمجھاتے ہیں۔ غرض کہ دن رات اسی شان سے گذر جاتے ہیں۔ چونکہ اُنکی چرب زبانی اور دراز لسانی سے عوام الناس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اکثر عزاداری کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے اس مختصر سے رسالہ میں اُن تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب ایک مکالمہ کی صورت میں درج کر دیں۔ جو عام طور پر عزاداری کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ تاکہ محبانِ آل رسولؐ اور

عزاداران حسین مظلوم ان سے پوری طرح واقفیت حاصل کر کے ایسے لوگوں کے دام فریب میں نہ آئیں۔ اور شیطانی وساوس سے کنارہ کش رہ کر ثواب دارین کو ہاتھ سے نہ دیں۔ و باللہ التوفیق و بہ نستعین۔

روزِ عاشورہ یوم غم ہے نہ یوم سرور

محسن علی۔ آہا کریم آج تم کہاں۔ اب تو کبھی مہینوں بھی تمہاری صورت نظر نہیں آتی
کریم۔ ہاں بھئی کیا بتاؤں۔ دنیوی جھگڑوں نے ایسا شکنجہ میں دبا لیا ہے کہ ہل نہیں سکتے کئی روز سے برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد تھا۔ مگر کوئی نہ کوئی مانع نکلتا ہی آیا۔ آج خدا خدا کر کے آنا ملا۔
محسن۔ خیر ہے۔ کیسے تکلیف کی۔
کریم۔ ہفتہ کے روز شام کے وقت میرے لڑکے کا عقد ہے۔ آپ ضرور ضرور تشریف لائیے شام کو ماحضر بھی وہیں تناول فرمائیے۔
محسن۔ ایں ہفتہ کو کیا قیامت آگئی۔ وہ تو عاشورہ کا دن ہوگا۔
کریم۔ ارے بھئی ان باتوں کو چھوڑو۔ اب تیرہ سو برس کا رونا کہاں تک روئے جاؤگے اس کے علاوہ عاشور کا دن تو خوشی کا دن ہے نہ کہ غم کا۔ آپ حضرات نے خواہ مخواہ ایک عید کو واقعہ کربلا کی وجہ سے یوم غم بنا رکھا ہے۔
محسن۔ بھئی خواہ مخواہ بنا لینے کی بھی ایک ہی کہی۔ کیا وہ در اصل یوم غم نہیں ہے۔
کریم۔ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اگر تم کو میرے اس خیال سے مخالفت ہے۔ تو اپنے قول کی تائید میں کسی عالم کا قول پیش کرو۔ مگر یہ ملحوظ رہے۔ کہ میں حضرات شیعہ کے قول کو اس بارہ میں تسلیم نہ کرونگا
محسن۔ ہاں ہاں میں آپ ہی کے علماء کے اقوال سے اسکو یوم غم ثابت کرونگا۔ سنیئے بحوالہ

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں جو کچھ اسکی بابت تحریر فرماتے ہیں، وہ میرے قول کا مصدق ہے۔ میرے پاس صواعق محرقہ کا فارسی ترجمہ موجود ہے۔ یہ عبارت اسکی ملاحظہ فرمایئے۔

چہارم آنکہ انچہ در روز عاشورہ بحسین ابن علی رضی اللہ عنہما رسید چنانچہ تفصیل آں بعد ازیں خواہد آمد نبود مگر شہادتے کہ دال است بر مزید مرتبت و رفعت درجہ آنحضرت نزد پروردگار و الحاق وے بدرجہ آبا و اہلبیت مطہر خود پس باید کہ اگر کسے آں روز مصیبت را در یابد سزاوار است کہ در آں روز مشغول نشود مگر بصوم و طاعات و عبادات و استرجاع بنا بر امتثال و اطاعت امر الٰہی تا مترتب شود بر آں مغفرت و رحمت نا متناہی۔

چوتھے یہ کہ روز عاشورہ جو شہادت حسین ابن علی کی ہوئی۔ وہ دلالت کرتی ہے آنحضرت کے علو مرتبہ اور درجہ بلند پر جو پیش خدا آپکو حاصل ہے۔ اور اس بات پر کہ آپ اپنے آبا و اہلبیت طاہرین کے درجہ میں ہیں پس جو شخص اس روز مصیبت کو پائے اس کو سزاوار ہے کہ اس دن سوائے روزہ اور عبادت خدا اور کوئی کام انجام نہ دے۔ تاکہ اس کو بخشش اور رحمت خدا حاصل ہو۔

بھئی کریم! اس میں فقرہ "اگر کسے آں روز مصیبت را در یابد" صاف اسکی دلیل ہے کہ روز عاشورہ یوم غم ہے۔ نہ یوم سرور۔ اچھا اب اسکے بعد علامہ سبط ابن جوزی کا یہ رسالہ مولد النبی بھی ملاحظہ کرو۔ اور اس عبارت کو ذرا غور سے پڑھو۔

وقد بسط الکلام فی ترغیب مولد النبی صلعم فلا زال اهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی صلعم ویفرحون لقدوم ھلال ربیع الاول ویغتسلون ویلبسون

مولد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کی ترغیب میں کلام بہت طولانی ہے۔ ہمیشہ سے مکہ و مدینہ و مصر و یمن و شام اور تمام شرقی و مغربی عرب والے میلاد نبی کی مجلس کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ربیع الاول کے ہلال کی آمد سے خوش ہوتے ہیں اور غسل

بالثیاب الفاخرة ویتزینون بانواع
الزینة ویطیبون ویکتحلون ویاتون
بالسرور وفی هذه الایام یبذلون علی الناس
ما کان عندهم من المضروب والاجناس
ویهتمون اهتماما بلیغا علی السماع و
القرأة لمولد النبی صلعم وینالون
بذلک اجرا جزیلا و فوزا عظیما۔

کرتے ہیں۔ اور لباس فاخرہ پہنتے ہیں اور طرح طرح
سے زینت کرتے ہیں۔ خوشبوئیں لگاتے ہیں سرمہ
لگاتے ہیں۔ اور خوشی مناتے ہیں۔ اور ان ایام
میں سکہ اور جنس کو لوگوں پر خرچ کرتے ہیں اور
حال ولادت نبی کو سنتے اور پڑھتے ہیں۔ پورا
اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس کے صلہ میں وہ
خدا سے بڑا ثواب پاتے ہیں۔

ایسا ہی مضمون فتح المبین شرح الاربعین میں امام نووی نے لکھا ہے۔

کریم۔ مگر میں اس عبارت سے قطعی نہیں سمجھا۔ کہ تم نے اپنے مدعا پر کیا دلیل پیش کی۔

محسن۔ ارے میاں صاف ظاہر ہے کہ ماہ ربیع الاول میں مولد نبیؐ کی مجالس کرنا باعث خیر وبرکت ہے۔ پس کیا وجہ کہ یوم سرور کو خوشی کرنا تو باعث برکت ہو اور یوم غم میں غم منانا باعث برکت نہو۔ اس طرح مولد نبیؐ کی یادگار میں مجالس کرنا تو ثواب رہے۔ اور مقتل سبط نبیؐ کی یادگار میں مجالس کرنا جائز نہو۔ عقل سلیم بتاتی ہے کہ جس طرح خوشی کے دن خوشی کرنا شعار اسلام اور باعث ثواب ہے۔ اسی طرح غم کے دن غم کرنا بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ غضب خدا کا کربلا میں تمام خاندان رسولؐ کٹ جائے۔ گھر کے گھر برباد ہو جائیں اور مسلمان اسکو یوم خوشی وسرور قرار دیں کیا تمہارے رسولؐ قتل حسینؑ سے شاد ہوئے ہونگے۔ جو تم اس کو خوشی کا دن سمجھتے ہو۔ کیا حسینؑ تمہارے نبی کے نواسہ نہ تھے۔ جو تم ان کے قتل پر اظہار افسوس کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیا حسینؑ کی خدمات دینی خدمات نہ تھیں۔ جو تم ان کے غم میں حصہ لینا نہیں چاہتے۔ کیا وہ ایسا معمولی واقعہ تھا۔ کہ اسکو نظر انداز کرکے ہم عاشورہ کو بدستور عید ہی سمجھے جائیں۔ کیوں بھائی کریم! سچ کہنا اگر عید کے دن تمہارے گھر کوئی موت ہو جائے۔ تو کیا تم اس روز عید مناؤ گے۔ کیا اسی طرح

خوشی کرو گے۔ جیسی پہلے کیا کرتے تھے۔ کیا سال دو سال وہ عید تم کو محزون و مغموم نہ بنا دے گی۔ کیا اسدن تم کو اپنا متوفی عزیز یاد نہ آئے گا؟ بولو میرے عزیز دوست اسکا جواب دو۔

کریم۔ ضرور یاد آئے گا۔

محسن۔ پس جب معمولی واقعات کئی کئی سال ہماری عیدوں کی خوشیاں خاک میں ملا دیتے ہیں۔ تو کیا پیغمبر اسلام کے نواسہ کا واقعہ اتنی اہمیت بھی نہیں رکھتا۔ کہ ہم اس عید کو اپنی عیدوں کی فہرست سے خارج کر دیں۔ اور ہمیشہ اسدن غم منایا کریں۔

۲۔ تعزیہ داری کا جواز

کریم۔ اچھا یہ بات تو مان لی۔ کہ روز عاشورہ یوم غم ہے۔ لیکن یہ جو تعزیہ وغیرہ نکالا جاتا ہے۔ اسکا جواز کہاں سے ثابت ہے۔ بھی برا نہ ماننا۔ یہ تو کھلی ہوئی بدعت ہے کیونکہ جو بات زمانہ رسول میں نہ ہو اور بعد میں کی جائے تو وہ بدعت ہے اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔

محسن۔ بھی کریم تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ کہ جو بات عہد رسولؐ میں نہ تھی۔ اور بعد کو ہوئی وہ گمراہی و ضلالت ہے۔ کیونکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ پس ہر بدعت سیئہ تو ضرور ضلالت ہے۔ لیکن بدعت حسنہ کے متعلق آپ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ آپ کو بہت سی باتوں سے دست کش ہونا پڑ جائے گا۔ تعزیہ بنانا اسلیے مباح ہے۔ کہ اس کی عدم اباحت کے متعلق کوئی حدیث نہیں۔ اور جب تک کسی چیز کی ممانعت شارع علیہ السلام سے وارد نہ ہو۔ تو مباح ہی سمجھی جاتی ہے۔

کریم۔ یہ کون کہتا ہے؟

محسن۔ یہ بحر الرائق اور ہدایہ دونوں کتابیں آپ کے یہاں کی موجود ہیں ان میں ملاحظہ فرمایئے۔ پس اگر آپ تعزیہ داری کی ممانعت مجھے کسی حدیث رسولؐ سے ثابت کر دیں

تو میں آپ کے قول کو تسلیم کر لوں۔ رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ عہد رسولؐ میں چونکہ ایسا نہیں
ہوا لہذا بدعت ہے۔ تو اس صورت میں آپ بہت سی بدعتوں پر عمل پیرا ہیں۔ دیکھئے
رسالہ ازالۃ الاوہام میں مولوی عبدالواحد خاں نے جو مولوی عبدالعلی بحر العلوم کے
پوتے تھے۔ یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ عہد صحابہ و تابعیں میں کتاب اللہ پر اعراب نہ تھے بعد
میں لگائے گئے۔ اور اسپر اجماع ہو گیا۔ اسی طرح احادیث و تفاسیر و فقہیات کو بعد
رسولؐ جمع کیا گیا۔ خانہ کعبہ میں چار مصلے بنائے گئے۔ ذکر میلاد نبوی کی مجالس کا اختراع
ہوا۔ پس آیا یہ سب باتیں آپ کے نزدیک بدعت ہیں۔ تو تعزیہ داری بھی بدعت ہے
اور اگر یہ بھی نہیں۔ تو وہ بھی نہیں۔ دیکھئے اگر تعزیہ داری جائز نہ ہوتی۔ تو متشرع
سلاطین اسلام مثلاً جلال الدین اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ اور اورنگ زیب عالمگیر
وغیرہ کبھی ہرگز اپنے ملکوں میں اس رسم کو جاری نہ ہونے دیتے۔ ان سلاطین کے
احوال پڑھیئے۔ تو معلوم ہو کہ مراسم تعزیہ داری اُن کے وقتوں میں کس خوبی سے انجام
دی جاتی تھیں۔ کیا اُسوقت علماء موجود نہ تھے؟ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
شاہجہاں بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ قاضی القضاۃ سعد خاں کلاں اور قاضی القضاۃ
سعد خاں خورد جو سب کے سب حنفی المذہب اور اپنے اعتقاد کے بڑے پکے تھے اگر
تعزیہ کو بدعت سیئہ سمجھتے۔ تو ضرور سلاطین کے حضور میں عرض کر کے تمامی ممالک میں
اسکو موقوف کرا دیتے۔ بلکہ اپنے ذاتی اختیار سے روک دیتے۔ کیونکہ یہ لوگ بڑے
صاحب رسوخ اور با اثر تھے۔ لیکن اُنھوں نے کبھی ایسا نہ کیا۔ اور مراسم عزا کو برابر
جاری رکھا۔ چنانچہ اُسوقت سے اب تک جاری ہے۔ پس ایسی صورت میں باجماع اُمت
بھی اُس کی اباحت ثابت ہو گئی۔ اور تواتر بھی حاصل ہو گیا۔ کیا آپ اس حدیث سے انکار
کرتے ہیں۔ لن یجتمع امتی علی الضلالۃ (میری اُمت ہرگز ضلالت پر جمع نہ ہوگی)
پس جس چیز پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہو جائے۔ وہ سراسر حق ہے۔ ایسی صورت میں اگر

کوئی شخص انکار کرے اور مراسم عزا کو خلاف شرع اور مکروہ جانے۔ تو وہ یقیناً اجماع اُمت کا مخالف اور تواتر کا منکر ہوگا۔ اور یہ بات بموجب اُصول فقہ نہایت ممنوع ہے۔

کریم۔ بھئی یہ سب کچھ سہی۔ لیکن اس صاف و صریح حدیث کے متعلق آپ کیا کہئے گا من زار قبرا بلا میت او بلا مقبور فقد اشرا و کفر (جس نے بلا میت والی قبر کی زیارت کی اُسنے گناہ کیا۔ یا کفر کیا) اس سے تو صاف تعزیہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

محسن۔ برادر اوّل تو مجھے اس حدیث کی صحت ہی میں کلام ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ دوسرے راوی حدیث مجہول ہے۔ تیسرے الفاظ حدیث میں بھی اختلاف ہے۔ اور ایسی حدیث محل اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اگر بالفرض ہم اسکو صحیح بھی مان لیں۔ تو بھی احاد سے ہے۔ اور بقاعدہ اُصول تواتر و اجماع امت کسی خبر احاد سے باطل نہیں ہوتا۔ ان سب باتوں کے علاوہ تعزیہ اور قبر بلا میت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ نے ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے کر لیا قبر بلا میت سے مراد وہ قبور ہیں جو عوام کالانعام حضرت ادریسؑ و عیسیٰؑ و خضرؑ و الیاسؑ وغیرہ انبیاء سے جو بحکم خدا زندہ ہیں۔ نامزد کر کے زیارت گاہ بنا لیتے ہیں یا یہ کہ کوئی شخص ایک قبر کی صورت بنا کر یہ ظاہر کرے۔ کہ اس میں فلاں شخص دفن ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ پس اس قسم کی سب قبریں بلا مقبور مجعلی ہونگی تعزیہ کے متعلق تو یہ صورت اُسوقت قائم ہو سکتی ہے۔ جب کوئی شخص معاذ اللہ یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ کہ جسم اقدس جناب سیدالشہدا علیہ السلام تعزیہ میں مدفون ہے۔ نہ کہ کربلا میں۔ لیکن ایسا خیال کسی ایک فرد کا بھی نہیں۔ پس یہ نقل قبر ہوگا نہ قبر بلا مقبور اور نقل قبر جایز ہے۔ خلاف حکم پیغمبر وہ امر ہو سکتا ہے۔ جسکو حضرتؐ نے منع فرمادیا ہو

اور پھر عمل میں لایا جائے۔ مروّجہ تعزیہ داری کو چونکہ آنحضرت نے منع نہیں فرمایا لہذا وہ جائز ہے۔ تعزیہ داری کی علت غائی گریہ و بکا، بیان ظلم یزید اور اظہار شجاعت شہدا ہے۔ اور بموجب حدیث ثقلین جسکو اصحاب حدیث و فقہ نے بہت معتبر و مستند جانا ہے۔ اور ترمذی نے اسکی روایت کی ہے۔ کتاب اللہ اور عترت نبی بزرگی اور ایفائے حقوق میں دونو برابر ہیں۔ اور میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ عہد صحابہ و تابعین میں کتاب اللہ بدون اعراب تھی۔ بعد میں اعراب لگائے گئے۔ اور اُسپر اُمت کا اجماع ہوا۔ اور تواتر حاصل ہو گیا۔ پس تعزیہ امام بھی جو باجماع اُمت مروّج ہے۔ اعراب کلام اللہ کی برابر ہے۔ اگر کوئی شخص کلام اللہ اور عترت کی اہانت و بے ادبی کرے۔ یا اعراب کلام اللہ یا تعزیہ حسینؑ کے ساتھ بے ادبی سے پیش آئے۔ تو وہ یقیناً حقوق قرآن و عترت کا تارک ہوگا۔ اور یہ دو نور روز قیامت حوض کوثر پر اُسکے شاکی ہونگے۔

کریم۔ اچھا میں نے مانا کہ تعزیہ نقل قبر مبارک ہے۔ لیکن نقل قبر کا جواز بھی تو ثابت کیجیے۔ اسکے علاوہ آپ صاحبان جو اُسکو بوسہ دیتے ہیں تو یہ تو کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ کوئی دیندار آدمی اُسکو کیسے جائز سمجھ سکتا ہے۔

محسن۔ میں ابھی آپ پر آپ ہی کی کتابوں سے ثابت کیے دیتا ہوں کہ نقل قبور صلحا جائز ہے۔ اور اُن پر بوسہ دینا جائز۔

دیکھیے کفایہ شعبی و فتاوائے غرائب عالمگیری و مطالب المومنین و خزانۃ الروایہ وغیرہ کتابوں میں یہ روایت باختلاف الفاظ درج ہے۔

لا باس بتقبیل قبر والدیہ لان رجلا جاء الی النبی صلعم فقال یا رسول اللہ انی حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ و جبہتہ	والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے قسم کھائی

حور العین فامران یقبل رجل
الاب فی جبہتہ الام قال یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لم یکن
جبین فقال فقبل قبرہما قال
فان لم یکن اعرف قبرہما قال خط
خطین انوا احدہما قبر الام
والاٰخر قبر الاب فتقبلہما۔

ہے کہ دروازہ جنت کی چوکھٹ اور حور العین
کی پیشانی کو بوسہ دونگا رہیں مجھ کو
کرنا چاہیئے۔ فرمایا باپ کا پاؤں اور ماں
کی پیشانی چوم لے۔ اُس نے کہا اگر میرے
والدین زندہ نہوں۔ تو فرمایا۔ اُن کی
قبروں پر بوسہ دے لینا۔ کہا اگر اُنکی قبریں
معلوم نہوں۔ تب۔ فرمایا دو خط کھینچنا
ان میں سے ایک کو باپ کی قبر سمجھنا اور دوسرے کو ماں کی۔ اور دونو کو بوسہ دے لینا
اب فرمایئے آپ تعزیہ کا بنانا اور اُسکا بوسہ دینا کیوں ناجائز سمجھتے ہیں۔

امام حسینؑ کے غم میں رونا سنت پیغمبر خدا و علی مرتضیٰ ہے

کریم۔ بھائی صاحب کوئی ایک بات ہو۔ تو میں بیان کروں۔ اس عزاداری میں تو بے شمار باتیں قابل اجتناب ہیں۔ اچھا میں نے مانا کہ تعزیہ نقل قبر حسینؑ ہے۔ اور تعظیماً اُسکو بوسہ دینا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ گریہ و بکا کیسی۔ یہ تو کھلم کھلا بے صبری کی نشانی اور حماقت کی دلیل ہے۔ بھلا اسکے جواز کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔

محسن۔ بھائی صاحب کیا تم مُردوں پر بکا کرنے کو خلاف شرع جانتے ہو۔ حالانکہ یہ سنت پیغمبر خدا اور سنت علی مرتضیٰ ہے۔ دیکھو صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر کی تحریر فرماتے ہیں۔

اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی
رضی اللہ عنہ بکربلا عند مسیرہ الی صفین وحاذی
نینوی وہی قریۃ علی الفرات فوقف وسال

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے۔ کہ جب
علی صفین کو جارہے تھے۔ تو آپ کا گزر کربلا
میں ہوا۔ جو مقابل ہے نینوا کے اور وہ

عن اسم هذه الارض فبکی حتی بل الارض من دموعه وقال دخلت علی رسول اللہ وھو یبکی فقلت ما یبکیک فقال جاء عندی جبرئیل آنفا واخبرنی ان ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال له الکربلا ثم قبض جبرئیل قبضة من تراب شمنی ایاھا فلم املک عینی ان فاضا	ایک گاؤں ہے فرات پر۔ پس حضرت وہاں رُکے۔ اور اُس زمین کا نام پوچھا جب کربلا نام معلوم ہوا۔ تو رونے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ اور یہ فرمایا۔ کہ میں ایکروز رسول اللہ کے پاس گیا۔

تو دیکھا حضرت رو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ اور یہ خبر دی کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے اُس جگہ قتل کیا جائیگا جس کا نام کربلا ہے۔ پھر جبرئیل نے ایک مٹھی خاک لیکر مجھے سنگھائی۔ پس میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

محدث دہلوی اپنی کتاب سر الشہادتین میں حسب ذیل حدیث فرماتے ہیں۔

اخرج الحاکم والبیہقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ یوما بالحسین فوضعته فی حجرہ ثم حانت منی التفاتة فاذا عینا رسول تھرقان من الدموع فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذا واتانی بتربة من تربته حمراء	یعنی ام الفضل کا بیان ہے۔ کہ میں ایکدن حسینؑ کو لیکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اُس بچہ کو اُنکی گود میں دیدیا حضرت اُنہیں لیکر رونے لگے اور فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ پھر مجھے تھوڑی سی مٹی وہاں کی دی۔ جو سرخ تھی۔

ان دونوں روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حسینؑ کے غم میں رونا سنت رسولؐ و علیؑ مرتضیٰ ہے۔ چونکہ تعزیہ داری باعث گریہ و بکا ہے۔ اور ہر امر مباح کہ متوقف علیہ عبادت ہو وہ بھی عبادت ہے۔ جیسا کہ محدث دہلوی نے ترجمہ مشکواۃ میں اسکو ظاہر بھی فرما دیا ہے

پس باحسن وجوہ ثابت ہو گیا۔ کہ تعزیہ داری میں ثواب اُخروی ہے۔

محدث جمال الدین روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں۔

انچہ مجرب شدہ از برکات تمثال نقل قبر شریف پیغمبر خدا صلعم آن ست کہ ہر کہ آنرا دائم باخود دارد۔ اور ادر میان خلق قبول تمام باشد و البتہ پیغمبر را زیارت کند و ہر کس آنحضرت را در خواب بیند فقد راٰہ حقاً و این تمثال شریف در ہر لشکر کہ باشد نگریزد۔ و در ہر قافلہ کہ باشد غارت نیاید و در ہر متاع کہ باشد دزد بران دست نیابد و در ہر کشتی کہ باشد غرق نشود و توسل بجوید بصاحب آن صلعم در ہیچ حاجتے الا آنکہ گزاردہ شود و در ہیچ صعبے الا آنکہ فرح حاصل شود۔

پیغمبر خدا کی قبر شریف کی نقل کے متعلق یہ تجربہ ہے کہ جو اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا وہ درمیان خلق مقبول ہو گا۔ اور البتہ پیغمبر کی زیارت کریگا اور جس شخص نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا گویا واقعی اُن کو دیکھا۔ اور یہ تمثال شریف جس لشکر میں ہو وہ نہ بھاگے گا اور جس قافلہ میں ہو وہ نہ لوٹا جائے گا۔ اور جس مال میں ہو وہ نہ چرایا جائیگا۔ اور جس کشتی میں ہو وہ غرق نہ ہو گی اور جو کسی حاجت میں صاحب قبر یعنی جناب رسولخدا سے توسل رکھے گا۔ اُسکی حاجت پوری ہو گی۔ اور مشکل آسان ہو گی۔

پس یار عزیز غور تو کرو۔ قبر رسول کی نقل پاس رکھنے میں تو یہ برکات ہوں اور حسینؑ کی قبر کی نقل کے متعلق جواز و عدم جواز کی بحث چھیڑی جائے۔ کسقدر غضب کی بات ہے۔ کیا حسینؑ اور جناب رسولؐ خدا جدا جدا ہیں۔ کیا آپ کو حدیث حسین منی وانا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے) یاد نہیں۔

کریم۔ اچھا اب وقت زیادہ گزر گیا۔ اور میں اس بحث کے لیے کچھ تیار بھی نہ تھا۔ لہذا اسوقت تو اسے ختم کیجیے۔ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بقیہ امور کے متعلق بھی تبادلہ خیالات کرونگا۔

محسن۔ بہت اچھا۔ میں کل صبح سے آپ کا منتظر رہوں گا۔ ضرور ضرور تشریف لایئے۔

دوسری صحبت

تعزیہ داری اور تعزیہ کو بوسہ دینے کا جواز

کریم۔ ہاں بھئی محسن کل جو کچھ آپ نے جواز تعزیہ داری کے متعلق فرمایا تھا۔ میری اس سے تسکین نہیں ہوئی۔ بھئی مجھے تو یہ بتاؤ کہ خدا و رسولؐ نے اس کے متعلق کہاں حکم دیا ہے۔

محسن۔ میں پہلے عرض کر چکا۔ کہ قرآن شریف بعد رسولؐ مرتب ہوا ہے۔ پس آیا یہ حکم خدا و رسولؐ سے تھا۔ یا بغیر حکم خدا و رسولؐ۔ اگر حکم خدا و رسولؐ سے تھا۔ تو اُسکی دلیل بیان فرمایئے۔ اور اگر ایسا نہیں تھا۔ تو پھر جو جواب آپ کا ہے۔ وہی میرا ہوگا۔ اچھا بھائی ذرا اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ نماز تراویح عہد رسولؐ میں نہ پڑھی جاتی تھی۔ آپ کے پیشواؤں نے اُسے ایجاد کر کے اُسکو نعم البدعت یعنی اچھی بدعت فرمایا ہے جیسا کہ صاحب نہایہ نے تحریر فرمایا ہے۔ پس یہ فرمایئے یہ بدعت کیوں نعم البدعت ہے اور تعزیہ داری کیوں بدعت سیئہ ہے۔ حالانکہ دونو باتیں عہد رسولؐ میں نہ تھیں

کریم۔ بیشک اب میں مان گیا۔ اچھا یہ بوسہ دینا کیوں کر جائز ہوا۔

محسن۔ صاحب رسالہ غایۃ المرام صفحہ ۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ روٹی کو بوسہ دینا زمان فیض نشان رسالت میں مروج تھا۔ یا نہیں۔ اگر مروج نہ تھا۔ تو اُس زمانہ میں بوسہ دینے والے، ماخوذ و گنہگار ہیں یا نہیں۔ جواب زمان سرور دوجہاں میں رواج اسکا ہرگز نہ تھا۔ لیکن یہ لوگ جو بوسہ دیتے ہیں گنہگار نہیں ہوتے۔ بلکہ بعضے علماء کے نزدیک ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ صاحب درالمختار نے تحریر فرمایا ہے۔ تقبیل الخبز جوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ و قیل حسنۃ

(فرقہ شافعیہ نے روٹی کو بوسہ دینا جائز سمجھا ہے۔ بیشک وہ بدعت مباح ہے اور بعض کے نزدیک بدعت حسن ہے) اس فتوی سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ روٹی کو بوسہ دینا عہد جناب سرور انبیا میں مروج نہ تھا۔ لیکن بعد میں اسکو جائز کر لیا گیا۔ اور اسکو بدعت حسن یا بدعت مباح فرمایا گیا۔ پس خدا کے لئے یہ فرمائیے۔ کہ آخر تعزیہ نے ایسا کیا قصور کیا ہے۔ کہ اسکو بدعت حسن نہ قرار دیا جائے۔ اور اسکا تعظیماً بوسہ دینا جائز نہ ہو۔

اچھا اب ذرا بدعت کی دو قسموں کے متعلق بھی سُن لیجئے۔

قال النووی فی فتح المبین قال الشافعیؒ ما احدث وخالف کتابا او سنۃ او اجماعا فھو البدعۃ الضلالۃ وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئاً من ذلک فھو البدعۃ المحمودۃ۔

امام نووی نے فتح المبین میں لکھا ہے۔ کہ فرمایا امام شافعی نے کہ جو کوئی امر خلاف کتاب وسنّت واجماع حادث ہو۔ وہ بدعت الضلالت ہے۔ اور جو ان کے مخالف نہ ہو۔ اور نیکی پر مبنی ہو۔ وہ بدعت محمود ہے۔

اس سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ہر بدعت ضلالت نہیں ہے۔ پس چونکہ تعزیہ داری کتاب وسنّت واجماع تینوں میں سے کسی ایک کے بھی خلاف نہیں۔ لہذا اسکو بدعت محمود کہنے میں آپ کو کیوں تامل ہے۔

کریم۔ بھائی صاحب تعزیہ کا بنانا ایسی صورت میں کب صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ مجسم تصاویر بنانے کی ممانعت ہے۔

محسن۔ برادر تم نے غور نہیں کیا۔ ورنہ تم ایسا لغو اور مہمل اعتراض کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ ذی روح کا مجسمہ بنانا جائز نہیں۔ نہ کہ غیر ذی روح کا۔ شارح مشارق الانوار فرماتے ہیں۔

ھکذا رخص فی تصویر لا روح لہ مثل الاشجار ونحوھا ہے روح کی

تصویر بنانا جایز ہے۔ جیسے درخت وغیرہ) صاحب مشکواۃ نے بھی بروایت ابن عباس اسکا جواز ثابت کیا ہے۔ اور بخاری نے بھی اسکی روایت کی ہے۔ پھر فرمایئے تعزیہ کا بنانا کیوں ناجایز ہوا۔ کیونکہ یہ بھی تو ایک بے جان کی یعنی قبر حسینؑ کی نقل ہے

کریم۔ بھئی برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔

محسن۔ ضرور فرمایئے۔ برا ماننا کیا۔

کریم۔ یہ میں نے مان لیا۔ کہ یہ تعزیہ بنانا جایز ہے۔ لیکن کسی نقل کے ساتھ اصل کا سا عمل کرنا تو کھلی ہوئی حماقت معلوم ہوتی ہے۔ کون عقلمند اس کو پسند کرے گا۔ کہ گھوڑے کی تصویر بنا کر اُس کے آگے گھاس دانہ ڈالے۔ یا اُس کے پٹھوں پر پیار سے ہاتھ پھیرے۔ آپ لوگ کاٹ کے تعزیہ کی وہی تعظیم کرتے ہیں۔ جو اصل قبر حسینؑ کی کرنی چاہیئے۔

محسن۔ اسکا جواب تو پہلے گزر چکا۔ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ آنحضرت نے ایک شخص کو ماں باپ کی قبروں کا نشان بنا کر اُسکے چومنے کا حکم دیا تھا۔ کیا وہ نقل کی تعظیم مثل اصل کی تعظیم کے نہ تھی۔ اگر آپ کو اس حکم رسولؐ پر کچھ اعتراض ہی۔ تو تعزیہ پر بھی اعتراض کیجئے۔

بھئی اس زمانہ کے مولویوں کا تو عالم ہی نرالا ہے۔ لیکن پہلے زمانہ کے تو تمام علمائے اہلسنت تعزیہ کی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبد الواحد خاں نبیرۂ جناب مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم اپنے رسالہ ازالۃ الاوہام میں تحریر فرماتے ہیں۔

ازینجانب از ثقات شنیدہ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد قدس سترہ و بچشم خود دیدہ کہ حضرت مولانا عبد العلی محمد قدس سترہ و مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن مرحوم و مولوی	معتبر لوگوں سے سنا ہے۔ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد۔ اور بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ حضرت مولانا عبد العلی و مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن و مولوی انوار الحق و دیگر

انوار الحق و مولوی نور الحق قدس سرہما و دیگر
علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مدراس وغیرہ ہرگاہ
تعزیہ شریف امام مظلوم علیہ السلام را می دیدند
استادہ می شدند و ہر دو دست بطرف تعزیہ
دراز کردہ از بسیار خضوع و خشوع و عجز و
انکسار فاتحہ می خواندند و عند الاستفسار
می فرمودند کہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم
است زیرا کہ تعزیہ شریف موسوم بنام نامی
امام مظلوم است۔

علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مدراس وغیرہ
جس وقت تعزیہ کو دیکھتے تھے۔ تو کھڑے
ہو جاتے تھے۔ اور دونو ہاتھ اس کی
طرف دراز کرکے بڑے خضوع و خشوع
و عجز و انکسار سے فاتحہ پڑہتے
تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یہ تعظیم و فاتحہ
امام مظلوم ہے۔ کیونکہ تعزیہ شریف
انھیں کی طرف منسوب ہے۔

کریم۔ جب آپ کے خیال کے مطابق تعزیہ سے اظہار رنج و ملال مقصود ہے۔ تو پھر یہ اکثر مقامات پر نقاروں، تاشوں، اور نفیریوں کا بجانا کیا؟ اس سے تو صاف خوشی کا سامان نظر آتا ہے۔

محسن۔ مذہب اہلبیتؑ میں غنا و مزامیر وغیرہ سب حرام ہے۔ لہذا ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اب رہا عوام کا ان باتوں کو عمل میں لانا۔ تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر برا نہ مانو تو ایک بات اور سناؤں۔

کریم۔ ضرور۔

محسن۔ بھئی تمہارے مذہب کی رو سے تو ڈھول تاشہ بجانا جائز ہے۔ صاحب نعمۃ العشاق نے صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ کہ شہدائے بدر پر روتے وقت عورتیں دف بجا بجا کر مرثیہ پڑھتی تھیں۔ پس جب شہدائے بدر کی شہادت کا اعلان دف بجانے سے جائز و مباح قرار پایا۔ تو واقعہ کربلا کا اعلان کیوں ناجائز ہوا۔

کریم۔ بھئی سچی بات تو یہ ہے۔ کہ ہم کو تو اس تعزیہ داری میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

بلکہ وہ عوام کے لیے ایک کھیل تماشا سا ہو جاتا ہے۔ اگر بالفرض دو چار ہزار کے مجمع میں دو چار آدمیوں کو رونا بھی آگیا یا اُن کا خیال واقعات کربلا کی طرف یا شخصیت امام مظلوم کی جانب چلا بھی گیا تو اس سے فائدہ کیا۔ یہی حال مجالس کا ہے کہ ان سے بھی سوائے گریہ وزاری اور کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آتا۔

محسن :۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ تعزیہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ یقیناً عوام الناس کی گرویدگی اور دلچسپی کا قوی سبب ہے۔ عام مسلمانوں کا تو کیا ذکر دیگر ادیان کے لوگ بھی تعزیہ دیکھنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور چونکہ ایسے جلوس ہمیشہ موثر ہوتے ہیں۔ لہذا ان کے دل میں اول تو شوکت اسلام کا نقش جمتا ہے، پھر امام مظلوم کی شخصیت کا اعزاز قائم ہوتا ہے اسی کے ساتھ دین اسلام کی حقانیت کا اثر پڑتا ہے۔ چونکہ ان کی طبعیتیں ایسے مواقع پر متاثر ہو جاتی ہیں لہذا اکثر تحقیق کا چسکا پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اسلام کی جانب مائل ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ جستجو کریں تو ایک دو نہیں سینکڑوں ہزاروں ہندوؤں کو خلوص کے ساتھ تعزیہ کی تعظیم کرتے ہوئے پائیں گے۔ بہت سے ہندو خود بھی تعزیہ بناتے ہیں، نذر و نیاز بھی کرتے ہیں۔ نام حسین پر سبیل بھی رکھتے ہیں۔ فقرا و مساکین کو بھی ان کے نام پر کھلاتے ہیں۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی باتیں عمل میں لاتے ہیں اگر ان کے دل میں امام مظلوم کی خدمات کی قدر نہ ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے۔ آخر ان کے قلوب میں یہ اثر کیونکر پیدا ہوا۔ محض تعزیہ کی بدولت کیونکہ وہ مجالس میں تو شرکت کرتے نہیں۔ ان کے اثر لینے کا تو صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ بھئی کریم! یاد رکھو اس قسم کے جلوس جذبات عوام پر اثر ڈالنے کے لیے ہر ایک قوم نکالتی رہی ہے۔ اگر یہ مفید نہ ہوتے اور محض ایک کھیل تماشا ہی ہوتا تو عقلائے روزگار ہرگز اسکو عمل میں لاتے

اب رہیں مجلسیں تو ان کے فوائد کا تو ٹھکانہ ہی نہیں۔ عشرہ محرم میں برابر مجلسوں

میں ذکر توحید حضرت رب العزت ہوتا ہے - اثبات نبوت کیا جاتا ہے معجزات
انبیاء و مصائب انبیاء و اوصیا اور ظلم کفار و منافقین وغیرہ کا حال بیان کیا
جاتا ہے - دوسرے مصائب آئمہ ہدیٰ خصوصاً جناب امام حسین علیہ السلام اور ان کے
اعزہ و انصار کو روشنی میں لایا جاتا ہے - ان کے شاندار کیرکٹر کو دکھلا کر لوگوں
کو اُن کے قدم بقدم چلنے کی ہدایت کی جاتی ہے - ظلم و جور کے بُرے نتائج
کا ذکر کیا جاتا ہے - تیسرے بہت سے خیرات و صدقات عمل میں لاتے ہیں - چوتھے
ان مخصوص ایام میں بہت سے لوگ افعال بد کے ارتکاب سے اور منہیات و
ممنوعات کے بجالانے سے محفوظ و مصئون رہتے ہیں پانچویں انہیں مجلسوں کی وجہ
سے عوام کو بہت کچھ مذہبی معلومات ہو جاتی ہے اور ان کے ایمان میں ایک بڑی
حد تک رسوخ پیدا ہو جاتا ہے - چھٹے مسلمانوں کا اجتماع شوکت اسلام کو ظاہر
کرتا ہے جس سے دوسرے ادیان کے لوگوں پر جمعیت اسلام کا رعب طاری ہوتا
ساتویں ان ایام میں اکثر ایسے خوارق عادات امور بھی آجاتے ہیں جن سے
بہت سے غیر ادیان کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں -

کریم :- بھئی محسن یہ سب کچھ سہی - لیکن ذرا اس بات پر بھی تو غور کرو کہ اس
تعزیہ داری کی بدولت ہر سال کسقدر روپیہ مسلمانوں کا فضول خرچ ہو جاتا ہے
کیا اسکو مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں کچھ دخل نہیں کیا یہ اسراف کی حد
سے خارج ہے -

مُحسن :- یہ ہرگز اسراف نہیں -

کریم :- کیوں ؟

مُحسن :- میں پہلے ثابت کر چکا کہ تعزیہ داری امر مباح اور امور خیر پر مشتمل ہے
اور خیر میں اسراف نہیں ہوا کرتا - بھئی غور تو کرو لوگ تو حمایت دین میں جانیں

جانیں تک قربان کر دیتے ہیں اگر ہم حمایت دین اور اجرائے امور خیر میں اپنا مال لُٹا دیں تو کیوں باعث طعن ہے۔ خوش نصیب ہے وہ صاحب مال جس کا مال امور خیر میں صرف ہو۔ بھئی کیا غضب کی بات ہے مسلمان ہر سال لاکھوں روپیہ اپنی عیش پرستی ناموری اور جاہ طلبی میں فضول لٹا دیتے ہیں مگر کوئی لب کشائی نہیں کرتا شادیوں میں موت کی جوت دکھائی جاتی ہے مگر کوئی دم نہیں مارتا۔ دنوں کی حرتیاں چاندی کے چبوتروں پر نکلتی ہیں مگر کوئی اسراف نہیں کہتا۔ ہزارہا دنیوی معاملات میں لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا چلا جاتا ہے مگر کسی واعظ یا ہمدرد قوم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لیکن عزاداری میں جو اخراجات ہوتے ہیں اس پر ہر شخص کے کان کھڑے ہوتے ہیں اور چار طرف سے اسراف کے نعرے مارے جاتے ہیں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سبب عزاداری نہیں بلکہ ناجائز رسم و رواج کی پابندی اور خلاف شرع امور کی بجا آوری اور عیش پسندی و نام و نمود کی دھن ہے۔

کریم :- جواز تعزیہ داری کے متعلق اگرچہ آپ نے پہلے بیان فرمایا ہے لیکن ابھی میری کافی تسکین نہیں ہوئی کچھ اس پر اور روشنی ڈالیے۔

محسن :- بہت خوب اور ثبوت لیجئے صاحب جامع الاصول نے سنن ابوداؤد سے نقل کیا ہے۔

عن عائشۃ قالت قدم رسول اللہ
عن غزوۃ تبوک او حنین وفی سہوتہا ستر
فہبت ریح فکشفت ناحیۃ الستر
عن بنات عائشۃ فقال ما ھذا
یا عائشۃ قالت بناتی ورأی بینھن

یہ روایت حضرت ام المومنین عائشہ سے ہے کہ جب رسول اللہ غزوہ تبوک سے واپس اپنے گھر آئے تو اس وقت ایک پردہ پڑا ہوا تھا ہوا چلی تو پردہ کا ایک گوشہ اٹھ گیا اور حضرت عائشہ کی گڑیاں دکھلائی دیں حضرت نے فرمایا اے

فرسا لہ جناحان من رقاع فقال
ما ھذا الذی اری وسطھن قالت
فرس قال ما ھذا الذی علیہ
قالت جناحان قال ما
للفرس جناحان قالت
اما سمعت کان لسلیمان (ع)
خیلا لھا اجنحۃ قالت فضحک
حتی رأیت نواجذہ

عائشہ یہ کیا ہے کہا میری گڑیاں ہیں حضرت نے
ان کے درمیان ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو بازو
تھے فرمایا یہ کیا ہے۔ کہا گھوڑا ہے فرمایا یہ
اسکے اوپر کیا چیز ہے کہا بازو فرمایا گھوڑے
کو بازو سے کیا کام کہا کیا آپ نے نہیں سنا
کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے بازو رکھتے تھے
یہ سنکر حضرت اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں
ہو گئے۔

اسی روایت پر غالباً نظر رکھتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ "در تصویرات بنات رخصتی ہست" یعنی گڑیوں کا بنانا جائز ہے۔

اور جمع بین الصحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

کنت العب بالبنات
عند النبی وکانت
لی صواحب یلعبن معی فکان
رسول اللہ اذا دخل ینقمعن
منہ فیسر بھن فیلعبن معی

میں رسول اللہ کے گھر میں گڑیاں کھیلا کرتی
تھی اور میرے ساتھ اور لڑکیاں بھی ہوا کرتی تھیں پس
پس جب رسول اللہ آتے تھے تو وہ حجرہ میں
چھپ جاتی تھیں پس حضرت انکو میری طرف بھیجتے
تھے اور میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا گڑیاں بنانا اور کھیلنا نظر رسالت میں مذموم نہ تھا۔ حالانکہ وہ ذی روح کی تصاویر ہوتی تھیں پس ایسی صورت میں آپ تعزیہ کو کیونکر ناجائز قرار دے سکتے ہیں جبکہ وہ غیر ذی روح کی تصویر ہے۔ اور سنئے۔ کتاب دلائل الخیرات میں تصویر بیت اللہ و مدینہ منورہ

والبقیع مع نقل قبور و نقل روضۂ مبارک حضرت رسولخدا اور نقل قبور حضرت ابوبکر وعمر بنا کر یہ عبارت بھی تحریر فرمائی ہے۔ ھذہ صورۃ روضۃ المبارکۃ التی دُفِنَ فیھما رسول اللّٰہ و صاحباہ (یہ تصویر ہے اس روضۂ مبارک کی جس میں رسول اللہ اور ان کے دو صحابی مدفون ہیں) اور کتاب فرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے کہ قبر شریف کے تصویر بنانے سے یہاں یہ فائدہ ہے کہ جس کو عین روضہ مقدسہ کی زیارت نصیب نہیں ہے وہ اس تصویر کو دیکھے اور از روئے محبت واشتیاق اسپر بوسہ دے اکثر بزرگوں نے اس شکل مبارک کے بہت سے خواص وبرکات ذکر کئے ہیں جو تجربہ میں بھی آتے ہیں۔ اب فرمائیے آپ کو تعزیے کے جواز اور اسکو بوسہ دینے میں کیا تامل ہے۔ کیا تعزیہ ایک قبر کی تصویر نہیں خدا کیلئے بھائی کریم ذرا عقل سے کام لو۔

کریم :۔ یار عزیز جو بات عقل میں نہ آئے دل اُسے کیونکر مانے مجھے رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ ہنود جو پتھر کی مورتوں کو پوجتے ہیں تو اس میں اور تعزیہ میں کیا فرق ہے وہ بھی ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔ تعزیہ بھی ہمارے ہاتھ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔

محسن :۔ بھئی کس قدر غضب کی بات ہے کہ تم مورتوں کا قیاس تعزیہ پر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارا قیاس بالکل غلط ہے کیونکہ مورتیں جانداروں کی تصویر ہوتی ہیں اور تعزیہ بیجان چیز کی تصویر ہے۔ دوسرے وہ مورتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ہم تعزیہ کی تعظیم کرتے ہیں تعظیم اور پرستش میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پرستش تو سوائے خدا کے اور کسی کے لئے زیبا نہیں۔ لیکن تعظیم کا حکم تو صراحتاً پایا جاتا ہے کیا آپ کو آیۂ من یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب (جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم بجا لائے گا تو یہ اسکے تقوی کا نشان ہے) یاد نہیں اور یہ آپکو

معلوم ہو۔ کہ شعائر اللہ جاندار اور بے جان دونوں چیزیں ہیں۔ مثل صفا و مروہ اور بُدنہ (قربانی کا اونٹ) جیسا کہ فرمایا ہے۔ ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ اور فرماتا ہے والبدنۃ من شعائر اللہ۔ پس کیا ان چیزوں کی تعظیم بت پرستی میں داخل ہے۔ اگر یہ بت پرستی نہیں۔ تو پھر تعزیہ کی تعظیم کیوں بت پرستی قرار دی جائے۔ کیا یہ شعائر اسلام سے نہیں ہیں؟ مولوی عبدالواحد خاں نبیرہ مولوی عبدالعلی بحر العلوم کے رسالہ ازالۃ الاوہام کا ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اُنھوں نے تعزیہ حسینؑ کو شعائر اسلام میں سے قرار دیا ہے۔ اگر کسی بیجان چیز کی تعظیم کا حکم ہمکو نہوا ہوتا۔ تو البتہ ہم تعزیہ کی تعظیم کو بت پرستی خیال کر سکتے تھے۔ کیا مسلمانوں کو حجر اسود کے بوسہ دینے کا حکم نہیں ہے۔ پس کیا یہ بوسہ دینا بت پرستی میں داخل ہے۔ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ تو پھر تعزیہ کو بوسہ دینا کیوں بت پرستی ہوگی۔ اب اور تعظیموں کا حال بھی سن لیجئے۔ قاضی عیاض شفا میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

من رای اولادی ولم یقم قیاما ابتلاہ اللہ تعالی ببلاء لا دواء لہ

جو میری اولاد کو دیکھے۔ اور کھڑا نہ ہو تو خدا اُسکو ایسی بلا میں مبتلا کریگا جسکی کوئی دوا نہو گی

اُس کے علاوہ فتاوائے عالمگیری میں ہے۔

فلیتوجہ الی قبرہ صلعم فیقف عند راسہ الی قولہ ویضع یدہ الی جانب القربۃ فہو اہیب واعظم الحرمۃ و یقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البہیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ کذا فی الاختیار شرح المختار۔

پس چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کی قبر کی طرف متوجہ ہو اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو اور قبر کی دیوار پر اپنا ہاتھ نہ رکھے۔ کیونکہ وہ اپنی حرمت کی وجہ سے صاحب ہیبت و عظمت ہے اور اس طرح مودب کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حضرت کی صورت مبارک کو اسطرح ذہن میں لائے گویا کہ وہ حضرت اپنی قبر میں سو رہے ہیں اور اسکا حال جانتے اور اسکی

کلام ملتے ہیں۔ اور ایسا ہی مضمون اختیار شرح مختار میں بھی ہے۔
پس اب فرمایئے۔ جب قبر رسولؐ کی دیوار کی عظمت و حرمت اس حد تک ثابت ہے۔ اور اسکا بجالانا حرام نہیں اور بت پرستی میں داخل نہیں۔ تو پھر تعزیہ کی تعظیم کیوں بت پرستی قرار دیگئی میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ تعزیہ کا بنانا ایک امر مباح ہے۔ اور گریہ و بکا کا ذریعہ اور حسینؑ کے مصائب پر رونا اُن کی محبت کی نشانیوں میں سے ہے۔

کریم۔ مگر سچی محبت کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ افعال میں اُن کی تاسی کیجائے۔ اور اُن کے احکام کو مانا جائے۔ ورنہ محض رونے سے کیا ہوتا ہے۔

محسن۔ بیشک محبت کامل و خالص اسی کا نام ہے کہ حضرت کا تابع ہو۔ چنانچہ ملا محمد رفیع اعلی اللہ مقامہ ابواب الجنان میں یہ حدیث کافی سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا جناب امام جعفر صادقؑ نے انا لا نعد الرجل مومنا حتی یکون لجمیع امرنا متبعا مریدا یعنی ہم مرد مومن اُس شخص کو سمجھتے ہیں۔ جو تمام احکام میں ہمارا تابع اور مرید ہو۔ پس خوش نصیب اُس شخص کے جو تمام احکام میں حضرات اہلبیت علیہم السلام کا اتباع کرے ورنہ جسقدر جس سے ممکن ہو۔ بجا لائے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیے۔ کہ رونا علامت محبت ہے۔ اور محبت ضرور اتباع کی طرف لے جاتی ہے۔

کریم۔ لیکن برادر اس صورت میں حضرات اہلبیتؑ کا اتباع کہاں تک مانا جا سکتا ہے جبکہ لوگ ہزارہا روپے عزاخانوں کی تعمیر اور اُنکی زینت میں صرف کرتے ہوں۔ اور ہر سال بانس اور ابرک اور پنے وغیرہ کے تعزیوں میں صدہا روپیہ خرچ کرتے ہوں درانحالیکہ بہت سے سیدزادے ٹوٹے پھوٹے گھروں میں فاقہ پر فاقہ کر رہے ہوں۔ کیا حضرات اہلبیتؑ کی ارواح مطہرہ اس عمل سے خوش ہوتی ہونگی۔

محسن۔ بھائی صاحب خیرات و مبرات ایک ہی قسم کی نہیں ہوتیں۔ اور نہ صرف ایک ہی مقصد کا اُن سب میں لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بلکہ مختلف کام مختلف اُمور کو پیش نظر رکھ کر

لئے جاتے ہیں۔ ایک شخص سیکڑوں روپیہ لگاکر سرائے تعمیر کراتا ہے۔ کیا آپ اُسپر یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ کہ اُس نے یہ روپیہ بھوکوں اور محتاجوں کو کیوں نہیں دیا۔ اسی طرح ایک شخص کنواں کھدواتا ہے۔ تو کیا آپ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ اُس نے ننگوں کو لباس کیوں نہیں بنوادیا۔ ایک شخص کسی نہر پر پل بنواتا ہے۔ کیا آپ اُسپر یہ الزام لگا سکتے ہیں۔ کہ چونکہ اُسنے بےگھروں کا گھر نہیں بنوایا۔ لہٰذا قابل ملامت ہے۔ اگر یہی بات ہی تو آپ اونچی اونچی شاندار مسجدیں نہ بنوائیے اور وہ سب روپیہ محتاجوں اور فقیروں پر تقسیم کردیجئے۔ اسی طرح جو صدہا روپیہ ہر سال محفل میلادِ نبوی کے انعقاد میں صرف کیا جاتا ہے۔ وہ مہربانی فرماکر ان واجب الاحترام سیدوں ہی کو دلادیا کیجئے جو حالت افلاس میں ہیں۔ کیونکہ اُن کے ساتھ رعایت کرنے کو رسولِ خداؐ نے اپنے ساتھ رعایت کرنا فرمایا ہے۔ کیا اس طرح میلاد کی محفلوں میں روپیہ صرف کرنے اور اولادِ رسولؐ کی خبر نہ لینے سے آپ رسول اللہؐ کو خوش کر سکتے ہیں۔ بس اس بارے میں جو جواب آپ کا ہے وہی ہمارا ہے۔ کیا ان محفلوں میں مجالس حسینؑ اور تعزیہ داری سے کچھ کم اہتمام اور خرچ کیا جاتا ہے۔ اب ذرا ان محفلوں میں خرچ کرنے کا ثواب بھی صاحب مواہب لدنیہ کی زبان سے سُن لیجئے۔ جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ابن جزری کہتا ہے۔ کہ جب ابولہب جیسے کافر کے عذاب میں جسکی مذمت قرآن شریف میں وارد ہے۔ بہ سبب مولد نبیؐ کی خوشی کرنے کے تخفیف ہوگئی۔ تو کیا حال ہوگا اُس مسلم موحد کا جو اُمت آنحضرتؐ سے ہو۔ اور اُن کے مولد کی خوشی کرے۔ اور جو کچھ ممکن ہو۔ اُن کی محبت میں خرچ کرے میں قسم کھاکر کہتا ہوں۔ کہ بیشک خدا ایسے شخص کی اور کوئی جزا نہیں۔ کہ وہ اپنے فضل سے اُسکو جنات نعیم میں داخل کرے۔ یہی وجہ ہے کہ روز مولد نبیؐ لوگ محفلیں کرتے ہیں۔ کھانے کھلاتے ہیں۔ اور اُن شبوں میں تصدق کرتے ہیں اور خوشی کا طرح طرح سے اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں کے حاصل کرنے کیلئے

انواع واقسام کے اہتمام کرتے ہیں۔ اور اُن محفلوں کی برکتیں قسم قسم سے اثر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ تمام سال امان رہتی ہے۔ مطلب جلد حاصل ہوتے ہیں۔ رحمت ہو اُسپر جو مولد مبارک کی شبوں میں عید قرار دے اور سخت صدمہ پہونچے اُس شخص پر جو اس سے انکار کرے۔ اب فرمایئے ان اخراجات کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ بے محل ہیں ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر عزاخانوں کی تعمیر اور تعزیہ داری میں جو روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ وہ کیوں بے محل ہے۔

کریم۔ لیکن محافل میلاد تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں۔ اور تعزیہ داری جدید ہے۔

محسن۔ یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں ان محفلوں کا رواج نہ تھا بلکہ یہ تو تیسری صدی سے رائج ہوئی ہیں۔ جیسا کہ محمد بن علی دمشقی نے سبل الہدا و الرشاد میں حافظ ابو الخیر سخاوی سے نقل کیا ہے۔ اب میں آپ پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تعزیہ داری کرنے والوں نے اولاد رسولؐ کو اس طرح نہیں بُھلایا۔ جیسا محفل میلاد کرنے والوں نے بھلایا ہے۔ ہر سال ماہ محرم میں سادات اور غیر سادات دونو کی طرف سے برابر حسب حیثیت سادات اور دیگر محتاج مومنین کی برابر خدمت ہوتی رہتی ہے۔ اور جو جس سے ممکن ہوتا ہے۔ فقرا کی اعانت میں حصہ لیتا ہے۔ چونکہ تعزیہ داری کے ساتھ بہت سی اغراض دینی وابستہ ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو بہت کچھ مذہبی معلومات بھی ہو جاتی ہے۔ لہذا جو کچھ ان میں صرف ہوتا ہے وہ بالکل حق بجانب اور خیر ہے

کریم۔ یہ میں نے مانا کہ تعزیہ بنانا مباح بھی ہے۔ جائز بھی ہے اور اُسکی تعظیم بجالانا درست بھی ہے لیکن حقیقت کے جاننے والے تو بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں۔ ورنہ عوام الناس تو اُسکو اُسی طرح پوجتے ہیں۔ جیسے ہنود مورتیوں کو۔ اگر اور تمام خرابیوں سے قطع نظر بھی کی جائے۔ تو کیا یہی ایک بات کچھ کم ہے۔ کہ اس سے ہزار ہا جاہل مسلمان گمراہ ہو جاتے ہیں اور ایسے ایسے اُمور بجالاتے ہیں جو کُھلم کُھلا اُن کو کفر اور شرک کے دائرہ میں داخل کرتے

والے ہیں۔ بہت سے جاہل اُسکو سجدہ کرتے ہیں۔ اُس کے آگے بحال ادب کھڑے ہو کر منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ کوئی عرضی لکھکر لٹکاتا ہے۔ کہ مجھے بیٹا دیجئے۔ کوئی سہرا چڑھاتا ہے۔ کہ مجھے نوکر کرا دیجئے۔ کوئی احمق معمولی لکڑی اور بانس کی کھپچیوں پر جسکو نہ سردی سے علاقہ ہے نہ گرمی سے نہ اُس میں جان ہے نہ احساس نہ معلوم کیا سمجھ کر سجدہ جھک جاتا ہے۔ پس آپ ہی فرمائیے یہ ضلالت اور گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تمام اعمال کفار و مشرکین کے سے نہیں۔ تو اور کس کے سے ہیں۔ کیا اُن کو روکنا ہر مسلمان کا فرض نہیں ہے؟ کیا یہ سب باتیں تعزیہ داری کی بدولت نہیں ہوتیں۔ اگر ہوتی ہیں۔ تو پھر آپ کا تعزیہ یقیناً عام مسلمانوں کی گمراہی کا قوی سبب ہے اور ایسی صورت میں اسکا بنانا کسی طرح جائز نہیں۔

محسن۔ بھائی صاحب آپ کا یہ فرمانا بالکل غلط ہے۔ کہ لوگ تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں ہم نے تو خاص کیا کسی عام شخص کو بھی ایسا نہیں کرتے دیکھا۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسا کرے بھی۔ تو وہ تعظیماً زمین بوسی کرتا ہوگا۔ نہ کہ سجدۂ تعبدی اور زمیں پر بوسہ دینا مستلزم کفر نہیں چنانچہ شرح اشباہ النظائر میں جو کتب معتبرۂ اہلسنت سے ہے۔ بحوالہ مختصر الفتاوی الظہیریہ ابو منصور سے نقل کیا گیا ہے۔ اذا قبّل احد بین یدی السلطان الارض او انحنا له او طاطاء راسه له لا یکفر لانه یرید تعظیمه لا عبادته۔ (اگر کوئی شخص بادشاہ کے آگے زمین کو بوسہ دے۔ یا پشت خم کرے یا اُس کے سامنے سر جھکائے۔ تو یہ کفر نہیں۔ کیونکہ وہ اسکی تعظیم کا ارادہ کرتا ہے۔ نہ کہ اُسکی عبادت کا) مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں باب زیارت قبور میں فرماتے ہیں "در بعضے روایات فقہ بوسہ دادن تجویز دادہ اند و نیز آمدہ است"۔ اسکے علاوہ ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ مشائخ چشتیہ کو جو حضرات اہلسنت کے نزدیک اکمل اولیاء کرام سے تھے۔ لوگ سجدہ کرنا بھی

جائز جانتے تھے۔ مثلاً جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ اور شیخ فرید الدین شکر گنج اور
سلطان المشائخ شیخ نظام الدین کے مرید اور معتقد ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے
تو اُن کو سجدہ کرتے تھے۔ اور اُن مشائخ میں سے ہر ایک اپنے پیر و مرشد کو سجدہ کرتا تھا۔
فوائد الفواد میں جو کتب معتبرہ متداولہ میں سے ہے مولانا برہان نسفی کی حکایت کے بعد
لکھا ہے دو بعد ازاں کہ بزمین خلق سے آیند و روے بر زمین مے آرند چوں پیش شیخ الاسلام
فرید الدین و شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہما العزیز منع نبود من ہم منع نمی کنم
دریں میاں بندہ عرضہ داشت کرد کہ این کس کہ پیش مخدوم روے بر زمین می آرد۔
در آن او را مریدی حاصل میشود نفس او می شکند اما مخدوم بزرگ کردہ خدا سبب بزرگ
او از خدمت کردن مرید متعلق نیست بعد ازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر دریں باب حکایت
فرمود کہ دریں روزہائے گذشتہ یکے آمدہ بود مردے بزرگ زادہ سیاحت کردہ شام و روم
دیدہ چوں بیامد بہ تہنیت دریں میاں وحید الدین قریشی در آمدہ و چنانچہ رسم
خدمتگاران ست خدمتے کرد و سر بر زمین نہاد و آں مرد کہ نشستہ بود بانگ برو
زد کہ مکن سجدہ جائے نیامدہ است دریں باب عبدہ کردن گرفت من نخواستم
کہ با و بحیث شوم چوں بسیار دریں غلو کرد ایں قدر گفتم کہ بشنو غلبہ مکن ہر امر یکہ
فرض بودہ باشد چوں فرضیت برخیزد استحباب باقی ماند چنانچہ صوم ایام بیض و
عاشورہ بر امم ماضیہ فرض بود در عہد رسول علیہ السلام روزہ رمضان فرض شد
ان فرضیت ایام بیض و عاشورہ برخاست اما استحباب باقی ماند ہمیں طور سجدہ در میان
امم ماضیہ مستحب بود چنانچہ تحیت مر بادشاہ را و حق گزاردن استاد را و امت پیغمبر را چوں
عہد رسول شد آں سجدہ برخاست اگر استحباب رفت اباحت ماند اگر مستحب نباشد مباح
و نفی و منع از کجا آمدہ است چوں ایں قدر بگفتم ہیچ نتوانست گفت یعنی اس کے بعد کہ
لوگ میرے پاس آتے ہیں اور منہ زمین پر رکھتے ہیں چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین اور

شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ نے ایسا کرنے سے منع نہیں کیا۔ لہذا میں بھی منع نہیں کرتا ہوں۔ اس اثنار میں بندہ نے عرض کیا۔ کہ جو شخص مخدوم کے سامنے سر جہکاتا ہے۔ اُسکو مریدی حاصل ہوتی ہے۔ اور نفس اُسکا شکست کہاتا ہے۔ لیکن مخدوم تو خدا کا بزرگ کیا ہوا ہے۔ اُسکی بزرگی مرید کے خدمت کرنے سے متعلق نہیں۔ اسکے بعد خواجہ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ پچھلے دنوں میں ایک بزرگ زادہ شام در دم کی سیاحت کرکے آیا تھا اور میرے پاس بیٹھا تھا۔ کہ اس اثنار میں وحید الدین قریشی آیا۔ اور جیسا کہ خدمت گاروں کا طریقہ ہے سلام کیا۔ اور سر زمین پر رکھ دیا۔ اُس شخص نے یہ دیکھ کر ڈانٹا کہ سجدہ مت کر۔ ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور اس بارہ میں اُس سے جھگڑا کرنے لگا۔ میں نے اول تو اُسے جواب دینا نہ چاہا۔ لیکن جب بات حد سے بڑھ گئی۔ تو لامحالہ مجھے بولنا پڑا۔ اور کہا کہ جو امر فرض ہو جب اُسکی فرضیت برطرف ہو جاتی ہے۔ تو استحباب باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ صوم ایام بیض و عاشورہ پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔ عہد رسول خدا میں روزہ رمضان فرض ہوا۔ اور ایام بیض و عاشورہ کی فرضیت اُٹھ گئی۔ لیکن استحباب باقی رہا۔ اسی طرح سجدہ امم سابقہ میں مستحب تھا۔ چنانچہ رعیت بادشاہ کو سجدہ کرتی تھی۔ اور شاگرد اُستاد کو اور اُمت اپنے زمانہ کے پیغمبر کو۔ پس وہ سجدہ اُٹھ گیا۔ اور استحباب جانے کے بعد اباحت باقی رہ گئی۔ پس اگر مستحب نہ ہو تو مباح کی نفی کہاں آئی ہے۔ مینے جو یہ بیان کیا تو وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔

اگر ہم بفرض محال یہ تسلیم بھی کریں۔ کہ بعض جاہل تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں تو یہ سجدہ اُنکا ازراہ تعظیم ہوگا۔ نہ ازراہ عبادت اور یہ موافق اکثر علمار موجب کفر اور باعث ملامت نہیں چنانچہ کافی میں جو فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہے ذکر شہید میں لکھا ہے لا یکفر بھذا السجود لغیر اللہ لانہ یرید بہ التحیۃ دون العبادۃ۔ شہید کو سجدہ کرنے والا اپنے اس سجدہ کی وجہ سے جو غیر خدا کے لیے ہے کافر نہیں ہوتا۔

کیونکہ وہ اس سے تعظیم کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ عبادت کا) شرح اشباہ ونظائر میں ہے۔
قال اکثرھم ھو ای السجود علی وجوہ ان اراد بہ العبادۃ یکفر و ان اراد بہ التحیۃ لا یکفر و لا یلوم علیہ فی ذلک (اکثر علماء نے کہا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے سے اگر مراد عبادت ہو تو کفر ہے اور اگر مراد تعظیم ہو تو کفر نہیں اور کرنے والے پر کو ملامت بھی نہیں) ملکہ اور سنیے آپ کے بعض علماء نے تو اکبر بادشاہ تک کے لئے سجدہ کو جائز کر دیا تھا منتخب التواریخ میں ملا بدایونی قاضی نظام بدخشی ، الملقب بقاضی خان کے حال میں لکھتے ہیں "اول کسیکہ اختراع سجدہ پیش بادشاہ کرد در فتح پور او بود ملا عالم کابلی بحسرت می گفت دریغ کہ مخترع ایں امر شدم" (پہلا وہ شخص جسنے فتحپور میں بادشاہ کیلئے سجدہ کا اختراع کیا یہی تھا اور ملا عالم کابلی حسرت سے کہا کرتا تھا افسوس میں اس امر کا مخترع ہوا) چنانچہ یہ رسم خاندان تیموریہ میں شاہجہاں کے جلوس تک جاری رہی جیسا کہ ابو طالب شاہجہان نامہ میں لکھتا ہی

دریں خاندانِ شرف رسم بود	بہنگام تعظیم شاہاں سجود
شہنشاہ روشن دل حق پرست	ہمانذم کہ بر تخت شاہی نشست
لبش درفشاں شد بایں حکم باز	کہ از سجدہ مردم کنند احتراز
شہنشاہ با حق نہ جست اشتراک	کہ سجدہ بود خاص یزدان پاک
رسانند ارباب دولت بعرض	کہ تعظیم ایں دودمان ہست فرض
اگر شاہ از سجدہ دارد ابا	زمیں بوس آرند مردم بجا
زمیں بوس را سرور حق شناس	پذیرفت از ایشان بصد التماس
زمیں بوس تا شبہہ با سجود	نگردد بدیشاں مقرر نمود
کہ لب را رسانند بر پشت دست	نسازند رخ از خاک جائے نشست
زمیں بوس را نیز از اہل حال	زسادات و ارباب فضل و کمال

زگوشہ نشینان آئینہ صاف　　　　نمود از رہ قدر دانی معاف

اس سے زیادہ عجیب بات یہ سنئے بشیر بن غیاث مریسی کہ جو فقہ میں ابو یوسف قاضی صاحب ابوحنیفہ کا شاگرد تھا اس امر کا قائل ہے کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا بھی کفر نہیں جیسا کہ یاقوت حموی کتاب معجم البلدان میں لکھتا ہے وحکی عنہ اقوال شنیعۃ کقولہ ان السجود للشمس والقمر لیس بکفر (اس کے اقوال شنیعہ بہت سے بیان کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر نہیں)

علاوہ بریں عوام کے تعزیہ کو سجدہ کرنے سے بناء تعزیہ کی حرمت کیونکر لازم آتی ہے بالفرض اگر کوئی شخص پیغمبر خدا یا آنحضرت کی قبر شریف کو سجدہ کرنے لگے تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا لیکن اس سے آنحضرت کی ذات پر یا قبر مبارک پر کیا حرف آسکتا ہے. علماء کا اس صورت میں یہ فرض ہے کہ لوگوں کو سجدہ سے منع کریں نہ یہ کہ زیارت قبر رسول یا ذکر رسول اسی طرح اس وقت کے علماء کو چاہیئے کہ وہ جہال کو تعزیہ کے سامنے سجدہ کرنے سے روکیں نہ کہ تعزیہ داری کی حرمت کا اثبات کرنے پر اتر پڑیں۔

مجھے امید ہے کہ اس جواب سے آپ کو امر تعظیم کے متعلق تو تشفی ہو گئی ہوگی اب رہا جھکنا جو ایک امر تعظیمی ہے اور حاجت طلبی جو طلب شفاعت ہے تو اسکے متعلق یہ ہے کہ گو اسکی فعل عوام ہے لیکن مذہب اہلسنت کی رو سے وہ بھی قابل تشنیع نہیں چنانچہ فوائد الدرایہ شرح الہدایہ میں ہے۔ یجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالیٰ بالقیام واخذ الیدین والانحناء (سوائے خدا کے دوسروں کے لئے بھی تعظیماً کھڑا ہونا اور ہاتھ باندھنا اور جھکنا جائز ہے) شیخ عبدالحق صاحب جذب القلوب میں فرماتے ہیں "در وقت سلام آنحضرت صلعم و وقوف در آنجناب باعظمت دست راست بر دست چپ بنہد چنانچہ درحالت نماز" (جب کوئی حضرت پر سلام بھیجے یا روضہ مبارک میں کھڑا ہو۔ تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اسی طرح رکھے جیسے حالت نماز میں) رسالہ غایۃ المرام صے پر لکھا ہے۔

سائر فضلاء کرام و علمائے اعلام دار السلام مکہ و مدینہ
زادہما اللہ شرفاً بنا بر استحسان و استحباب قیام وقت
ذکر مولد شریف فتویٰ دادہ و عمل آن را حجۃ الاکتساب
سعادت دارین شمردہ اند چنانچہ شیخ الشیوخ
سید جعفر مدنی رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ میلاد
فرمودہ وقد استحسن القیام عند
ذکر مولدہ الشریف تعظیما لہ صلعم لاشک
فی استحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ عن
الثواب الحظ الاوفر والخیر الاکبر

مکہ و مدینہ کے تمام علماء نے ذکر مولد نبی کے
وقت کھڑے ہونے کیلئے استحسان و استحباب
کا فتویٰ دیا ہے اور اس عمل کو وسیلہ اکتساب
سعادت دارین گمان کیا ہے چنانچہ
شیخ الشیوخ سید جعفر مدنی رسالہ میلاد
میں فرماتے ہیں۔ کہ مستحسن ہے قیام وقت
ذکر مولد نبی بغرض آنحضرت کی تعظیم کے
اور اس امر کے استحسان و استحباب میں کوئی
شک نہیں ایسا کرنے والے کو بہت بڑا ثواب ملیگا

پس جب امور تعظیمی مثلاً کھڑا ہونا۔ ہاتھ باندھنا۔ اور جھکنا غیر خدا کے لیے جائز ہیں اور ذکر مولد شریف آنحضرت صلعم کے وقت کھڑے ہونے والے مستحق اجر عظیم قرار پاتے ہیں۔ تو پھر نقل تعزیہ جناب امام حسین علیہ السلام کی تعظیم مگس رانی سے کرنا کیوں ناجائز ہوگا۔ اب رہی تیسری بات یعنی منتیں ماننا۔ دعائیں مانگنا۔ تو خواص کا تو ذکر ہی کیا۔ عوام میں سے بھی کوئی شخص یہ سمجھکر دعا نہیں مانگتا کہ معاذ اللہ حسین علیہ السلام خدا ہیں۔ یا خدا کے شریک ہیں۔ یا لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ بلکہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کی دُعا سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ہوتی البتہ وہ حضرت امام حسین ع اور اُن کی ذریت طاہرہ کو واسطہ قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے اپنے مقاصد کو درگاہ صمدی میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہیں ممنوع نہیں چنانچہ صواعق محرقہ میں صحیح بخاری سے حسب ذیل روایت نقل کی گئی ہے جسکو ہم فارسی ترجمہ سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

عمر در وقتیکہ قحط وکم بارانی بود متوسل بعباس رضی اللہ عنہ
استسقا می نمود و می گفت اللّٰہم انا

حضرت عمر جس وقت کہ قحط پڑتا یا مینہ کم برستا تو حضرت
عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کراتے اور کہتے۔ خداوندا ہم

نتوسل الیک بنبینا محمد صلعم اذا قحطنا فتستقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا

نبی کو وسیلہ بناتے جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے پس تو نے مینہ عطا کیا۔ اور اب ہم وسیلہ بناتے ہیں اپنے نبی کے چچا کو پس تو ہمیں سیراب کر۔

اس روایت سے صاف ثابت ہے۔ کہ لوگوں کو دعا قبول ہونے کیلئے وسیلہ بنانا عمل صحابہ ہا ہی اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ صفحہ ۳۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں مسجد رسول میں ابو جعفر امیر المومنین نے امام مالک سے مناظرہ کیا۔ پس امام مالک نے اُس سے فرمایا کہ اپنی آواز کو نیچا کرو۔ اس مسجد میں کیونکہ خدا فرماتا ہے کا ترفعوا اصواتکم صوت النبی (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو) بیشک حرمت اور عزت رسولؐ کی بعد مرنیکے بھی وہی ہے جو حالت حیات میں تھی۔ یہ سنکر ابو جعفر روئے اور خاموشی اختیار کی پھر کہا یا ابا عبداللہ دعا کے وقت میں قبلہ کی طرف رخ کروں یا رسولؐ خدا کی طرف۔ امام مالک نے کہا۔ کوئی وجہ نہیں کہ تم رسول خداؐ سے روگردانی کرو جبکہ وہ جناب تمہارے وسیلہ ہیں اور تمہارے پدر آدم صفی اللہ کے بھی وسیلہ ہونگے۔ قیامت میں اُن سے شفاعت طلب کرو گے پس جب طلب شفاعت کرنا رسولؐ سے صحیح ہے تو اولاد رسولؐ سے کیوں صحیح نہ ہوگا بلکہ بہت سے علمائے اسلام تو انبیاء کے علاوہ دیگر اہل قبور سے بھی استمداد کے قائل ہو گئے ہیں چنانچہ صاحب کشف الغطا تحریر فرماتے ہیں۔

اکثرے را فیض فتوح از ارواح رسید امام شافعی گفتہ کہ قبر امام موسی کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ شود بوے بعد از ممات و امام رازی گفتہ کہ چوں می آید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس او را

اکثر لوگوں کو ارواح سے فائدہ پہنچا ہے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ قبر امام موسی کاظمؑ تریاق مجرب ہے۔ اجابت دعا کے لیے اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے حالت حیات میں مدد طلب کی جاتی ہے اُس سے بعد موت بھی طلب کی جاتی ہے اور امام رازی نے کہا ہے کہ جب زائر قبر کے

تعلق خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را بسبب
این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس مقابلہ
معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی
تر باشد نفس زائر مستفیض شود و اگر بالعکس بود
برعکس شود و در شرح مقاصد ذکر کردہ کہ نفع
یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس
اخیار از اموات بدرستیکہ مفارقہ را تعلقے ہست
ببدن و بہ تربتے کہ دفن کردہ ست دران پس
چون زیارت کند زندہ آن تربت را و متوجہ
میشود بسوے نفس میت حاصل میشود میان ہر دو
نفس ملاقات فالتفات و اختلاف کردہ اند
در آنکہ امداد حی قوی تر ست از امداد میت یا
بالعکس مختار بعضے ثانی ہست و درین باب
بعضے روایت کنند کہ فرمود آنحضرت صلعم چون
متحیر شوید شما در امور یعنی بر آمد کار ہا این مدد
جوئید از اصحاب قبور۔ شیخ اجل در شرح
مشکوۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب و
سند و اقوال سلف صالح چیزے کہ مخالف
و منافی این باشد و رد کند این را۔ بالجملہ
بعد از آنکہ ثابت شد کہ روح باقی ہست و او را
تعلقے خاص با جزاء بدن بود مفارقت از وے

پاس آتا ہے تو اسکے نفس کو ایک تعلق خاص قبر سے
ویسا ہی پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب قبر کے نفس
کو اور بہ سبب اُن دو نو تعلقوں کے ان دو نو
نفسوں میں مقابلہ معنوی حاصل ہو جاتا ہے پس اگر
زیارت کئے ہوئے کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہے تو
زیارت کرنیوالا فائدہ حاصل کرتا ہے ورنہ برعکس
ہوتا ہے اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت
قبور سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اموات کے
نفوس اخیار سے مدد حاصل کی جاتی ہے کیونکہ
نفس مفارقہ کو بدن سے بھی تعلق ہوتا ہے اور اُس
مٹی سے بھی جس میں وہ دفن کیا گیا ہے پس جب
زیارت کرتا ہے کوئی زندہ اُس مٹی کی اور نفس میت
کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دو نو نفسوں کے درمیان
ملاقات حاصل ہوتی ہے اور فائدہ پہونچتا ہے اس
بارے میں اختلاف ہے کہ آیا امداد زندہ کی زیادہ
قوی ہے یا مردہ کی بعضوں کا مختار یہ ہے کہ مردہ
کی اور اس بارے میں بعض نے روایت کی ہے کہ
فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جب تم متحیر ہو کاموں میں
تو اصحاب قبور سے مدد حاصل کرو اور شیخ اجل
نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ کتاب و سند و اقوال
سلف میں کوئی چیز اس خیال کی منافی نہیں پائی

و تغیر کیفیت وے نیز ہست نسبت بہ ادراک علم و شعور
بر زائران قبر وا... ل ایشان وارد۔
و ارواح مکمل کہ در حین حیات ایشان
بہ سبب قرب مکانت و منزلت از رب
العزت کرامات و تصرفات داشتند بعد
ممات چوں ہماں قرب باقی اند نیز تصرفات
دارند چنانکہ در حین حیات تعلق کلی
بجسد داشتند پس انکار استمداد از وجہ
صحیح نماند مگر آنکہ از اول امر منکر شوند
و آں خلاف منصوص ہست۔

جاتی غرض کہ یہ ثابت ہوا کہ روح باقی ہے اور اسکو
بعد مفارقت بھی بدن کے ایک تعلق رہتا ہے اور اسکو
اپنے زائر کے متعلق علم و شعور رہتا ہے جو ارواح
کاملہ حالت حیات میں قربت و کرامات رکھنے والی
ہیں بعد موت بھی وہ اسی پر باقی رہتی ہیں اور
اسی طرح تصرفات رکھتی ہیں جیسا
کہ حالت حیات میں پس اس صورت میں
ان سے مدد حاصل کرنے سے انکار کرنا
کسی طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا مگر یہ کہ امر اول
ہی انکار کر دیا جائے اور خلاف قول کا

کتاب مظہر العجائب میں ہے کہ استعانت دو قسم پر ہے ایک بطور استقلال یعنی مستعین (مدد چاہنے والا) مستعان (جس سے مدد چاہی جائے) کو حل مشکلات میں مؤثر حقیقی یا اسکو کارخانہ قدرت میں شریک اور دخیل سمجھکر اس سے حاجت چاہے یہ بیشک شرک ہے جیسے مدد چاہنی روحانیات فلکیہ آفتاب، ماہتاب، کواکب یا روحانیات عنصریہ آب، آتش خاک و باد سے یا ارواح خبیثہ، بھوانی، سیتلا شیخ سدو یا زین خاں سے یا ارواح طیبہ جیسے انبیا و اولیا و غوث و قطب سے دوسرا بطور استقلال یعنی مستعین مستعان کو حل مشکلات میں مؤثر حقیقی یا اسکو کارخانہ قدرت میں شریک و دخیل نہ سمجھے صرف انکو واسطۃ العرض جانے کہ یہ خاصان خدا ہیں ان کی عرض جناب اقدس الہی میں متوقع القبول ہے یہ بلاشک درست ہے جیسے علم احکام دین اور تہذیب وغیرہ میں انبیا و اولیا و اساتذہ سے مدد چاہنی ان دونوں استعانتوں کی تفصیل فتح العزیز میں یوں ہے کہ استعانت بغیر خدا اس طور پر کہ اسکی غیر پر اعتماد کلی ہو

اور اسکو عون الٰہی کا مظہر نہ جانے حرام ہے اور اگر التفات محض حق کی جانب ہو اور اس غیر کو عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر اس سے استعانت ظاہر کریں تو عرفان سے دور نہیں انبیاء و اولیا بھی اس قسم کی استعانت غیر سے کرتے آئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ استعانت بخدا ہے۔

پھر اُسی تفسیر میں تحریر ہے کہ ایک استعانت (۲) قسم کی ہے کہ اس میں اصلاً استقلال کا توہم متوہم نہیں نہ مشرک کے نزدیک نہ موحد کے نزدیک جیسے بھوک دور کرنے کو کھانا کھانا پیاس بجھانیکو پانی پینا راحت لینے کو سایہ میں بیٹھنا مرض دور کرنے کو علاج کرنا تلاش معاش میں امراء سلاطین کے پاس جانا۔

کریم۔ لیکن یہ بھی تو ثابت کرنا چاہئے کہ انبیا۔ واولیا وغیرہ سے موت کے بعد بھی استعانت جائز ہے یا نہیں۔

محسن:۔ اس میں علمائے اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا کسی سے استعانت درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی مشکوٰۃ کی عربی شرح میں تحریر فرماتے ہیں اما الاستمداد باھل القبور فی غیر الانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ کثیر من الفقھاء واثبتہ المشائخ الصوفیۃ وبعض العلماء (۱) اکثر فقہا نے سوائے انبیاء دیگر اہل قبور سے طلب مدد کرنے کا انکار کیا ہے لیکن مشائخ صوفیہ اور بعض علماء نے جائز جانا ہے اور بعضوں کے نزدیک انبیاء و غیر انبیاء دونوں سے استعانت منع ہے چنانچہ کتاب اربعین مسائل میں ہے کہ ہر گاہ انبیاء کا استثناء اس وجہ سے ہے کہ عالم برزخ میں شہیدوں کی طرح ان کے لئے حیات ابدی ثابت ہے تو یہ وجہ وجیہ نہیں اس واسطے کہ یہاں اور وہاں کی

حیات میں تماثل نہیں دنیا کی حیات کے احکام اور ہیں اور عقبیٰ کے احکام اور شیخ دہلوی مشکوٰۃ کی فارسی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

ظاہر انست کہ آنانکہ قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجواز استغاثت اند و آنکہ منکر اند ایں را نیز انکار کنند	جو لوگ میت کے سننے اور ادراک کرنے کے قائل ہیں وہ استغاثت کو جائز جانتے ہیں اور جو اس کے منکر ہیں وہ انکار کرتے ہیں

اور مولانا عبدالقادر دہلوی نے اپنی تفسیر موضح القرآن میں اسی امر کا فیصلہ فرمایا کہ مُردے کی روح سنتی ہے۔ پس اس صورت میں انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنا بشرطیکہ علی سبیل الاستظلال ہو نہ بطور استقلال جائز ہوا لہذا جو لوگ تعزیہ کے سامنے منتیں مانتے یا مرادیں چاہتے ہیں ان کا مقصود اصلی یہ ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو وسیلہ قرار دیں اور اُن سے اپنی سفارش کرائیں نہ یہ کہ خود حسین کو مجیب الدعوات سمجھتے ہوں۔ اب رہا تعزیہ کے سامنے ایسا کرنا تو اسکو محض بخیال برکت کہا جاتا ہے جیسا کہ مساجد و مقامات متبرکہ میں دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

پس ظاہر ہوا کہ تعزیہ خود سبب شرک نہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی جاہل اسکی حقیقت کو نہ سمجھ کر شرک کے کام کرنے لگے لیکن اس صورت میں تعزیہ بنانے سے پرہیز کرنا لازم نہ آئے گا کیونکہ اگر کوئی شخص مسجد میں شراب پینے لگے یا معاذ اللہ اس میں بول و براز کردے یا معاذ اللہ تنہائی کا مقام سمجھکر وہاں زنا کرے تو اس صورت میں مسجد کا انہدام لازم نہ ہوگا۔

کریم:- اچھا بھائی محسن یہ بتاؤ کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام آپ کے آئمہ میں سے بھی کسی نے تعزیہ بنایا ہے۔ یا وہ بھی اسی طرح مجالس کرتے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔ اگر یہ امر جائز و مباح تھا اور سبب گریہ و بکا تھا تو انکو بھی ضرور کرنا چاہئے تھا

محسن :- یہ بات ثابت ہے کہ حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام مجالس حسین کرتے تھے چنانچہ کتاب انتخاب اخبار الاحزان میں مرقوم ہے۔

ابن بابویہ بسندہ عن ابی عمارہ وروی فی ثواب الاعمال بسند آخر وروی ابن قولویہ بسندہ ایضا عن ابی عبداللہ قال قال لی یا ابا عمارہ انشدنی العبدی فی الحسین بن علی علیہما السلام قال فانشدتہ فبکی فواللہ ما زلت انشدہ ویبکی حتی سمعت البکاء من الدار فقال یا ابا عمارہ من انشد فی الحسین بن علی علیہما السلام شعرا فابکی خمسین فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین شعرا فابکی ثلثین فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین شعرا وابکی عشرۃ فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین (علیہ السلام) شعرا فابکی واحد فلہ الجنۃ ومن انشد فی الحسین (علیہ السلام) شعرا فتباکی فلہ الجنۃ

وعن ابن بابویہ عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسین بن فضال قال قال الرضا علیہ السلام من تذکر مصابنا وبکی کان معنا فی

خلاصہ یہ کہ ابو عمارہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبداللہ نے فرمایا کہ اے ابو عمارہ میرے سامنے عبدی شاعر کے وہ شعر پڑھو جو اس نے مرثیہ حسین میں لکھے ہیں پس میں نے انکو پڑھا تو حضرت رونے لگے پس واللہ میں پڑھتا تھا اور حضرت روتے رہے یہاں تک کہ میں نے آواز گریہ سے سنا پس آنحضرت نے فرمایا اے ابو عمارہ جو شخص مرثیہ حسین میں ایک شعر پڑھے اور پچاس آدمیوں کو رلا دے جنت اسکا حق ہے اور جو حسین کے مرثیہ میں کوئی شعر پڑھے اور ۳۰ آدمیوں کو رلا دے جنت اسکے لئے ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور دس آدمیوں کو رلا دے تو اسکے لئے بھی جنت ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور ایک آدمی کو رلا دے اسکے لئے بھی جنت ہے اور جو شخص ایک شعر پڑھے اور رونے والوں کی سی صورت بنالے تو اسکے لئے بھی جنت ہے

فرمایا امام رضا علیہ السلام نے جس شخص نے ہماری مصیبتوں کا ذکر کیا اور رو دیا روز قیامت ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوگا اور جس نے ہمارے مصائب کا ذکر کیا

درجتنا يوم القيامة ومن ذكر مصابنا
فبكى او ابكى لم تبك عينه يوم تبكي العيون
ومن جلس مجلسا يحيى فيه امرنا
لم يمت قلبه يوم تموت القلوب

اور خود رویا، یا دوسرے کو رُلایا۔ تو اسکی آنکھ اس
دن نہ روئیگی جس دن اور آنکھیں روئینگی۔ اور جو شخص
ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارا ذکر ہو تو اُسکا دل
نہ مردہ ہوگا اُسدن جبکہ سب دل مردہ ہوجائینگے۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں نقل فرماتے ہیں۔

انه قال حكى دعبل الخزاعي قال دخلت على
سيدي ومولاي في مثل هذه الايام فرايته
جالسا جلسة الحزين الكئيب واصحابه من حوله
فلما رآني مقبلا قال لي مرحبا بك مرحبا
بناصرنا بيده ولسانه ثم انه وسع لي في مجلسه و
اجلسني الى جانبه ثم قال لي يا دعبل
احب ان تنشدني شعرا فان هذه الايام
ايام حزن كانت علينا اهل البيت وايام
سرور كانت على اعدائنا خصوصا بني امية
يا دعبل من بكى وابكى على مصابنا ولو واحدا
كان اجره على الله يا دعبل من ذرفت
عيناه على مصابنا وبكى لما اصابنا من
اعدائنا حشره الله معنا في زمرتنا۔
يا دعبل من بكى على مصاب جدي الحسين
غفر الله ذنوبه البتة ثم انه نهض
ونصب سترا بيننا وبين حرمه

دعبل خزاعی سے مروی ہے۔ کہ میں اپنے سید و مولا
امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عشرہ محرم میں گیا
تو دیکھا کہ حضرت نہایت محزون و مغموم بیٹھے ہیں اور آپکے
گرد آپکے اصحاب ہیں حضرت نے مجھے دیکھکر فرمایا مرحبا تم
پر اے ہمارے ناصر جو ہاتھ اور زبان سے ہماری
نصرت کرے۔ پھر حضرت نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھالیا اور
فرمایا کہ اے دعبل میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم
کوئی شعر پڑھو کیونکہ یہ دن ہم اہلبیتؑ کیلئے حزن کے
دن ہیں اور ہمارے دشمنوں خصوصاً بنی امیہ کیلئے
خوشی کا زمانہ ہے۔ اے دعبل جو روئے یا رلائے ہماری
مصیبت میں تو اُسکا اجر اللہ پر ہے۔ اے دعبل
جسکی آنکھیں ہمارے غم میں آنسو بھر لائیں یا ہماری
اُن مصیبتوں پر گریہ کرے جو ہمکو دشمنوں سے پہنچیں
تو خدا اُسکا حشر ہمارے ساتھ ہماری زمرہ میں کریگا
اے دعبل جو روئے میرے جد امجد حسینؑ کی مصیبتوں پر
خدا اُسکے گناہ بخش دیگا۔ پھر حضرت اُٹھے اور ہماری

واجلس اهل بیته من وراء الستر لیبکون علی مصاب جدهم الحسین ثم التفت الی وقال لی یا دعبل ارث الحسین فانت ناصرنا و مادحنا مادمت حیا فلا تقصر عن نصرتنا ما استطعت قال دعبل فاستعبرت وسالت عبرتی وانشات	اور اپنے اہلبیت کے درمیان ایک پردہ ڈالا اور پردہ کے پیچھے اہلبیت کو بٹھایا تاکہ ہمارے جد حسین کو روئیں پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے دعبل حسین کا مرثیہ پڑھو۔ تم ہمارے ناصر ہو۔ ہمارے مداح ہو جب تک زندہ ہو ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرو جہاں تک ہو سکے۔ دعبل کہتے ہیں۔ بس یہ سنکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میں رونے لگا۔ پھر میں نے پڑھنا شروع کیا۔

رہا تعزیہ کا بنانا تو یہ ضرور حضرات آئمہ علیہم السلام کا زمانہ گزرنے کے بعد وقوع میں آیا لیکن یہ اسی طرح منجملہ امور خیر وحسن ہی جیسے محفل میلاد نبوی۔ اور اعراب قرآن مجید اور میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ ہر بدعت ضلالت نہیں ہے بل ھی منقسمۃ الی الواجب والمندوب والمباح وغیر ذلک کتدوین العلوم الشرعیۃ وبناء المدارس والرباط کما فی حاشیۃ شرح المواقف (بلکہ وہ منقسم ہوتی ہی واجب ومندوب ومباح وغیرہ میں جیسے جمع کرنا علوم شرعیہ کا اور بنانا مدارس ورابط کا جیسا کہ حاشیہ شرح مواقف میں ہے) یہ بات بدیہی ہی کہ تعزیہ داری سے کوئی امر مشروع مرتفع نہیں ہوتا وقالوا ان البدعۃ التی تتضمن لرفع امر ثابت فی الشرع فہی مردودۃ (اور علماء نے کہا ہی کہ جو بدعت شامل ہو دور کرنے پر کسی ایسے امر کے جو شرع میں ثابت ہو تو وہ مردود ہے)۔

مرثیہ خوانی کے متعلق ایک یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جناب سرور کائنات کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور صحابہؓ نے بھی مرثیہ نظم کیے تھے جو برابر گھروں اور جلسوں میں پڑھے جاتے تھے ان کے علاوہ غیبی آوازوں سے بھی مرثیے سنے جاتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

وہرکدام از اہلبیت آنحضرت وصحابہ عظام مرثیہ وفات آنحضرت و سلک انتظام کشیدند چنانچہ شیخ عبد العزیز در سر الشہادتین ہمی نویسد و تہت الہواتف المراثی۔

آنحضرت کی اہلبیت و صحابہ میں سے ہر ایک نے آنحضرت کی وفات پر مرثیے نظم کئے اور شیخ عبد العزیز نے سر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ہاتف کی زبانی مرثیے سنے گئے

پس اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ مرثیہ خوانی کی رسم قدیم ہے یا جدید اور اسکے بانی اخیار و ابرار ہیں۔ یا اشرار و کفار۔

اب رہا مصیبت حسینؑ میں رونا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام چالیس برس تک برابر غم حسینؑ میں روتے رہے۔ پس اس سے زیادہ اور کونسی رسم تعزیہ داری میں ہو سکتی ہے علاوہ برین مسند احمد حنبل میں مرقوم ہے ان من دمعت عیناہ دمعۃ علی الحسین و قطرت بوأہ اللہ بھا فی الجنۃ (یعنی جو مصیبت حسینؑ پر اپنی آنکھ سے آنسو جاری کریگا خدا اسکو بہشت میں جگہ دیگا)۔

کریم۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس تعزیہ داری کا رواج ہندوستان میں سب سے زیادہ ہے پس کیا تمام ملکوں سے زیادہ امام حسینؑ علیہ السلام کے دوست ہندوستان ہی میں ہیں۔

محسن۔ بھائی جان! یہ آپ کا فرمانا ہرگز قابل تسلیم نہیں غم حسینؑ ایسا غم نہیں کہ صرف اسکا اثر ہندوستان ہی میں ہو اور کہیں نہ پایا جائے۔ یا یہ کہ چند روز کے بعد لوگوں نے اسکو بھلا دیا ہو البتہ رسوم عزاداری میں اختلاف ضرور ہے ہر ملک اپنی اپنی ضرورتوں اور مقامی خواہشوں کی بنا پر عمل پیرا ہے لیکن نفس تعزیہ داری کا وجود ہر جگہ پایا جاتا ہے چنانچہ مولانا عبد العزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ سر الشہادتین میں یہ لکھتے ہیں۔

لیطلع الحاضرون والغائبون علی وقوعہا بل بانبلہ البکاء والحزن المستمر فی ذکر تلک الوقائع الحائلۃ فی امتہ الی یوم القیمۃ فقد بلغت نہایتہ الشہرۃ فی الملاء الاعلیٰ

ذکر حسینؑ اسلئے ہے کہ مطلع ہوں حاضر و غائب بلکہ وقوع پر بلکہ بکاو حزن دوامی کیلئے ہے اور ذکر کرنا ان وقائع ہائلہ کا امت رسولؐ میں روز قیامت تک رہے گا۔ انکی انتہائی شہرت ملاء اعلیٰ و اسفل

والاسفل والغیب والشہادۃ والجن و
الانس والناطق والصامت

وغائب وشاہد وجن وانس وناطق وصامت
سب تک پہنچ گئی ہے۔

مولانا سید محمد تقی خانصاحب فتوحات حیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا مجلسی علیہ الرحمۃ در کتاب تحفۃ الزائر روایت کردہ کہ حضرت صادق علیہ السلام بیکے از اصحاب خود گفت کہ شنیدہ ام کہ قومے از نواحی کوفہ وغیر ایشان می روند نزد قبر جدم امام حسینؑ و ندبہ و نوحہ می کنند در نیمہ ماہ شعبان بعضے قصہ ہائے جانسوز مصیبت آنحضرت ذکر میکنند و بعضے مرثیہ میخوانند گفت بلے فدائے تو شوم دیدہ آید بعضے از آنہا را کہ می فرمائید فرمود حمد و سپاس خدا وندے را کہ در میان مردم جمعے را مقرر کردہ است کہ می آیند بسوئے ما و مدح ما می کنند و مرثیہ را برائے مصیبت ما میگویند و می خوانند و دشمن ما کسانے ہستند کہ طعن کنند بر آنہا از خویشان وغیر ایشان و استہزا کنند بر ایشان و قبیح شمارند کردار ایشان را۔

حضرت صادقؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک قوم نواحی کوفہ وغیرہ سے میرے جد امام حسینؑ کی قبر کے پاس جاتی ہے اور ندبہ و نوحہ کرتی ہے نیمہ ماہ شعبان میں بعض اُن میں سے آنحضرت کی مصیبت کے جانسوز قصے بیان کرتے ہیں اور بعض مرثیہ پڑھتے ہیں اُس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں آپ نے اُن میں سے کسی کو دیکھا ہے فرمایا حمد و سپاس ہے اُس خدا کیلئے جسنے لوگوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا ہے کہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہماری تعریف کرتے اور مصیبت کا مرثیہ پڑھتے ہیں اور ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جو اُنپر طعن کرتے ہیں اپنوں اور غیروں میں سے اور اُن کا ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور اُنکے اِس فعل کو برا جانتے ہیں۔

اور کتب احادیث میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ بہشت کے درجات عالیہ میں ہمارے ساتھ ہو تو ہمارے غم سے محزون ہو۔ اور ہماری خوشی سے خوش ہو۔

واقدی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جسوقت سر مبارک امام حسینؑ اور اہلبیتؑ قیدیوں کی طرح مدینہ میں آئے تو کوئی شخص مدینہ میں ایسا نہ رہا جو شہر سے باہر نہ گیا ہو۔ وہ سب گریہ و بکا کی آواز

بلند کر رہے تھے اور زینب بنت عقیل بن ابی طالب جو مدینہ میں رہ گئی تھیں نقاب چہرہ سے
پھینک کر اور بالوں کو پریشان کر کے گھر سے باہر نکل پڑیں اور با آواز بلند کہتی تھیں۔ واحسیناؔ
وا اخوتاہ واویلاہ واحمداہ اس کے بعد یہ شعر پڑھے۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم | ماذا فعلتم و انتم خیر الامم
تم کیا جواب دو گے جب نبی تم سے کہیں گے | کہ تم نے کیا کیا در انحالیکہ تم آخر الامم تھے

باھلی و اولادی اما لکم | عھد ما انتم توفون بالامم
میری اہل اور میری اولاد کیا تمہارا کوئی | معاہدہ کہ تم پورا کرنے والے نہیں تھے جو عہد کہ جو کیا تھا

ذریتی و بنی عمی مضیعۃ | منھم اساری و قتلی ضرجوا بدم

میری ذریت اور میرے ابن عم کے بارے میں تم نے تضیع کر دیا بس ان میں کچھ تو قیدی ہیں کچھ قتل میں جو اپنے خون میں نہائے ہیں

ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم | ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم
کیا میری نصیحت کی جزا یہی تھی کہ تم میرے قرابت داروں سے اس طرح میرے بعد برتاؤ کرو

سراقہ باہلی کہتا ہے۔

عین ابکی بعبرۃ و عویل | و اندبی ان ندبت آل الرسول
اے آنکھ گریہ کر آنسوؤں کے ساتھ اور اگر تو آواز بلند کرتی ہے تو آل رسول پر کر

ابن عبدالبر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ سلیمان بن قتہ تابعی نے آنحضرت کی مصیبت میں ایک شعر لکھا انہی میں سے
ابیات ذیل ہیں

الم تران الارض اضحت مریضۃ | لفقد الحسین والبلاد اقشعرت
وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ | وانجمھا ناحت علیہ وصلت
وکانوا لنا غیثا وعادوا رزیۃ | لقد عظمت تلک الرزایا وجلت

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین بہ سبب مفقود ہونے حسین کے بیمار ہو گئی اور اہل شہر کے بدن تو پریشان ہو گئے
ہو گئے بتحقیق آنحضرت کے فقدان سے آسمان نے رونا شروع کیا۔ اور آسمان کے ستاروں نے آنحضرت پر نوحہ
کیا اور نالہ و بکا ہو گئے وہ ہمارے لیے فریاد رس تھے بس انکے فقدان سے ہماری مصیبت بہت بزرگ اور عظیم ہو گئی

صواعق محرقہ میں ہے کہ جب ام سلمہ نے آنحضرت کی خبر شہادت سنی تو فرمایا کہ خدا ان حضرت کے قاتلوں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پُر کردے اس کے بعد روئیں اور اتنا روئیں کہ غشی اُن پر طاری ہو گیا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جس وقت خبر شہادت آنحضرت حسن بصری کو پہنچی تو اتنا روے کہ دونو رخسارے اُن کے ورم کر آئے اس کے بعد فرمایا خدا خوار و ذلیل کرے اس امت کو جس نے بنت پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا۔

زہری نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جس وقت آنحضرت کی خبر شہادت ربیع بن خثیمہ کو پہنچی دیر تک روتے رہے۔

امام اہل سنت محمد بن ادریس شافعی نے آنحضرت کے مرثیہ میں فرمایا ہے۔

تاوّب قلبی والفواد کئیب   وارق عینی والرقاد غریب
تزلزلت الدنیا لآل محمد   وکادت لھم صم الجبال تذوب
فمن مبلغ عنی الحسین رسالۃ   وان کرھتہا انفس وقلوب
قتیل بلا جرم کان قمیصہ   صبیغ بماء الارجوان خضیب
یصلی علی المختار من آل ہاشم   ویغزی بنوہ ان ذا لعجیب
لئن کان ذنبی حب آل محمد   فذلک ذنب لست منہ اتوب
ھم شفعائی یوم حشری وموقفی   وحبہم للشافعی نصیب

(ترجمہ) میرا قلب آہیں بھرتا ہے اور میرا دل رنجیدہ ہے۔ میری چشم بیخواب ہے اور نیند ناپید ہے آل محمد کے لئے دنیا زلزلہ میں آگئی اور قریب ہے کہ سخت پہاڑ اس غم میں پگھل جائیں۔ کوئی ہے کہ حسین کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے اگرچہ لوگوں کے دلوں کو میری یہ محبت ناگوار ہی کیوں نہ گذرے کہ حسین وہ قتیل بلا جرم ہیں جنکی قمیص خون میں رنگی گئی۔ درود بھیجا جاتا ہے برگزیدہ اولاد بنی ہاشم پر

اور انکی اولاد صاحب عزا بنی ہوئی ہے دیکھو تو یہ کس قدر عجیب بات ہے اگر دوستی آل محمد میرے لئے جرم قرار دیا جائے تو یہ ایسا گناہ ہے کہ میں اس سے توبہ کرنے والا نہیں۔ بیشک آل محمد روز قیامت میرے شفیع ہوں اور ان کی محبت میں شافعی کو حصہ ملا ہے۔

علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ ابن الہباریہ شاعر جب کربلا کی طرف سے گذرا تو حسین پر گریہ کیا اور یہ ابیات فی البدیہہ کہے۔

لو کنت شاھد کربلا لبذلت فی	تنفیس کربک جہد بذل الباذل
وسقیت حد السیف من اعدائکم	علاً وحد السمہری الذابل
لکننی اخرت عنک لشقوتی	فبلای بین الغری وبابل
ھبنی حرمت النصر عن اعدائکم	فاقل من حزن ودمع سائل

(ترجمہ) اگر میں کربلا میں موجود ہوتا تو آپ کی جاں کنی کے وقت اپنی جان قربان کر دیتا، میں آپ کے دشمنوں کی شمشیر و نیزوں کی دھاریں دو۔ دو بار کھاتا لیکن کیا کروں بدبختی نے مجھے آخر زمانہ میں ڈال دیا ہے یہ اندوہ غری و بابل کے درمیان ہی فرض کیجئے کہ میں آپ کے دشمنوں کو دور کرنے میں آپ کی نصرت نہ کر سکا تو کیا میں حزن و اشک بہانے میں بھی کم ہوں گا۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو گیا کہ رونے اور مرثیہ پڑھنے کی رسم قدیم ہے اور نہ صرف ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے بلکہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے عمائد اس میں مصروف رہے ہیں اور شیعہ و سنی اسلام کے دونوں فرقہ یکساں غم حسین میں حصہ لیتے رہے ہیں، مگر اب زمانہ کی گردش سے ایک ایسا وقت آگیا ہے کہ بہت سے لوگ احسان حسین کو قطعاً فراموش کر کے اور ان کی محبت دل سے نکال کر ہر سال محرم میں اس بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ کسی طرح سلسلہ عزاداری کو تباہ کر کے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لیں وغیرہ

تاریخ اسلام کو اٹھا کر پڑھو تو معلوم ہو کہ ہر زمانہ کے دیندار اور انصاف پسند مسلمان غم حسینؑ کے متعلق کیا کیا کہتے اور کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں ۳۵۲ھ کے متعلق لکھا ہے۔

فیہا یوم عاشورۃ الزم معز الدولہ اہل بغداد النوح والمأتم علی الحسین وامر بغلق الابواب وغلقت فیہا السوق ومنع الطباخین فی عمل الاطعمۃ وخرجت نساء الرفضۃ ناشرات الشعور

روز عاشورہ معز الدولہ نے اہل بغداد پر لازم قرار دیا کہ وہ حسینؑ پر نوحہ و ماتم کریں۔ اور حکم دیا کہ دروازے بند کر لیں۔ بازار بند کر لیں۔ اور نان پزوں کو کھانا پکانے سے منع کیا۔ اور رافضیوں کی عورتیں بال پریشان کیے گھروں سے نکل پڑیں۔

اور اسی مورخ نے ۳۵۵ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔

فیہا اقامت الرفضۃ المأتم علی الحسین علی العادۃ المادیۃ فی ہذہ السنوات

اس سنہ میں رافضیوں نے ماتم حسینؑ اپنی دائمی عادت کے مطابق کیا۔

اور ۳۶۰ھ کے وقائع کے متعلق لکھا ہے۔

فیہا اقامت الشیعۃ عاشورا باللطم والعویل

اس سنہ میں شیعوں نے عاشورہ قائم کیا اور رونے اور ماتم کرنے کیلئے

شاید آپ کا یہ خیال ہو گا کہ یہ بات صرف شیعہ حضرات سے مخصوص ہے لیکن میں آپ پر ثابت کروں گا کہ جو حضرات اہلسنت محبان اہلبیتؑ ہیں وہ بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالجلیل صاحب رازی کتاب نقض الفضائح میں ارقام فرماتے ہیں۔

خواجہ سنی درین فصل و دیگر مواضع بر طریق تشنیع یاد کردہ است کہ این طائفہ روز عاشور اظہار جزع و فزع کنند و رسم تعزیہ را اقامت کنند و مصیبت شہدائے کربلا تازہ کنند و بر منبر ہا قصہ شہادت خوانند و علماء سر برہنہ نمایند و عوام جامہ چاک کنند

خواجہ نے اس فصل اور دیگر مقام پر طعن و تشنیع کی ہے کہ یہ گروہ روز عاشورہ جزع و فزع کو ظاہر کرتا ہے اور رسم تعزیت کو قائم کرتا ہے اور مصیبت شہدائے کربلا کو تازہ کرتا ہے اور منبر و منبر قصہ شہادت کو پڑھتے ہیں علماء سر برہنہ کرتے ہیں اور عوام کپڑے پھاڑتے ہیں

وزنان روی خراشند و مو کنند و این معنی را بتہمت
و بدعت منسوب کرده نامرضی دانسته از غایت تعصب اہل
رسول و از فرط عداوت اولاد بتول است جواب آنکه
اولاً معلوم جہانیان است که بزرگان و معتبران
اصحاب ابوحنیفه و شافعی و علماء و فقہاء طوائف ہم
سلفاً عن سلف این سنت را رعایت کرده اند و این
طریقه نگاه داشته اند اولاً خود شافعی که اصل مذہب
بدوست در مصیبت امام حسینؑ و شہدای کربلا مرثیہ
ہا بسیار گفته و از اصحاب ابوحنیفه و شافعی مراثی شہداء
کربلا بنہایت و بیشمار است پس اگر مراد تشیع از
جہت مرثیه گفتن است برابوحنیفه و اصحابیشان
نیز ہست آنکه چون فرود تر آئی
خواجه منصور بادشاه اصفہان در مذہب اہل سنت
در عہد خود متعصب بوده است ہر سال در روز
عاشورا باشوب و نوحه و غریو تعزیت سید الشہدا
داشته و ہر که در انجا رسیده دیده و دانسته باشد
و در بغداد که مدینة الاسلام و جای قرار خلفای
عباسیان است خواجه علی غزنوی حنفی این تعزیه
چنگ نه داشتی تا بجدیکه روز عاشوره در لعنت
سفیانیان تا بجه میکرد سائلی برخاست و لعنت معاویه
از گوی باواز بلند گفت ای مسلمانان این کس

اور عورتیں منہ پیٹتی اور بال نوچتی ہیں اور اس بات کو بدعت
اور تعصب منسوب کیا ہے یہ بغض آل رسول کا سبب ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ دنیا کو معلوم ہے کہ بزرگ اور معتبر اصحاب ابو
حنیفہ و شافعی و علماء و فقہاء و طوائف امم سلف سے خلف
تک اس طریقہ کی رعایت کرتے آئے ہیں اولاً خود شافعی نے
جو اصل مذہب ہیں مصیبت حسینؑ و شہدائے کربلا میں بہت
سے مرثیے کہے ہیں اور اصحاب ابوحنیفہ و شافعی نے بھی بہت
سے مرثیے شہدائے کربلا کے متعلق کہے ہیں پس اگر تشیع کی
علامت مرثیہ کہنا ہے تو یہ اصحاب ابوحنیفہ اور خود ابوحنیفہ
پر بھی ہے اسکے بعد خواجہ منصور بادشاہ اصفہان جو اپنے
زمانہ میں مذہب اہلبیتؑ کا معتقد ہوا ہے ہر سال
روز عاشورہ فریاد و نوحہ کرتا اور مراسم تعزیت بجا
لاتا تھا اور یہ بات اس حد تک پہونچی ہو وہ ضرور
دیدہ و دانستہ ہو گی نہ کہ سہواً یا اتفاقیہ اور بغداد
میں جو خلفائے عباسیہ کا خاص مقام ہے خواجہ علی
غزنوی حنفی نے تعزیہ داری کو اس حد تک رواج
دیا کہ سفیانیوں پر لعنت کراتا تھا ایک سائل نے
اٹھکر کہا تم ایسا معاویہ کے بارے میں کہتے ہو اسنے
باواز بلند کہا کہ اے مسلمانوں اس شخص کو علی سے
پوچھنا چاہیے کہ معاویہ کے بارے میں آپ کیا کہتے
ہیں آخر وہ جانتا ہے کہ علی کیا کہیں گے۔

از علی بہ پرسد کہ معاویہ راچہ گوئی آخر داند کہ علی حاوی
و امیر عبادی کہ علامہ روزگار و خواجہ معنی و سلطان
سخن بود اورا در حضور خلیفہ عباسی المقتفی لامر اللہ
پرسیدند کہ فردا عاشورہ است۔ چہ گوئی در حق معاویہ
جواب نداد۔ تا سائل سہ بار این سوال تکرار کرد۔ در
جواب بار سوم گفت ای خواجہ سوال مبہم می پرسی نمیدانم
کدام معاویہ را میگوئی آن معاویہ کہ پدرش دندان
مصطفیؐ را بشکست و مادرش جگر حمزہ خائید و او بست
و چند بار و بقولی نود بار تیغ بروی علیؑ کشید و پسرش
سر حسینؑ برید۔ ای مسلمانان شما این معاویہ را چہ
میگوئید۔ تمامی مردم کہ در حضرت خلافت حاضر بودند
از حنفی و شافعی و سنی و شیعی زبان بہ نفرین و لعنت
کشودند۔ و تعزیت امام حسینؑ با نوحہ و فریاد در موسم
عاشورہ بہ بغداد تازہ باشد اما ہمدان اگرچہ فرقہ
شیعہ غلبہ دارند لیکن برائے حضور رایت سلطان
و لشکر ترکان ہر سال مجد الدین مذکور ہمدانی در
موسم عاشورہ این تعزیت بصفتی دارد کہ تماشا را
عجب آید و خواجہ امام نجم الدین ابو المعالی ابن
ابی القاسم رازی نیشاپوری با آنکہ حنفی المذہب
بود۔ این تعزیہ را نہایت کمال داشتی و دستار
از سر بہ گرفتی و بر انگندی و نوحہ کردی

اور امیر عبادی کہ علامہ روزگار اور خواجہ معنی اور سلطان
سخن تھے اس سے خلیفہ عباسی المقتفی لامر اللہ کے سامنے
پوچھا کہ کل روز عاشورہ ہے آپ حق معاویہ میں کیا کہتے
ہیں اُسنے کوئی جواب نہ دیا جب تین بار سائل نے یہی سوال
کیا تو اُسنے کہا کہ ای خواجہ آپکا سوال مبہم ہے میں نہیں
جانتا آپ کس معاویہ کے متعلق پوچھتے ہیں آیا اُس معاویہ
کے متعلق جسکے باپ نے دندان رسولؐ شکستہ کیے جسکی ماں
نے حضرت حمزہ کا جگر چبایا جسنے خود بیس اور چند بار
اور بقولے نوے بار حضرت علیؑ پر تیغ کشی کی اور اُسکے
بیٹے نے علیؑ کے فرزند حسینؑ کا سر کاٹا۔ ای مسلمانوں تم
اس معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ سب لوگ جو اس
وقت حنفی و شافعی و سنی و شیعی حاضر تھے اُنھوں نے
نفرین کی اور تعزیت امام حسینؑ با نوحہ و فریاد ہر سال
عاشورہ میں بغداد میں تازہ ہوتی ہے لیکن ہمدان
میں اگرچہ فرقہ شیعہ کو غلبہ ہے لیکن واسطے حاضر ہونے رایت
سلطان اور لشکر ترکان کے ہر سال مجد الدین مذکور
ہمدانی موسم عاشورہ اس تعزیت کو اسطرح کرتا ہے کہ
لوگوں کو تعجب ہوتا ہے اور خواجہ امام نجم الدین ابو
المعالی ابن ابو القاسم رازی نیشاپوری باوجودیکہ
حنفی المذہب تھا اس تعزیہ کو نہایت کمال سے انجام

وخاک با شیدے و فریاد از حد بیروں کردے
و بہ رے کہ از امہات بلاد عالم ست معلوم ست
کہ شیخ ابو الفتوح نصر آبادی و خواجہ محمود [illegible]
حنفی وغیر ایشاں در کاروان سرائے کوشک و
مساجد ترک روز عاشورہ را چہ کردہ اند از ذکر کربت
و عزیت اہلبیتؑ و لعنت بر ظالمان و دریں روزگار
آنچہ ہر سال خواجہ امام اشرف الائمہ ابو نصر در ہر عاشورہ
بحضور امراء ترکان و خواجگان و حضور حنفیان
کند و ہمہ موافقت نمایند و یاری کنند و ایں قصہ
خود بوجہے گوید کہ دیگراں نتوانند و تیار نگفتن و
خواجہ ابو منصور کہ در اصحاب معتبر و مقدم است
بر وقت حضور روے بہ رے دیدند کہ بروز عاشورہ
ایں قصہ را بر چہ طریق گفت و معاویہ را باغی خواند
و خواجہ و قاضی عمدہ ساتی کہ صاحب سخن معروف است
در جامع مسجد طغرل با حضور بیست ہزار مردم ایں قصہ
بنوعے گفت و ایں تعزیہ بصفتے داشت از سر برہنہ کردن
و جامہ دریدن کہ مانند ایں نکردہ بودند و خواجہ
تاج الشعرا حنفی نیشاپوری روز عاشورہ بعد از نماز
در جامع مسجد عتیق دیدند کہ چہ مبالغہ کرد در سنہ
خمسین و خمسمائہ باجازہ قاضی بحضور امرا
و اکابر او مصنف کتاب مجلس شہاب مشاطہ رفت کہ او ہر سال

دیتا تھا اور اپنی دستار کو سر سے پھینک دیتا تھا اور نعرہ
کرتا اور خاک ڈالتا اور فریاد حد سے زیادہ کرتا تھا
اور رے میں جو امہات بلاد عالم سے ہے سبکو معلوم
ہے کہ شیخ ابو الفتوح نصر آبادی اور خواجہ محمود حنفی
وغیرہ نے کارواں سرائے کوشک اور مساجد ترک میں
روز عاشورہ کیا کیا ہے متعلق ذکر کربت و عزت اہلبیت
اور ظالموں پر لعنت کرتے تھے اور اس زمانہ میں جو کچھ
ہر سال خواجہ امام اشرف الائمہ ابو نصر ہر عاشورہ کو
امیروں اور ترکوں اور خواجوں اور حنفیوں کے سامنے کرتے
ہیں سب لوگ موافقت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اور
یہ قصہ وہ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ دوسرے نہیں
کر سکتے اور خواجہ ابو منصور نے رے میں آکر روز عاشورہ
اس واقعہ کو کسطرح بیان کیا۔ معاویہ کو باغی بتایا
اور خواجہ ساتی نے جامع مسجد طغرل میں بیس ہزار
آدمیوں کے سامنے اس قصہ کو اسطرح بیان کیا اور
سر برہنہ کرکے اور جامہ دری کرکے اسطرح تعزیت کی
کہ اسکی مانند اب تک نہ کی تھی اور خواجہ تاج الشعرا
حنفی نیشاپوری کو روز عاشورہ بعد نماز جامع مسجد
عتیق میں دیکھا کہ کتنا مبالغہ کیا۔ سنہ ۵۵۵ھ
میں قاضی کی اجازت سے تمام امرا و کبرا کے سامنے
اور مصنف کتاب مشاطہ کی مجلس میں گیا۔ کہ وہ

که محرم در آید ابتدا کنند بمقتل عثمان و علی و در عاشوره
بمقتل حسین علی آورد در آنسال هزار بحضور امیران و
خاتونان امیر اجل این قصه بوجهی گفت که سی مردم
جامه چاک کردند و خاک باشیدند و عالم سر برهنه
کردند و زاریها کردند اگر این علماء و قضات این
معنی - تقیه می کنند از بیم ترکان و خوف سلطان
پس رافقت رافضیان باشد و اگر باعتقاد
می کنند خلاف ایشان خواجه را نقصان باشد
و اگر همه حنفیان و شافعیان و شیعیان اهلبیتؑ
را متابعت کنند پس پندارم که خواجه ازین هر سه
مذهب بیزار است نه از مذهب شیعه فقط و تعزیت
حسینؑ بن علیؑ داشتن متابعت قول خدا است
چنانچه فرموده قل لا اسئلکم علیه اجرا
الا المودة فی القربی و موافق قول مصطفیٰ
است چنانچه گفت من بکی علی الحسینؑ
او تباکی وجبت له الجنة
تا که گوینده و شنونده در رحمت خدای تعالی
باشند و منکرش نباشد مگر منافق۔

بہرحال جب محرم آتا ہے ابتدا کرتی ہے مقتل عثمان و علیؑ سے
اور روز عاشورہ مقتل حسینؑ ابن علیؑ بیان کرتی ہے
مقتل میں اپنے امیروں اور خاتونوں کے سامنے یہ واقعہ
اسطرح بیان کیا کہ تیس آدمیوں نے کپڑے پھاڑ دیے
اور خاک اڑائی اور عالموں نے سر برہنہ کیا اور زاری
کی ہیں اگر علماء و قضاۃ اس تعزیہ داری کو تقیہ
کرتے ہیں تو انہیں رافضیوں کی موافقت ہے اور اگر
اعتقاد سے کرتے ہیں تو ان کے خلاف میں خواجہ کا
نقصان ہے اور اگر تمام حنفی و شافعی و شیعہ اہلبیتؑ
کی متابعت کرتے ہیں پس میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ ان
تینوں مذہب سے بیزار ہے نہ صرف مذہب شیعہ سے
اور تعزیت حسینؑ کرنا قول خدا کی متابعت ہے جیسا
کہ فرمایا ہے کہدو اے رسولؐ کہ میں تم سے کچھ اجرت
رسالت نہیں مانگتا مگر اپنے ذوی القربیٰ کی دوستی)
اور موافقت قول رسولؐ خدا بھی ہے جیسا کہ فرمایا جو
شخص حسینؑ پر روئے یا رونے والوں کی صورت بنائے
جنت اس پر واجب ہے تاکہ بیان کرنے اور سننے والا
رحمت خدا میں ہو اور اسکا منکر نہیں ہے مگر منافق

پس معلوم ہوا کہ عزائے حسینؑ صرف ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ ہر ہر ملک میں
اسکا اثر پایا جاتا ہے اور ہر مقام کے لوگ اپنے اپنے طریقہ پر انجام دیتے ہیں اگر عوام جہال اس سلسلہ میں
ایسے امور بجا لاتے ہیں جو خلاف شرع ہوں تو وہ عند العقل مستحسن نہیں۔ ان سے اجتناب کرنا ہر مومن

دینداری کا فرض ہے ایسے اُمور کا بجالانا صرف ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

لیس ما یاتی بہ العوام فی عشر محرم الحرام لما یرضی بہ علماء الکرام وصلحاء الاعلام دانما ھو مما یختص ببلاد الشیعۃ بل ھو مما جرت بہ عادۃ تمام علوم الدھر حتی اھل الروم وماوراء النھر

عشرہ محرم میں عوام ایسے اُمور بھی کرتے ہیں جن سے علمائے کرام وصلحائے اعلام راضی نہیں اور یہ باتیں بلاد شیعہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اُن کی عادت عام طور پر لوگوں میں پائی جاتی ہے حتیٰ کہ اہل رُوم اور اہل ماوراء النہر بھی ان اُمور کو بجالاتے ہیں۔

مولانا روم اپنی مثنوی کی جلد ششم میں تحریر فرماتے ہیں۔

روز عاشورا ہمہ اہل حلب — باب انطاکیہ اندر تا بہ شب
گرد آید مرد و زن جمعے عظیم — ماتم آن خاندان دارد مقیم
نالہ و نوحہ کنند اندر بکا — شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمرند آن ظلمہا و امتحان — کز یزید و شمر دید آن خاندان
از غریو و نالہا در سر گذشت — پر ہمی گردند در صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے از رہ رسید — روز عاشورا و آن افغان شنید
پس پرسان می شد اندر افتقاد — چیست این غم بر کہ این ماتم فتاد
آن یکے گفتش کہ ہے دیوانہ — تو نہ شیعہ عدو خانہ
روز عاشورا نمیدانی کہ ہست — یا نئی خوانی زقرآنے کہ ہست
پیش مومن کے بود این غمخوار — قدر عشق گوش عشق گوشوار
پیش مومن ماتم آن پاک روح — شہرہ باشد ز صد طوفان نوح

کریم: مرحبا میرے پیارے محسن مرحبا آپ نے میرے شکوک کو نہایت خوبی سے رفع کر دیا۔ اوہو! آج تو بہت وقت گذر گیا میں نے تو سارا دن یہیں ختم کر دیا ذرا دیکھنا گھڑی میں کیا بجا ہے۔

محسن:- سوا تین بجے ہیں۔

کریم۔ تو یوں کہو کہ میں نے سوا پانچ گھنٹے آج آپ کے پاس صرف کیے اچھا اب تخفیف تصدیعہ۔

محسن۔ اب پھر کب آؤ گے۔ بھئی اگر کچھ اور شکوک ہوں تو وہ بھی صاف کر لینے چاہئیں میں چاہتا ہوں کہ آپ اور میں ہم خیال ہو کر دنیا میں رہیں۔

کریم انشاء اللہ کل پھر دس بجے کھانا کھاتے ہی آموجود ہونگا آج رات کو پھر اس مسئلہ پر غور کرونگا اور جو نئے اعتراضات ذہن میں آئینگے انکو کل بیان کرونگا میری طبیعت آج کی بحث سے بہت ہی خوش ہوئی۔

محسن۔ آپ کا شکریہ۔

تیسری صحبت ۳

کریم۔ السلام علیکم۔

محسن۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آئیے۔ تشریف لایئے۔ کہیے رات کیا کیا سوچا۔

کریم۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان میں تعزیہ داری کا رواج کب سے ہوا اور کس نے اسکو جاری کیا

محسن۔ کتاب کیفیت شاہان ہند میں مرقوم ہے کہ جب امیر تیمور نے بلخ بخارا اور سمرقند وغیرہ کو فتح کیا تو اُسی زمانہ میں کوفہ پہونچا اور وہاں سے کربلائے معلی پہونچکر روضہ امام حسینؑ پر باریاب ہوا ایک دن ہاتف غیبی نے ندا دی کہ تم حضرت حرؑ علیہ السلام کے روضہ پر جا کر تبرک لیلو حسب الحکم امیر وہاں گیا۔ تو ایک نشان اور ایک رومال اُسکو عنایت ہوا۔ اور خواب میں بشارت ہوئی کہ ہندوستان جاؤ اور وہاں محرم کا چاند دیکھکر یہ علم کھڑا کرو اور دسویں محرم کو ہر سال فاتحہ دلاؤ ہندوستان کی فتح تمکو بخشی گئی۔ امیر وہاں سے رخصت ہو کر ہندوستان آیا اور فتح کر کے تخت دہلی پر جلوس فرما ہوا اسی عہد سے تعزیہ کا رواج ہوا

کریم۔ جب حضرت رسولخدا کو اپنی زندگی میں شہادت حسین علیہ السلام کی خبر معلوم ہو چکی تھی تو پھر اپنی اُمت کو کیوں نہیں حکم دیا کہ ہر سال اس طرح کی ترتیب گنبد دار ابرک بانس وغیرہ کی بنا کر رونے

کے علم بنا کر شہادت حسینؑ کا اعلان کیا کرنا۔

محسن۔ یہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت رسولخداؐ کے بعد تعزیہ کا رواج ہوا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ نے اسکے متعلق نہی نہیں فرمائی لہذا اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا حقیقت یہ ہے کہ جناب رسولخداؐ نے تعزیت امام حسینؑ کے متعلق جو ضروری امور تھے۔ وہ بیان بھی کر دیئے۔ اور کر کے بھی دکھا دیئے اُن کے ذکر کو اپنا ذکر اور اُنکی محبت کو اپنی محبت بتایا۔ اُنکے گوشت پوست کو اپنا گوشت فرمایا۔ اُنسے محبت کرنے کا اُمت کو حکم دیا۔ اُن کے واقعہ شہادت کو اپنی زبان سے بیان کر دیا اور اُن کے مصائب پر خود بھی رو گئے اور دوسروں کو بھی رُلا گئے جیسا کہ آئندہ روایات سے ثابت ہوگا۔ اب رہا یہ امر کہ تعزیہ کیوں خصوصیت کیساتھ مابعد زمانہ میں بنایا گیا اور صرف ذکر حسینؑ ہی پر کیوں اکتفا نہ کی گئی بظاہر اُسکی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بزرگان دین نے حسین علیہ السلام کی ذات کو ایک ایسی مظلوم ذات پایا جس سے دشمنان دین کو بعد مرگ بھی اتنی ہی عداوت رہی جتنی زندگی میں تھی عام عداوتیں کسی شخص کی زندگی تک باقی رہتی ہیں بعد مرگ وہ خیالات دشمن کے دل سے نکل جاتے ہیں لیکن حسینؑ مظلوم کی ذات سے بنی اُمیّہ و بنی عباس وغیرہ قبائل کو اس شدّت کی عداوت تھی کہ بعد شہادت اُنکو دفن و کفن سے بھی محروم رکھا گیا اور عام مسلمانوں کا سا بھی سلوک نہ کیا گیا۔ پس جب ایسے مظلوم شہید کی قبر بنی تو اُسکا گہرا نشان ہر محب حسینؑ کے دل میں بھی بنا یعنی جب دیکھنے والے اُسکو دیکھتے تھے وہ یہی حالت یاد آجاتی تھی بہرحال یہ قبر کا نشان دوستوں کی لیے صد غنیمت تھا اگرچہ موالیان حسینؑ کا دل چاہتا تھا کہ نبی زادہ کی قبر پر ایک مقبرہ بنایا جائے تاکہ زائرین کو دور سے اسکا پتہ چل جایا کرے لیکن بنی اُمیہ کے ظلم و ستم کی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ کسی کو اس کام کی جرأت نہ ہوئی اور ایک عرصہ تک اُس شہید و بیکس کی قبر اطہر معمولی قبروں کی طرح پڑی رہی تا اینکہ زمانہ نے اپنی عادت کے موافق ایک نیا دورہ کیا یعنی خلافت بنی امیہ و بنی مروان سے نکل کر بنی عباس میں پہونچی اس خاندان کے مشہور دشمن اہلبیتؑ خلیفہ متوکل نے اس بات کو بھی گوارا نہ کیا کہ فرزند رسولؐ کی قبر کا ہلکا سا نشان بھی زمین پر پایا جائے۔ پس اُس نے

حکم دیدیا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلا دیا جائے تاکہ وہ بالکل زمین کے برابر ہو جائے۔ اُسکے اس حکم نے دوستان حسینؑ کے دلوں میں وہ گہرے زخم ڈالے جنکا اندمال نہ اب تک ہو سکا ہے نہ ہو سکنے کی اُمید۔ غالباً اُسی وقت سے یہ خیال سب کو خاطر ہوا کہ جہاں حسینؑ کے واقعہ شہادت اور اُن کی مظلومی و بیکسی کا اعلان کیا جائے وہاں کوئی صورت اس اعلان کی بھی ہو کہ یہ مظلوم امام اتنی مدت دراز تک بے کفن و دفن رہا پھر قبر بھی بنی تو معمولی طرح سے مدتوں تک رہی پھر دشمنوں نے اُسکو بھی برباد کر دیا۔ بڑے عرصہ کے بعد وہ روضۂ اقدس نصیب ہوا جسکی تصویر بصورت تعزیہ پبلک کے سامنے پیش کی جاتی ہے پس یہ خاص وجہ تعزیہ کے بنانے کی ہوئی۔ اب رہا یہ امر کہ لکڑی اور بانس وغیرہ کا کیوں بنایا گیا تو ایک مقبرہ کی صورت بنانے میں آسانی اسی میں دیکھی گئی کہ ان چیزوں سے بنایا جائے اور شاندار اس لیے بنایا گیا کہ شوکت اسلام بھی ظاہر ہو اور ایک بادشاہ دین و دُنیا کی شان کیلئے جیسا مقبرہ زیبا ہوتا ہے اُسکا کچھ نقشہ بھی آنکھوں میں کھنچ جائے حقیقت یہ ہے کہ مقصود ان تمام باتوں سے اعلان واقعہ کربلا اور رونے کا سامان مہیا کرنا ہے پس جس جگہ جیسا مناسب سمجھا گیا وہاں ویسا ہی سامان عزا رائج ہوا۔ ہندوستان میں بزرگان دین نے اسی قسم کے سامان کی ضرورت سمجھی اور جسقدر اس میں کامیابی نظر آئی اُسی قدر اُسکو زیادہ رواج ہوتا گیا۔ اسکے متعلق یہ ضروری نہیں کہ اگر رسول اللہ بھی تعزیہ نکالتے تو ہمارے لیے جائز ہوتا۔ رسول اللہؐ نے عزاداری کا مقصد اصلی بیان کر دیا اب جن اسباب سے وہ حاصل ہو سکے اُن کو عمل میں لانا چاہیئے۔ مثلاً رسول اللہؐ نے لباس کے متعلق یہ فرمایا کہ وہ ساتر عورتین ہو۔ سردی گرمی سے بچانے والا ہو۔ شوخ رنگ کا نہ ہو جس سے انگشت نمائی ہو۔ زیادہ چست نہ ہو۔ یا ڈھیلا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو جس سے کبر و نخوت ٹپکے۔ پس ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے آپ جس قسم کا لباس چاہیں پہن لیں جائز ہوگا اور کسی شخص کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہ ہو گا کہ چونکہ رسول خدا نے شیروانی کبھی نہیں پہنی لہذا ناجائز ہے یا ویسٹ کوٹ نہیں پہنی لہذا حرام ہے یا تنگ مہری کا پاجامہ نہیں پہنا لہذا ناجائز ہے اور کوٹ نہیں پہنا لہذا حرام ہے اسی طرح جوتے کے متعلق بھی

نہیں کہا جا سکتا۔ کہ چونکہ رسول اللہ نے بوٹ یا فل بوٹ نہیں پہنا لہذا حرام ہے اسی طرح تعمیر چھجہ ودیگر مقامات متبرکہ کے متعلق کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ چونکہ رسول اللہ نے مسجد کے آگے ٹین نہیں ڈلوایا تھا لہذا ٹین کا سائبان حرام ہے یا رسول اللہ کی مسجد کا فرش پکا نہ تھا لہذا حرام ہے یا رسول اللہ کی مسجد میں گنبد او رمینار نہ تھے لہذا ان کا بنوانا درست نہیں اسیطرح طعام کے متعلق بھی یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ چونکہ رسول اللہ نے قیمہ نہیں کھایا۔ لہذا یہ حرام ہے یا باقرخانی نہیں کھائی لہذا ناجائز ہے یا بسکٹ نہیں کھائے لہذا حرام ہے غرضیکہ اسیطرح کی ہزاروں باتیں ہمارے عمل میں ایسی ہیں کہ رسول اللہ نے انکو نہیں کیا اور ہم کرتے ہیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جس امر کے متعلق آنحضرت نے صراحۃً ممانعت نہیں فرمائی وہ جائز و مباح ہے خواہ حضرت نے اس کو کیا ہو یا نہ کیا ہو، میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ تعزیہ سبب بکا ہے اور حسین پر بکا کرنیکا رسول اللہ نے حکم دیا ہے اور حسین کو رونیوالے کو جنت کا مستحق فرمایا ہے تو ایسی صورت میں جو امر سبب بکا ہو وہ کیونکر ناجائز قرار پا سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو موجب ثواب فراواں ہوگا جسطرح انعقاد مجلس مولد نبی کو علماء نے مستحب قرار دیا ہے اور مجلس کرنیوالے کو مستحق ثواب فرمایا اسطرح انکو چاہیے کہ تعزیہ بنانیوالے کو بھی مستحق ثواب سمجھیں ورنہ عدم استحقاق کی دلیل بیان کریں،،

کریم۔ اچھا آپ جو مجلسوں میں اسقدر گریہ و بکا کرتے ہیں تو کیا رسول اللہ بھی کبھی کسی میت پر اسطرح روئے ہیں،

محسن۔ بیشک رسول اللہ بھی روئے اور بکاء علی المیت کو جائز بھی کیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ کے صفحہ ۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں

چوں آنحضرت دید حمزہ را کہ کشتہ شد و مثلہ کردہ شد صیحہ زد و گفت مصیبت زدہ نمی شدم من ہرگز مثل تو و نہ ایستادہ ام من ہیچ جای ایستادنی غضب ناک سازندہ ترمرا ازینجا و منقول است از ابن مسعود کہ گفت

جب حضرت رسولخدا نے حضرت حمزہ کو کشتہ دیکھا اور مثلہ کیا تو چیخ ماری اور فرمایا کہ میں اس سے زیادہ کبھی مصیبت زدہ نہیں ہوا اور کبھی جگہ نے مجھکو اس جگہ سے زیادہ غضبناک نہیں بنایا اور ابن مسعود سے منقول ہے کہ ہم نے

ندیدیم ما آنحضرت را گریہ کنندہ تر ہرگز سخت تر از گریہ
وے بر حمزہ بن عبد المطلب استادہ بر جنازہ وے و گریہ کرد
و برداشت آواز تا بیہوش شد و فرمود یا حمزہ
یا عم رسول اللہ یا اسد اللہ و اسد
رسولہ یا حمزہ یا فاعل الخیرات یا حمزہ
یا کاشف الکربات یا ذاب عن
وجہ رسول اللہ۔

کبھی آنحضرت کو اتنا زیادہ روتے نہیں دیکھا جتنا
حمزہ بن عبد المطلب کے جنازہ پر حضرت وہاں کھڑے ہوئے
رو رہے تھے اور آواز آپ کی بلند ہو رہی تھی یہاں
تک کہ آپ بیہوش ہو گئے پھر فرمایا اے حمزہ اے عم رسول
اے اسد خدا اور اسکے رسول کے شیر اے حمزہ اے نیکیوں کے
کرنیوالے اے حمزہ اے سختیوں کے کھولنے والے
اے حمزہ اے رسول اللہ سے مصیبت کے دفع کرنیوالے

اور مورخین نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ جب صفیہ خواہر حضرت حمزہ مقتل احد میں پہنچیں اور جناب رسولخدا نے دور سے اُن کو دیکھا تو اُن کے فرزند زبیر بن العوام سے فرمایا کہ اپنی ماں کو واپس لیجاؤ۔ تاکہ یہ اپنے بھائی کا ایسا حال نہ دیکھیں صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آخر صفیہ حضرت حمزہ کی لاش پر آئیں اور وہ اور حضرت فاطمہ رو رہی تھیں انکو روتا دیکھکر حضرت بھی رونے لگے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب حضرت مدینہ کی طرف لوٹے تو لوگ حضرت کے استقبال کو آئے چنانچہ فاطمہ دختر حضرت حمزہ بھی سد راہ آکھڑی ہوئیں اور اپنے باپ کو تلاش کرنے لگیں جب کہیں نہ دیکھا اور حضرت کی سواری قریب آئی تو حضرت کے گھوڑے کی باگ تھام کر کہا کہ اے رسولخدا میرے باپ کہاں ہیں حضرت نے فرمایا تیرا باپ میں ہوں کہنے لگی یا رسول اللہ اس بات سے خون کی بو آتی ہے اور اسکے ساتھ ہی رونا شروع کیا تمام اصحاب یہ دیکھکر رونے لگے پھر کہا یا رسول اللہ میرے باپ کی شہادت کا حال بیان فرمائیے فرمایا اے بیٹی اگر بیان کرونگا تو تو سننے کی تاب نہ لا سکے گی یہ سنکر اُس بیکس نے اور زیادہ زور سے رونا شروع کیا اس موقعہ پر ایک عجیب حکایت نقل کی ہے کہ جب حضرت مدینہ میں نازل ہوئے تو اکثر انصار کے گھروں سے آواز گریہ سنی لیکن خانہ حمزہ سے کوئی آواز نہ آئی اُس وقت آپ نے فرمایا لکن لا بواکی لہ (میرے

بیچا حمزہ پر کوئی رونے والا بھی نہیں) انصار نے جب یہ بات سنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے خانہ حمزہ میں جاکر انپر نوحہ کریں پس سب عورتیں وہاں آئیں اور نصف شب تک روتی رہیں حضرت سو چکے تھے جب بیدار ہوئے تو حضرت حمزہ کے گھر سے رونے کی آواز سُنی پوچھا یہ آواز کیسی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ انصار کی عورتیں آپ کے چچا حمزہ پر روتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا رضی اللہ عنکنّ وعن اولادکنّ اولاد اولادکنّ (خدا تم سے راضی ہو اور تمہاری اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے) ان روایات سے چند باتیں معلوم ہوئیں اولاً آنحضرت کا لا بواکی لہٗ سے رونے کی ضرورت ظاہر کرنا دوسرے رونے والوں کے لیئے اور اُن کی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد کے لیئے دعا فرمانا تیسرے خود رونا چوتھے چیخ مارنا پانچویں حضرت کے اصحاب کا رونا پس یہ سب باتیں اسپر شاہد ہیں۔ کہ بکاء علی المیّت جائز ہے لہذا جو لوگ حسینؑ کے غم میں رونے کو ناجائز خیال کرتے ہیں وہ حقیقت حال سے قطعاً بے خبر ہیں۔

علاوہ بریں اس قسم کی روایات بھی موجود ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ بعد شہادت امام مظلوم بہشت بریں سے اپنے پیارے نواسے کو رونیکے لیئے آئے چنانچہ مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵۵۹ پر یہ روایت درج ہے۔

روایت کردہ است ترمذی از سلمی اقرہ القتار
گفت در آمدم بر اُمّ سلمہ و دیدم او را کہ
گریہ گفتم چہ چیز در گریہ آورد ترا یا اُمّ سلمہ
گفت الآن رسولخدا را در منام دیدم کہ بر سر
و لحیہ شریف وے خاک است و مے گریہ
گفتم چہ شدہ است ترا یا رسول اللہ
گفت حاضر شدم قتل حسینؑ را کہ واقعہ شدہ
است۔

یعنی راوی کہتا ہے کہ میں اُمّ سلمہ کے پاس آیا
تو انکو روتا ہوا پایا پوچھا کہ آپ کیوں روتی
ہیں کہا ابھی میں نے رسولخدا کو خواب میں دیکھا
کہ اُن کے سر اور داڑھی پر خاک ہی اور رو رہے
ہیں میں نے پوچھا کہ اے رسول اللہ یہ آپ کو
کیا ہوا فرمایا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا اور میں
وہاں موجود تھا ایسی صورت میں حسینؑ پر رونا
اُمت کے لیئے یقیناً رسولؐ کی تاسی ہے۔

علاوہ بریں صحابہ کرام کی بھی یہ عادت تھی کہ جب آنحضرت صلعم کو یاد کرتے تھے تو رو دیا کرتے تھے چنانچہ رسالہ غایۃ الکرام کے صـ ۲۶ پر لکھا ہے۔

قال القاضی ابو الفضل العیاض فی فصل الخطاب صحابہ چوں یاد پیغمبر می کردند خاشع خشع می شدند و پوست بر تن ایشاں می برخاست و گریہ می کردند

قاضی ابو الفضل العیاض نے فصل الخطاب میں فرمایا ہے کہ جب صحابہ حضرت پیغمبر کو یاد کرتے تھے تو نہایت خضوع و خشوع کرتے تھے بال انکے بدن پر کھڑے ہو جاتے تھے اور روتے تھے

پھر مدارج النبوۃ کے صـ ۵۱۰ پر ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا چوں ایں شنید بگریست آنحضرت فرمود اے دختر من گریہ مکن کہ حملہ عرش بر بکار تو گریہ می کنند و بدست مبارک اشک از چہرہ فاطمہ رضی پاک کرد و دلداریہا و بشارتہا داد۔ و در بعضے روایات حدیث خبر موت آنحضرت و گریہ فاطمہ و تسلیت آنحضرت او را کہ تو پیشتر لاحق میشوی بمن و تو سیدۂ نساء جنت خواہی بود و دریں وقت آمدہ و گفت بار خدایا برادر مفارقت من صبرے کرامت فرمائی فاطمہ گفت واکرباہ فرمود آنحضرت نیست ہیچ کرب و اندوہ بر پدر تو بعد از امروز یعنی کرب و اندوہ بہ سبب شدت الم و صعوبت وجع بود بواسطہ علاقہ جسمانی و تعلقات بدنی کہ لازمہ بشریت است می باشد آنگاہ با فاطمہ فرمود کہ پسران خود را پیش آر پس فاطمہ حسن و حسین علیہم التحیۃ و الرضوان

حضرت فاطمہ رضی نے جب یہ سنا تو رونے لگیں حضرت نے فرمایا اے دختر رو مت کہ تمام عرش تیرے رونے سے روتا ہے اور اپنے دست مبارک سے اشک چہرہ فاطمہ سے صاف کیے اور دلداری کی اور بشارت دی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت کی خبر موت اور فاطمہ کا رونا اور حضرت کا انکو تسلی دینا کہ تو سب سے پہلے مجھے لاحق ہوگی اور تو سردار نساء جنت ہوگی اسی وقت میں ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ خدایا میری مفارقت میں اسے صبر دے فاطمہ نے کہا واکرباہ حضرت نے فرمایا تمہارے باپ پر آج کے بعد کوئی کرب و اندوہ نہ ہوگا یعنی کرب و اندوہ بہ سبب شدت الم اور صعوبت وجع اور بسبب علاقہ جسمانی و تعلقات بدنی کے ہوا کرتا ہے جو لازم بشریت ہے تب فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ فاطمہ حسن اور حسین کو لائیں جب

راپیش آنحضرت آورد چوں او را بدان حال دید گریہ آغاز نہاد۔ و چناں گریہ و زاری کرد کہ از گریہ ایشان ہر کہ از خانہ بود بگریست آنحضرت سلام ایشان رابوسید۔ و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشان صحابہ و تمامہ امت را وصیتہ فرمود و در روایتے آمدہ کہ انہا کہ بر در حجرہ بودند نیز گریستند چوں آواز گریہ ایشاں بگوش مبارک رسید آنحضرت علیہ السلام نیز بگریست اُمّ سلمہ گفت یا رسول اللہ گناہان گذشتہ و آیندہ تو مغفور گشتہ موجب گریہ چیست گفت گریہ من برائے رحم و شفقت بر امت است کہ آیا بعد از من حال ایشاں تا بکجا خواہد رسید"

اُنھوں نے نانا کا یہ حال دیکھا تو رونے لگا اور ایسے روئے کہ اُنکے رونے سے جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی رونے لگے حضرت نے اُن کو پیار کیا اور اُنکی تعظیم و احترام و محبت کے بارہ میں صحابہ اور تمام امت کو وصیت فرمائی اور ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ دروازہ پر تھے وہ بھی روئے جب اُنکی آواز گوش مبارک آنحضرت میں پہونچی تو آپ بھی روئے، ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ آپکے گذشتہ و آیندہ گناہ تو بخشے گئے پھر آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا امت پر رحم و شفقت کی وجہ سے کہ بعد میرے اُن کا کیا حال ہوگا"

پس بھائی کریم بیگ تم ہی خیال کرو کہ ایسی صورت میں حسینؑ پر رونا کیوں حرام ہوگا اور جب رونا ثابت ہوگیا اور باعث اجر و ثواب ہوا تو تعزیہ اس کا ایک سبب قرار پایا۔ لہذا اسکو بھی ناجائز نہ ہونا چاہئے کیونکہ جو امر جواز کی طرف لیجائے وہ بھی جائز ہوتا ہے آپ کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ چونکہ رسول اللہ نے کہیں تعزیہ بنانے کی متعلق نہیں فرمایا۔ لہذا اسکا بنانا درست نہیں۔ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ فعل میلاد نبوی کا رواج زمانہ آنحضرتؐ میں نہ تہا۔ اور نہ کہیں حضرتؐ نے اس کا حکم دیا ہے۔ پس ایسی صورت میں آپ ہی فرمائیے ان کا جواز کیونکر ہوگا۔ جو آپکا جواب ہوگا۔ بس وہی ہمارا بھی جواب سمجھئے"

کریم۔ اچھا میں نے یہ مانا کہ تعزیہ بنانا اور حسینؑ پر رونا دونوں باتیں جائز ہیں لیکن ان کے سلسلہ میں جو رسوم خلاف شرع کی جاتی ہیں اُن کا انسداد تو ضروری ہے کیونکہ امام علیہ السلام نے یزید کی

بیعت اسی وجہ سے تو نہ کی تھی کہ وہ مردود بدعت و خلاف شرع کام کرتا تھا۔

محسن - بیشک جو رسوم جہاں کہیں خلاف شرع ہوں انکو ضرور روکنا چاہئے میں اس بارہ میں آپکا ہم خیال ہوں۔ لیکن یہ جواب نہ فرمایا۔ کہ امام نے صرف اسلئے بیعت یزید نہ کی۔ کہ وہ مردود بدعت کرتا۔ اور خلاف شرع امور عمل میں لاتا تھا۔ تو اس کے متعلق مجھے آپنا اور کہنا ہے کہ حسین علیہ السلام کا انکار بیعت نہ صرف فسق و بدعت یزید کی بنا پر تھا۔ بلکہ اسکا سبب سے قوی سبب اول تو اس شقی کا کفر و نفاق تھا جس کا زہریلا اثر اسکی ذات سے بڑھ کر تمام قالب اسلام میں سرایت کر جانیوالا تھا چنانچہ شارح مقاصد شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں "

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ	ہم کو نہ صرف اسکی شان میں توقف ہے بلکہ اس کے ایمان میں بھی خدا کی لعنت ہو۔ اس پر اور اسکے انصار و اعوان پر

دوسرے حضرت کا اسکی بیعت سے انکار کرنا اور مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جانا اس وجہ سے بھی تھا کہ حضرت یہ دیکھ رہے تھے کہ مال دنیا کی طمع میں پھنسکر مکہ و مدینہ و شام و بصرہ و مصر وغیرہ کے بہت سے مسلمانوں نے اسکی بیعت کر لی تھی۔ اور اس کافر کو خلیفۃ الرسول کہنے لگے تھے حتی کہ بہت سے مقتدر صحابی بھی اسکے دام فریب میں پھنس گئے تھے، تیسرے حسین علیہ السلام کے مقابلہ کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ یزید کے پوشیدہ کفر کو ظاہر کر دیں تاکہ آیندہ لوگ اس کے دھوکہ میں نہ آئیں اور اس کو اپنا مقتدا سمجھ کر حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال نہ کر لیں جو کہ اس لئے کہ وہ شقی معارف الہیہ اور احکام نبویہ کی توہین پر کمر باندھے ہوئے تھا۔ اور نبوت اور وحی کو محض بنی ہاشم کا ایک شعبدہ اور کھیل خیال کرتا تھا پس ایسی حالت میں وہ دائرہ اسلام سے بھی خارج تھا۔ چہ جائیکہ خلیفۃ الرسول مانا جاتا۔

کریم - اچھا بھئی محسن ایک بات اور سمجھاؤ۔ دنیا کا عام قاعدہ یہ ہے کہ اپنے دوستوں کی فتح اور کامیابی لوگ دھوم دھام سے بیان کرتے ہیں۔ نہ کہ شکست و رسوائی۔ دوسرے عام لوگوں کی

کے سامنے اپنے رسول کے گھرانے کی عورتوں کے نام لینا۔ اور آپ کی ذلت و رسوائی اسیری بیکسی کا دکھڑا روا رکھنا کس قدر شرمناک بات ہے۔ کوئی باحمیت مسلمان اسکو گوارا نہیں کر سکتا یہ تو کھلی بیحیائی ہے۔ بھئی محسن برا نہ ماننا اگر کوئی بیحیا تمہاری ماں بہنوں بہو بیٹیوں کے نام لے لے کر سر بازار انکی باتیں عریانی کی مصیبتوں اور پریشانیوں کی داستان سنائے تو کیا تم اس بات کو پسند کرو گے اور تم کو شرم نہ آئے گی؛

محسن۔ میرے عزیز دوست آپ کا یہ اعتراض چند وجوہ سے غلط ہے اول یہ کہ اولیا انبیا اور دیگر گذشتگان کا تذکرہ کلام اللہ و احادیث و تفاسیر و کتب تواریخ اہل اسلام میں موجود ہے اور آجتک کسی مسلمان نے بھی حضرت انبیاء کے ذکر مصائب کو انکی شان کے خلاف نہیں سمجھا اگر مصائب کا بالاعلان ذکر کرنا حضرات انبیاء کی ذلت و رسوائی کا سبب ہوتا تو پروردگار عالم ہرگز قرآن میں اُن کے مصائب و آلام کا تذکرہ نہ فرماتا۔ دوسرے قرآن مجید کی تفاسیر میں ازواج انبیا علیہم السلام کا نام مذکور ہے۔ اور قرآن میں حضرت مریم اور جناب عیسیٰ کا نام موجود ہے یہاں تک کہ ذکر تہمت زنا تک ان معصومہ کے متعلق پایا جاتا ہے۔ اور واعظین برملا ہزاروں آدمیوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ہزاروں جلدیں تفاسیر کی چھپ چھپ کر دشمن و دوست سب کے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہیں لیکن کوئی اسکو موجب شرم اور بیحیائی نہیں جانتا تیسرے کلام باری عز اسمہ میں زلیخا کا حضرت یوسف سے خواستگاری زنا کرنا بھی مذکور ہے۔ باوجودیکہ زلیخا کو اس کے بعد شرف زوجیت حضرت یوسف حاصل ہوا۔ پس اگر کوئی شخص کسی کی بی بی کے متعلق اسکی سابقہ بد اطواری کا ذکر اپنی کسی کتاب میں کر دے تو یقیناً یہ اسکی گرانی طبع کا باعث ہوگا لیکن جناب باری عز اسمہ اور تمام مفسرین اس امر کو حضرت یوسف کے متعلق روا رکھتے ہیں پس اسکا کیا جواب ہے؟ میرے عزیز دوست اخاصان خدا کا قیاس عام لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خاصانِ خدا کے حق میں واقعی حال بیان کر دینا کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا بلکہ اسکے اخفا میں بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ

خاصان خدا کے مصائب بیان کرنے سے اُن کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اُن جفاکاروں اور ظالموں کی توہین ہوتی ہے جنکے ہاتھوں سے یہ ظلم ظاہر ہوتے ہیں علاوہ بریں آپ کا یہ اعتراض صرف شیعہ حضرات ہی پر نہ ہونا چاہیئے بلکہ اہلسنت پر بھی ہونا چاہیئے کیونکہ ان حضرات نے بھی تمام واقعات کربلا من اولہ الی آخرہ از روانگی مدینہ تا اسیری اہلبیتؑ و معاودت مدینہ نہایت توضیح و تفصیل سے درج فرمائے ہیں اور مخدرات عصمت و طہارت کے اسمائی مقدسہ کو بھی ذکر فرمایا ہے اور اُنکی کتابیں آج دوست و دشمن سب کے ہاتھوں میں ہیں پس اگر یہ بات قابل شرم اور رسوائی تھی تو اُن حضرات نے ایسا کیوں کیا اور اس اعلان کو کیوں روا رکھا پس جو جواب اس بارے میں آپ کا ہے وہی ہمارا ہے بھائی صاحب اس قسم کے اعتراضات ہمارے وہابی صاحبان کو سوجھا کرتے ہیں جنکے پیشوا و مقتدا عبدالوہاب صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی قبر مبارک کو صنم اکبر کا لقب بخشا ہے اور ایسی بے ادبی اور گستاخی کو آنحضرت کی شان میں روا رکھا ہے ان کے تابعین جب ایسے الفاظ سے توہین رسول خیال نہیں کرتے تو واقعات کربلا کے بیان سے کیوں توہین کا وسوسہ دل میں پیدا کرتے ہیں۔ داد داد انصاف انصاف۔

کریم۔ اچھا اگر تعزیہ داری سے امام علیہ السلام پر رونا ہی مقصود ہے تو اسکی کیا ضرورت کہ دھوم دھام سے مجلسیں کیجائیں امام باڑہ سجائے جائیں۔ ہزاروں کا مجمع کیا جائے، اور ایک کی دیکھا دیکھی دوسرا رو دے، اور پھر شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔ اگر امام سے محبت ہی ہو تو گھر میں تنہا بیٹھ کر بھی رو سکتے ہیں۔

محسن۔ بھئی کریم یہ تم نے تو عجیب کچھ بے تک بات کہی کون اسبات کو نہیں جانتا کہ جو کام جماعت کیساتھ کیا جاتا ہے وہ فرداً فرداً کرنے سے کہیں زیادہ موثر اور پر رونق ہوا کرتا ہے اور لوگوں کو دلوں میں شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تمہارے نزدیک فرداً فرداً ہی ہر ایک کام اچھا ہے تو آج ہی سے نماز جماعت سے بھی دست کش ہو جاؤ۔ اور تنہا اپنے گھر میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرو۔ کیا تم کو

نہیں معلوم کہ نماز جماعت کا ثواب اس لئے زیادہ رکھا گیا ہے کہ اس سے شوکت اسلام بھی ظاہر ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں شوق عبادت بھی پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں چند آدمیوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے ایک حال بھی دوسرے کو معلوم ہوتا رہتا ہے اب میں مجالس کے فضائل کے متعلق چند حدیثیں آپ سے بیان کرتا ہوں کہ کتاب اخبار الاحزان میں مسطور ہیں۔

صاحب قرب الاسناد عن الازدی عن ابی عبد الله قال قال للفضیل اتجلسون وتحدثون قال نعم فداک قال ان تلک المجالس احب الی فاحیوا امرنا یا فضیل فرحم الله من احیا امرنا یا فضیل من ذکرنا او ذکرنا عنده فخرج من عینیه مثل جناح الذباب غفر الله ذنوبه ولو کانت اکثر من زبد البحر

فرمایا حضرت ابو عبد اللہ نے اے فضیل کیا تم مجلسیں کرتے ہو اور ہمارا ذکر کرتے ہو کہا ہاں میں آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا یہ مجلسیں مجھے زیادہ محبوب ہیں پس اے فضیل تم بھی ہمارے امر کو زندہ رکھو اے فضیل خدا رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے ذکر کو زندہ رکھے جو شخص ہمارا ذکر کرے یا اسکے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اسکی آنکھ سے مثل پر مگس کے آنسو کا قطرہ نکل آئے تو خدا اسکے گناہ بخشدیگا اگرچہ مثل کف دریا ہوں۔

تنبیہ الغافلین ابو اللیث محدث اور فقیہ سمرقندی میں یہ حدیث منقول ہے۔

روی عن ابی هریرة وعن ابو سعید الخدری رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وآله قال ان لله ملائکة سیاحین فی الارض فاذا وجدوا قوما یذکرون الله تعالی تنادون فیقولون هلموا الی بغیتکم فیجیئون ویحفون بهم فاذا صعدوا الی السماء یقول الله تعالی علی ای شیء ترکتم عبادی ما ذا یصنعون وهو

راوی کہتا ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ خدا کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں پس جب وہ کسی قوم کو ایک جگہ ذکر خدا کرتا ہوا پاتے ہیں تو انکو پکار کر کہتے ہیں آؤ اپنی خواہشوں کو لو پھر وہ فرشتے محفل میں آتے ہیں اور انکے ساتھ محبت کا برتاو کرتے ہیں پس جب وہ آسمان پر جاتے ہیں تو خدا ان سے پوچھتا ہے کہ کس حالت میں تم ہمارے

اعلم بھم یقولون ترکناھم یحمدونک ویذکرونک ۔ الخ

بندوں کو چھوڑ کر آئے ہو پس وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری حمد کرتے ہیں ۔ اور تیرا ذکر کرتے ہیں

دوسری حدیث میں ہے ۔

قال النبیؐ ما جلس قوم یذکرون الا ناداھم مناد من السماء قوموا فقد بدلت سیاتکم حسنات و غفر لکم جمیعا وما قعد عدة من اھل الارض یذکرون اللہ تعالیٰ الا قعد معھم عدة من الملائکة

فرمایا رسولؐ نے جب کوئی قوم کہیں بیٹھکر ذکر خدا کرتی ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے گناہ نیکیوں سے بدلے گئے اور تم سبکو بخشدیا گیا اور جتنے لوگ اہل زمیں سے ذکر خدا کرتے ہیں اُتنے ہی فرشتے ان کے ساتھ آکر بیٹھتے ہیں

اب رہا عزاخانوں کا سجانا تو یہ بھی عوام کی دلچسپی اور اظہار شوکت اسلام کے لیے ہوتا ہے کیا آپ اسبات کو پسند کرتے ہیں کہ لوگ کسی ایسے مکان میں جمع ہوکر مجلس کریں جہاں خاک اڑتی ہو اندھیرا چھایا ہوا ہو حقیقت یہ ہے کہ مکان حیثیت سے مکین کی حیثیت کا پتہ چلا کرتا ہے کیونکہ امام باڑہ منسوب ہے طرف امام علیہ السلام کے لہذا اس کا ذلیل حالت میں رکھنا توہین امامؑ ہے اسی امر پر نظر رکھتے ہوئے عموماً مساجد وغیرہ کو زینت دی جاتی ہے اسی بناء پر روضۂ اقدس جناب رسولخدا کو زینت دی گئی ہے ۔

کریم اچھا یہ تو بتاؤ یہ مجالس جو کی جاتی ہیں تو اُن سے غرض حصول ثواب ہے یا کچھ اور پس اگر حصول ثواب ہے تو ہماری رائے میں بجائے مرثیہ گانے کے قرآن شریف پڑھنا چاہیے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو بھی ثواب ملے اور سننے والوں کو بھی اور امام کی روح بھی خوش ہو بھلا تعزیہ بنا کر اور مرثیہ گا کر حضرت آدمؑ سے لیکر تا خاتم النبیینؐ کوئی پیغمبر بھی رویا ہے جسکی تاسی میں آپ یہ عمل کرتے ہیں اگر یہ کہو کہ قرآن شریف کو عام لوگ نہیں سمجھتے تو بھائی اسکا ترجمہ پڑھا کرو تاکہ رونا اور ہنسنا دونوں آئے ۔

محسن بھائی صاحب قرآن کا پڑھنا بھی باعث ثواب ہے ۔ اور ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام

بھی خواہ نظماً ہو خواہ نثراً موجب اجر کا ہے تو اس صورت میں آپ کو اعتراض کا حق نہیں کیونکہ ایک امر کے بجالانے سے دوسرے کا ترک لازم نہیں آتا ہاں اگر ذکر حسینؑ میں ثواب نہ ملتا ہوتا تو آپ ضرور اس وقت یہ کہہ سکتے تھے کہ بجائے اسکے ایسا کام کرو جس سے ثواب حاصل ہو خدا اور رسولؐ نے بہت سے نیک اعمال قرار دیے ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک محل و موقع ہے پس ایسی حالت میں یہ ضرور نہیں کہ ہر مقام پر قرآن ہی پڑھا جائے دوسرے حضرات اہلسنت نے خطبہ جمعہ میں جو بالعوض دو رکعت نماز ظہر ہے حضرات خلفائے اربعہ کے اسماء درج کئے ہیں پس آیا وہ ان ناموں کو افضل جانتے ہیں یا قرآن کو اگر قرآن کو افضل جانتے ہیں تو پھر بجائے ان ناموں کے خطبہ میں آیات قرآنی کیوں نہیں (۴) تیسرے یہ کہ آپ محافل میلاد میں جو ذکر ولادت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کرتے ہیں تو بجائے اسکے قرآن کیوں نہیں پڑھتے پس اس بارہ میں جو جواب آپ کا ہے وہی ہمارا ہے۔ اب رہا مرثیہ کو گا کر پڑھنے پر اعتراض تو میں پہلے آپ پر یہ ظاہر کر چکا ہوں کہ غنا مذہب امامیہ میں حرام ہے۔ جو لوگ غنا سے کام لیتے ہیں وہ برا کرتے ہیں لیکن غضب تو یہ ہے کہ آپ نے لحن اور حسن صوت کو بھی غنا ہی قرار دے لیا ہے اور اس امر پر غور نہیں کیا کہ مذہب اہلسنت میں تو قراءت قرآن میں بھی غنا کو جائز کہا گیا ہے اور اسکی تائید میں یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن میں غنا نہ کرے) چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں،

"و اختلاف کردہ اند علماء در مسئلہ تغنی بالقرآن بعضے مطلق جائز دارند یعنی اگرچہ لازم آید افراط در مد و اشباع حرکات و مانند آں و اگرچہ بقوانین موسیقی باشد و بعضے مطلق منع کنند	علماء نے مسئلہ تغنی بالقرآن میں اختلاف کیا ہے بعض مطلق جائز جانتے ہیں اگرچہ اس سے افراط مد و اشباع حرکات وغیرہ لازم آئے اور اگرچہ وہ قوانین موسیقی کے موافق ہو اور بعض مطلق منع کرتے ہیں"

پس ایسی صورت میں اگر مصائب اہلبیت کو لحن سے پڑھا جائے تو جواز کیوں نہ رہیگا۔ اب رہی یہ بات کہ

آدم سے لیکر خاتم الانبیاء تک کس کون مرثیہ گا گزر رہا ہے۔ جو تم نے یہ تدبیر نکالی۔ تو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ تعزیہ بنانا ایک امر مباح ہے اور مرثیہ کہنا سنت اہلبیت کرام و صحابہ عظام ہے پس اسپر اعتراض کرنا۔ گویا ان حضرات پر اعتراض کرنا ہے۔ مرثیہ کی حسن صوت کو آپ گانے سے کیوں تعبیر کرتے ہیں جسطرح مغنی بالقرآن سے آپ حسن صوت مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح مرثیہ میں بھی حُسن صوت ہے۔ نہ کہ غنا۔ اگر مغنی بالقرآن قواعد موسیقی سے خارج نہیں تو پھر مرثیہ کے اوپر کیوں اعتراض ہے۔ برادر عزیز پہلے ان حفاظ پر اعتراض کیجیے جنہوں نے قرآن کو غزل و ترانہ بنا رکھا ہے اور جن کے متعلق صاحب مثنوی یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ؎

گر ترا ذوق خدا دانی بود | نغمات بے راح ریحانی بود
در تلاوت نغمہ سازی میکنی | نے۔گی بہو و بازی میکنی
با ادب برخواں ترانہ نیست ایں | محفل چنگ و چغانہ نیست ایں
در پے ترجیع و درازی مطلبے | فکر پیم تو قاری رہا مطربے
سورۂ قرآن با اعجاز ہست | یا کلام حافظ شیراز ہست
کے تواں در خواندنش تحریر کرد | مغنیش باید بدل تحریر کرد
میروی دور از رہ شرع قویم | در صراط اراط المستقیم
خواند رب العالمین مرح الامیں | یا کہ رب العاد ارز آلمیں
ہست الدیہم بما خود خوشنما | چیست یاد ای ردی ایجم یا
گر تو چوں داؤد بر خوانی زبور | چوں سلیماں حکم رانی بر طیور

اب رہا یہ فرمانا کہ اگر لوگ نہیں سمجھتے تو قرآن کا اردو ترجمہ پڑھ دیجیے تو یہ سب باتیں تو جہاں وقت کی جائیں جبکہ ذکر فضائل و مصائب اہلبیت میں ثواب و اجر نہو اور جب ایسا ہے تو پھر اسکی کیا ضرورت اگر آپ کے نزدیک یہ صورت بہتر ہے تو محافل میلاد نبوی میں ایسا ہی کیا کیجیے اور حضرات صوفیہ کرام سے فرما دیجیے کہ بجائے حال و قال و سماع و سرود کے قرآن یا قرآن

کا ترجمہ پڑھا کریں اور اُسی سے کیف وجدانی اور حظ روحانی حاصل کیا کریں تاکہ صاحب مثنوی کی زبان سے یوں مورد طعن و تشنیع نہ بنیں ؎

صوفیاں در ذکر بدعت کردہ اند ۔۔۔ انحرافے از شریعت کردہ اند

گاہ مے رقصند و افشانند دست ۔۔۔ گاہ چوں دیوانہ اند و گاہ مست

پائے کوبانند و غافل از اصول ۔۔۔ منحرف از جادہ آل رسول

مرثیہ گوئی کے متعلق مجھے اتنا کہنا اور ہے کہ جناب فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کے مرثیہ میں کئی بیتیں کہیں۔ اور حضرت امام حسین کے متعلق بھی قوم جن کے مرثیہ مشہور ہیں پس اگر مرثیہ گوئی ناجائز ہوتی تو جناب سیدہ کیوں ایسا کام کرتیں،

کریم۔ بھئی تمہارے مرثیوں اور جناب سیدہ کے مرثیہ میں بہت فرق ہے۔ وہ ایک بے اختیاری کی حالت میں دو چار شعر زبان سے نکل گئے تھے۔ جو ان معظمہ کے ٹوٹے دل کی آہ تھی۔ مگر تمہارے مرثیوں میں تکلف اور بناوٹ ہے۔ اور ان میں بہاسیں بھری پڑی ہیں۔ دوسرے وہاں تال سر اور کنگری وغیرہ کو کوئی دخل نہ تھا۔ تمہارے یہاں یہ سب کچھ ہے۔ وہاں سوائی جوابی کوئی نہ آتا، تمہارے یہاں بغیر اس کے کوئی مرثیہ نہیں ہوتا۔ وہاں حلقے باندھ باندھ کر مکانوں و بازاروں میں نہ پڑھا جاتا تھا۔ تم ایسا دھڑے سے کرتے ہو وہاں رسول کا کوئی تابوت یا تخت بنا کر اس کے پیچھے نوحہ خوانی نہ کی گئی تھی۔ تم یہ سب کرتے ہو۔ مرثیہ تو اس قسم کی نظم کو کہتے ہیں جس میں میت کے اوصاف بیان کئے جائیں۔ نہ یہ کہ گاگاکر میت کی رسوائی شکست اور ذلت و غربت کا حال بیان کیا جائے۔

محسن۔ برادر یہ آپ کا فرمانا کہ بے اختیاری کی حالت میں ایک دو شعر زبان سے نکل گئے تھے اس کی دلیل نہیں کہ مرثیہ میں زیادہ شعر کسی کی زبان سے نکلے ہی نہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت کے غم میں بہت سے اصحاب نے طولانی مرثیے کہے۔ اور خود جناب سیدہ نے بہت سے مرثیہ فرمائے جن میں سے بعض مشہور ہوئے۔ اور بعض مشہور نہ ہوئے، لہذا آپ کا یہ خیال کہ حالت

بے اختیاری میں دو چار شعر زبان پر آگئے صحیح نہیں۔ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں

وہر کدام از اہلبیت آنحضرت و صحابہ عظام مرثیہ در وفات آنحضرت در سلک نظم کشیدند اول ایشان فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بود کہ چوں بعد از دفن بزیارت قبر شریف رفت خاکے از آنجا برداشت وبدیدہ غم دیدہ گریہ کرد و این شعر انشا نمود

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا ∴ صبت علی مصائب لو انہا ∴ صبت علی الایام صرن لیالیا

بعضے گفتہ اند کہ این مقولہ مقولہ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ است کہ فاطمہ زہرا انشا نمود و نیز در وقت زیارت دیگر گفتہ است۔

اذا اشتد شوقی زرت قبرک باکیا ∴ انوح واشکو لا اراک مجاوبی ∴ فیا ساکن الغبراء علمتنی البکاء ∴ وذکرک انسانی جمیع المصائب ∴ فان کنت عنی فی التراب مغیبا ∴ فما کنت من قلب الحزین بغائب ∴

ہر شخص نے آنحضرت کا اہلبیت و صحابہ میں سے ایک ایک مرثیہ آپ کی وفات کے غم میں منظوم کیا اول ان میں سے جناب فاطمہ زہرا ہیں کہ بعد دفن جب قبر شریف کی زیارت کو گئیں تو تھوڑی خاک اُٹھائی اور دیدہ غمدیدہ سے رونا شروع کیا اور یہ شعر

کوئی عجیب نہیں اگر تربت احمد کا سونگھنے والا تمام عمر کسی خوشبو کو نہ سونگھے۔

میرے اوپر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتے تو راتیں بن جاتے

بعض نے کہا ہے کہ یہ حضرت علی کا مقولہ تھا جو جناب سیدہ نے نظم کیا اور دوسری زیارت کے موقع پر فرمایا۔

اب میرے شوق نے زور کیا تو میں آپ کی قبر پر روتی ہوئی آگئی ہیں روتی ہوں اور شکایت کرتی ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے اے زمین کے ساکن مجھے بکا نے بیمار ڈالدیا اور آپ کے ذکر نے تمام مصائب کو بھلا دیا ہیں اگرچہ آپ خاک کے [illegible]

رنجیدہ دل سے غائب نہیں ہوئے۔

و از جملہ مراثی کہ منسوب بہ حضرت زہراؑ است
این دو بیت است۔

نفسی علی زفراتها محبوسة
یالیتها خرجت مع الزفرات
لا خیر بعدک فی الحیوة وانما
ابکی مخافة ان یطول حیاتی

اور اُن بہت سے مرثیوں میں سے جو حضرت فاطمہؑ
کی طرف منسوب ہیں دو بیت یہ ہیں۔

میرا دم رنج و غم کی دل گرفتیوں سے اُلجھتا ہے
کاش کہ یہ نکل جاتا کیونکہ بعد آپ کے زندگی کا
مزہ نہ رہا میں اس کھٹکے میں برابر رو رہی ہوں کہ
کہیں میری حیات طولانی نہ ہو جائے۔

آپ تو دو چار شعر ہی فرماتے تھے میں نے صاحب مدارج النبوۃ کی تحریر کے مطابق آپ پر یہ ثابت کر دیا کہ اُن معصومہ نے بہت سے مرثیے لکھے" کیونکہ "و از جملہ مراثی" سے بھی ظاہر ہوتا ہے پس یہ تو صرف جناب سیدہؑ کے متعلق تھا اگر تمام اہلبیتؑ کے مراثی کو جمع کیا جائے تو کیا خاصی ایک پلٹن نہ بن جائیگی بھائی صاحب اگر اس زمانہ میں مرثیے مجلد نہ تھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ احادیث تک مجلد نہیں رہا گانا تو اُسکے متعلق میں پہلے ہی ظاہر کر چکا کہ مذہب امامیہ میں گانا حرام ہے اور اگر عوام میں کوئی ایسا کرے تو وہ قابل مدح نہیں محتاط لوگ ہمیشہ غنا سے پرہیز کرتے ہیں لیکن بڑے غضب کی بات تو یہ ہے کہ آپ حسنِ صوت کو بھی غنا ہی قرار دیئے لیتے ہیں۔ چونکہ حسن صوت سے دل پر اثر ہوتا ہے اس لیئے مرثیوں کو لحن میں پڑھا جاتا ہے اسی اثر کی بنا پر تو رتل القرآن ترتیلا آیا ہے یعنی قرآن کو ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھو حضرات اہلسنت و اُنکے متعلق اعتراض کرنا کچھ زیب نہیں دیتا جبکہ اُن کے یہاں جواز غنا تک کی روایات موجود ہیں
صاحب مدارج النبوۃ جلد اول کے صـ۴۹۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بدانکہ صاحب امتاع ذکر کردہ است در سماع
سہ قول را حرمت و کراہت و اباحت و ذکر کردہ
دلائل ہر مذہب را و ترجیح کرد مذہب اباحت را
چونکہ مدعاے اوست و جواب داد از استدلالات

صاحب امتاع نے گانے کے متعلق تین قول ذکر
کئے ہیں حرمت کراہت و اباحت اور ہر ایک کی
دلیلیں ذکر کرکے مذہب اباحت کو ترجیح دی ہے
جیسا کہ اُسکا مدعا ہے اور جواب دیا ہے حرمت

وتمسکات حرمت وکراہت و اطناب کردہ در اثبات
مذہب اباحت و اثبات کردہ آنرا بکتاب وسنت
واجماع وقیاس و وجہ قیاس آنکہ چون
ثابت شدہ در سنت صحیحہ جواز تغنی بقرآن پس
در شعر نیز جائز باشد

وکراہت کے متعلق دلیلوں کا اور اثبات مذہب
اباحت میں طول دیا ہے اور اسکو کتاب وسنت
واجماع وقیاس سے ثابت کیا ہے اور قیاس کی
صورت یہ نکالی ہے کہ جب سنت صحیحہ سے جواز تغنی
بالقرآن ثابت ہے تو شعر میں بھی غنا جائز ہوگا

اور اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ میں محدث مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

ونقل کردہ است فاکہی در تاریخ مکہ معظمہ بسند خود
کہ وارد از موسی بن المغیرہ الجمحی کہ خواندہ عطا
ابن ابی رباح را پس در آمد و بودند در انجا قومے
کہ میزدند عود را و تغنی میکردند چون دیدند عطا
را کہ در آمد باز آمدند ازاں پس گفت نمے
نشینم تا عود نکنند بانچہ میکردند پس نشست
و تغنی کردند صاحب امتاع ہمیں عود را اصل
ساختہ و مزامیر دیگر را بر آں قیاس کردہ

فاکہی نے تاریخ مکہ معظمہ میں موسی بن المغیرہ سے نقل
کیا ہے کہ اس نے عطا ابن ابی رباح کو بلایا اور اسوقت
وہاں کچھ لوگ عود باجا بجا رہے تھے اور گا رہے تھے
جب لوگوں نے عطا کو آتے دیکھا تو رک گئے عطا نے
کہا میں جب تک نہ بیٹھونگا تاوقتیکہ یہ لوگ وہی
نہ کریں جو کچھ کر رہے تھے پس وہ بیٹھ گیا اور گانے
لگا صاحب امتاع نے اسی روایت سے عود کو اصل
قرار دیکر باقی مزامیر کا اس پر قیاس کر لیا۔

اس روایت سے واضح ہو گیا تغنی یہ تحریر و ترجیع اور رعایت قوانین موسیقی اور عود وطنبور کا بجانا مذہب اہلسنت میں مباح ہے۔ رہا بازاروں اور مکانوں میں مرثیوں کا پڑھنا تو ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان واقعہ کو سہو و لہو نہ کر دیں اور محسن اسلام کے اس قابل قدر احسان کو پس پشت نہ ڈالدیں اگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے قاتل بھی مسلمان ہوتے اور آنحضرت کو بھی انہیں مصائب کا سامنا ہوتا جو امام حسینؑ اور ان کے اعزہ و انصار کو بدطینت مسلمانوں کے ہاتھوں کربلا میں جھیلنے پڑے تو یقیناً رسول اللہ کا نوحہ و ماتم بھی اہلبیت رسول اور صحابہ عظام کی

طرح کرتے جسطرح ہم کر رہے ہیں رسول اللہ کی نعش مبارک کے ساتھ کیا بے ادبی کی گئی تھی جو اُن کا تابوت نکالا جاتا اُن کے سامنے کب اُن کی اولاد پیاسی رہی تھی کہ کسی علم میں سوکھی مشک لٹکا کر دکھایا جاتا رسول کا گھوڑا کب اپنا سوار کھو کر اور زخمی ہو کر کٹی باگوں سے واپس آیا تھا کہ اصحاب رسول ذوالجناح نکالتے رسول کی قبر کے ساتھ کب بے حرمتی کی گئی تھی کہ تعزیہ بنانے کی ضرورت پیش آتی یہ تمام باتیں چونکہ حسین بن علی علیہ السلام سے مخصوص ہو گئیں لہٰذا ان کے عزاداروں اور دوستوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ عوام الناس پر اظہار کرنے کیلئے ایسے سامانِ عزا تیار کیے جائیں جن سے ان تمام واقعات کا نقشہ لوگوں کی آنکھوں میں سما جائے

کریم اچھا اب آج کی گفتگو ختم کی جاتی ہے انشاء اللہ کل پھر تبادلہ خیالات ہو گا۔

محسن بہت اچھا کل کس وقت آپ کی تشریف آوری کا انتظار کروں۔

کریم وہی بعد دوپہر۔

چوتھی صحبت

کریم ہاں بھائی محسن آج میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ حضرات کا جو یہ خیال ہے کہ امام علیہ السلام نے چونکہ ہمارے لئے اپنا سر دیا ہے اس لئے ہم انکی عزاداری کرتے ہیں تو بھی کسی کا سر دینا دو جہت سے ہوتا ہے یا تو کسی دنیوی حادثہ سے بچاؤ کے لئے یا اخروی نجات کیلئے۔ پس دنیوی بچاؤ کی صورت تو یوں سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں یزید اسوقت تمام امت کے سر اڑائے دیتا تھا جو امام حسین نے اپنا سر دے کر سب کو قتل سے بچا لیا اب رہا اخروی فائدہ سو اس کی متعلق یہ ہے کہ خدا و رسول نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ سدوز قیامت تمہاری گناہ امام کے سر کٹانے کے باعث بخشے جائینگے بلکہ انھوں نے تو یہی فرمایا ہے کہ ہر شخص وہاں اپنے اپنے گناہوں میں ماخوذ ہو گا۔

محسن - بھئی کریم معاف فرمانا تم نے قطعاً اس مسئلہ پر غور ہی نہیں کیا ورنہ ایسا لغو اعتراض
نہ فرماتے بھائی صاحب سر کٹا کر نجات دلانے کا یہ مطلب ہے کہ امام علیہ السلام نے حفاظت دین
میں اپنا سر دیکر سرکار الٰہی میں رتبۂ شفاعت حاصل کیا یعنی وہ روز قیامت اپنی شفاعت
و سفارش سے جتنے گنہگار مومنین کو چاہینگے بخشوا دینگے نہ یہ کہ انکے سر کٹانے کی وجہ سے تمام امت
بخشدی جائے گی اور اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہو گی۔ پس چونکہ اُنھوں نے انتہائی مصائب
اُٹھا کر ہمارے سفارشی بننے کا مرتبہ حاصل کیا۔ لہذا اس احسان کے صلہ میں ہم ہر سال اُنکے غم
کو تازہ کرکے اور اُنکی شہادت کی یادگار تعزیہ داری کی صورت میں قائم کرتے ہیں

کریم۔ اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی
اے مسلمانو قوت پکڑو صبر سے اور نماز سے جس سے معلوم ہوا کہ جب مشکل یا مصیبت پڑے
تو مسلمان کو چاہئے کہ ہمیں صبر اور نماز سے قوت حاصل کرے کیونکہ صبر کرنا ایمان کی
نشانی ہے اور نماز خدا کی طرف رجوع کرنے کا سبب ہے۔ اور صبر عربی اسی کا نام ہے کہ مصیبت
میں آپ کو نوحہ و زاری اور سر پیٹنے اور گریبان پھاڑنے سے روکے اور نماز پڑھنی
گویا مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کرنا اور دعا کرنا جیسا کہ ہمارے پیغمبر جب کسی دکھ
میں ہوتے تھے۔ تو نماز پڑھنے لگتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم
کو بادشاہ مصر نے پکڑوا کر منگوا لیا تھا۔ تو حضرت ابراہیم اس مصیبت میں نماز پڑھنے لگے
تھے۔ اور حضرت سارا نے بھی بادشاہ کے سامنے جاکر نماز شروع کر دی تھی۔ اسی طرح
حضرت عبد اللہ ابن عباس بھی اپنے بیٹے کی موت کا حال سُنکر نماز پڑھنے لگے تھے اور
مشہور ہے کہ حضرت امام حسینؑ بھی سجدے میں ہی شہید ہوئے۔ پس تعزیہ ان دونوں
باتوں کے خلاف ہے صبر کی جگہ اس میں سر پیٹنا اور چھاتی کوٹنا اور آہ و زاری کرنا ہے
اور نماز کی جگہ وہ مرثیہ ہے جسمیں تمام بے صبری و شکایت کا قصہ درج ہوتا ہے اور پھر
اس سے تال و سُر بھی نکلتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ تعزیہ میں سراسر بے صبری ہے کہ جس سے اللہ

کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور انبیاء و اولیاء کے عمل کی تاسی جاتی ہے

محسن - میرے پیارے دوست آپ نے صبر کے معنی ہی نہیں سمجھے کسی غم میں گریہ و بکا کرنا خلاف صبر نہیں۔ بلکہ موافقت فطرت ہونے کی وجہ سے اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا البتہ اگر کسی مصیبت میں کوئی شخص ایسا کلام کہے جس سے ذات الٰہی پر کوئی اعتراض ہوتا ہو تو البتہ اس کو بے صبری کہا جائے گا۔ کیوں کہ فاعل کے فعل پر اعتراض کرنے کا نام ہی بے صبری ہے۔ کیا آپ نے قرآن میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ نہیں پڑھا۔ کہ جب حضرت موسیٰ بحکم الٰہی حصول تعلیم کی غرض سے حضرت خضر کے ساتھ ہوئے۔ اور انھوں نے دریا سے پار اترنے کے بعد اس کشتی میں سوراخ کر دیا تو حضرت موسیٰ نے ان کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ تب حضرت خضر نے فرمایا انک لن تستطیع معی صبرا (تم میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتے) یہ تو ظاہر ہے کہ وہاں کچھ رونا پیٹنا تو تھا ہی نہیں جس کی وجہ سے بے صبری ہوتی البتہ حضرت خضر کے فعل پر اعتراض تھا۔ اسی بنا پر ان کو بے صبر کہا گیا اگر رونا بے صبری میں داخل ہوتا تو جیسا میں پہلے آپ پر ظاہر کر چکا ہوں حضرت رسولخدا ہرگز جناب حمزہ کی شہادت پر گریہ و بکا نہ فرماتے۔ کیا آپ کے نزدیک آنحضرت بے صبر تھے۔ اور ان اللہ مع الصابرین کی بشارت سے بے خبر تھے۔ پس صاف طور سے جانا گیا کہ بے صبری اس کا نام نہیں بلکہ عدم رضائے قلب اور اعتراض بر فعل فاعل کا نام ہے چنانچہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرماتے ہیں ۔۔

شکی نیست کہ صبر از اعظم خصائل نفسانی و جزع از رذائل است و ظاہر است کہ صبر از انفعالات نفسانی است و تعلق بقلب دارد اگر با وجود اطمینان قلب و ثبات قدم بر جادہ صبر و رضا بقضائے الٰہی جل اعلامہ و استعمال بعضے [illegible]

اس میں شک نہیں کہ صبر بہترین خصلت نفسانی ہے اور جزع رذائل میں سے ہے اور صبر انفعالات نفسانی میں سے ہے اور قلب سے تعلق رکھتا ہے اگر باوجود اطمینان قلب اور راہ رضا میں ثبات قدم رکھنے کے محض اظہار اعلام و استعمال بعض رسوم تھا

امور کہ بحسب ظاہر دلالت بر عدم اصطبار و سکینت یعنی جزع
بیاید محذورے ندارد و منافاتے بمقام صبر نخواہد داشت

کسی شخص سے ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر عدم صبر
پر دال ہوں تو کوئی حرج نہیں اور صبر کے خلاف نہ سمجھے

اور شیخ عبد الحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

پس بسیار سخت شد مرض وے صلعم چنانچہ آوردہ
اند کہ اضطراب می نمود و بر فرش خود از پہلو بپہلو
می گشت عائشہ می گوید پس گفتم یا رسول اللہ
اگر مثل ایں حالت از یکے از ما بوجود آید عیب
می کنی و در غضب می آئی فرمود اے عائشہ مرض
نہایت سختی دارد الی آخرہ۔

پس حضرت کا مرض بہت سخت ہو گیا اور بیان
کیا ہے کہ حضرت سے اضطراب ظاہر ہوتا تھا اور
آپ پہلو پر پہلو بدل رہے تھے عائشہ نے کہا یا
رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی سے ایسا عمل ظاہر
ہوتا ہے تو آپ ملامت کرتے اور غصہ میں آتے ہیں
فرمایا اے عائشہ مرض نہایت سختی رکھتا ہے۔

اس کے بعد محدث مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

اما جزع و فزع در بلا یا آہ و نالہ در امراض چہ حکم
دارد اینجا سخن جزع و فزع کہ بمعنی بے صبری و بے
طاقتی است و مکروہ داشتن بلا و گریختن از آں حرام
است بے خلاف و آہ و نالہ کہ بقصد اظہار غرض جز
شکستگی و بیچارگی کہ لازم حال بندگی ست و اضطراب
و بیقراری کہ از شدت مرض و صعوبت آں عارض
گردد دیگر است و داخل جزع و فزع و مکروہ و داخل شکایت نیست
و گریختن و شکایت از بلیہ نیست و حدیث عائشہ
رضی اللہ عنہ کہ در بیان حال شریف مذکور شد در
اثبات آں کافی است آرے بیقراری و نالہ و زاری اگر
از عدم رضا و تسلیم باشد مکروہ است و داخل شکایت الحق

لیکن جزع و فزع مصیبت میں یا آہ و نالہ مرض
میں کیا حکم رکھتا ہے؟ پس ایسی جزع و فزع جو
بے صبری ظاہر کرے اور بلا کو برا سمجھے اور اس سے
بھاگنا چاہے تو بے اختلاف حرام ہے اور آہ و نالہ
جو بقصد ظاہر کرنے اپنی پریشانی و شکستگی حال اور
بیچارگی ہو کہ جو لازم حال بندگی ہے اور وہ اضطراب
و بیقراری کہ شدت مرض سے عارض ہو اور جزع سے
اور جزع و فزع و شکایت مصیبت میں داخل نہیں
اور جو حدیث عائشہ آنحضرت کے حال میں مذکور ہوئی وہ
اس کے ثبوت میں کافی ہے ہاں جو بیقراری اور نالہ و زاری عدم
رضا و تسلیم سے ہو وہ مکروہ بھی ہے اور داخل شکایت بھی

آپ نے جو صبر عرفی کے متعلق فرمایا۔ یہاں بحث صبر شرعی سے ہونی چاہیئے نہ صبر عرفی سے پس اگر شرعاً رونا ممنوع ہوتا تو آنحضرت شہادت حمزہ پر کیوں نوحہ فرماتے اسکے علاوہ مدارج النبوۃ صفحہ ۵۲۹ پر مرقوم ہے کہ آنحضرت اپنے فرزند ابراہیم کے سکرات موت کے وقت روئے اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۰ پر ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے جب حضرت کی خبر وفات آپکی زبانی سُنی تو گریہ کی اور حضرت نے اُن کو تسلی دی اور صفحہ ۵۲۵ پر ہے کہ آنحضرت کے دفن کے بعد صحابہ نے سر پر خاک ڈالی اور بے اختیار گریہ وزاری کی خاص کر جناب سیدہ زار زار روئیں اسی طرح حضرت عائشہ رات دن حضرت کو یاد کرکے روتی تھیں اب آپ ہی جواب دیجئے کہ لوگوں نے بجائے رونے کے نماز کیوں نہ پڑھی اور صبر کو کیوں نہ اختیار فرمایا آپ نے حضرت ابراہیم و حضرت سارا کی نماز کا جو ذکر فرمایا ہے تو اُن کا یہ نماز پڑھنا استجابت دعا کی غرض سے تھا نہ بہ نظر عاجزی و شکستگی و اظہار صبر۔ رہا ابن عباس کا معاملہ تو اسی مدارج النبوۃ کے صفحہ ۵ پر تحریر ہے کہ ابن عباس روز وفات آنحضرت کو یاد کر کر کے زار زار روتے تھے پس وہ نماز پڑھنا اُن کا کسی اور جہت سے ہوگا نہ اس غرض خاص کے لیئے جو آپ نے بیان فرمائی ہے اسی طرح حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا رونا بھی اکثر موقعوں پر ثابت ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں تحریر فرمایا ہے پس اب تو آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ رونا حضرات انبیاء و ائمہؑ کی حقیقی سنت ہے اب رہا سر و چھاتی پیٹنا تو اُسکے متعلق بھی سُن لیجئے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۵ پر مرقوم ہے۔

پس فرمود آنحضرت علیہ السلام بلال را تا بگوید ابوبکر را کہ بگذارد نماز با مردم پس بیرون آمد بلال دست بر سر زناں و فریاد کناں وا فریداہ بریدہ شُد امید و شکستہ شد پشت کاش کہ نمی زائید مادر من و چوں زائید کاش مے مردم پیش ایں روز و

پس فرمایا آنحضرت نے بلال سے کہ جا کر ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس بلال سر پیٹتے اور فریاد کرتے نکلے کہ ہائے سب اُمیدیں مٹ گئیں اور کمر ٹوٹ گئی کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنتی تو اس سے پہلے مر جاتا تاکہ

نشنیدم از پیغمبر خدا ایں حال را۔ | پیغمبر خدا کی یہ حالت نہ دیکھنا۔

پس اب فرمایئے بلال جیسے صحابی نے آیۂ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ سے کیوں انحراف کیا اور بجائے سر پیٹنے کے نماز پڑھنے میں کیوں نہ مشغول ہو گئے اور کیوں بے صبری ان سے ظہور پذیر آئی اور پھر رسولؐ خدا نے ان کو اس فعل پر تنبیہ کیوں نہ کی یہ آپ کا خیال بھی غلط ہے کہ مرثیوں میں سراسر شکایت و بے صبری کا بیان ہوتا ہے بلکہ ان میں تو صبر و شجاعت حضرت امام حسینؑ اور اُن کے احباب کا ذکر کیا جاتا ہے یا مظالم فوج یزیدؔ کا رہا تال و مراثی کے متعلق چند بار ذکر کیا جا چکا کہ غنا مذہب امامیہ میں جائز نہیں اور نہ کوئی مرثیہ گایا جاتا ہے۔ بلکہ حسن صوت سے پڑھا جاتا ہے اور حسن صوت جائز ہے پس فرمایئے تعزیہ داری میں کونسا امر خلاف صبر ہے اور کیوں اس سے احتراز کرنے کی ضرورت ہے۔

کریم۔ خداوند عالم فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لا تشعرون (جو لوگ راہ خدا میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے) شان نزول میں اس آیت کی یہ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی کے بعد صحابہ شہیدوں پر غم اور افسوس کرتے تھے اور لذات دنیا سے محروم ہونے پر کف افسوس ملتے تھے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اُن کو تم مردہ مت سمجھو پس جب اس آیت کے بموجب امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ لوگ زندہ کا ماتم کیوں کرتے ہیں صرف اتنا تو فرق ہے کہ تم اُن سے ملاقات نہیں کر سکتے اسکو یوں سمجھو کہ جیسے تمہارا کوئی دوست کسی دوسرے ملک میں چلا جائے اور تم کو یہ خبر معلوم ہو کہ وہ وہاں بصحیح سلامت اور آرام و اطمینان سے ہے تو کیا تم اُسکے سفر کی مصیبتیں یاد کرکے اُسپر ماتم کرنے لگو گے؟ ہرگز نہیں ویسا ہی حال امام حسینؑ کا ہے کہ وہ بھی بعد شہادت جنت میں آرام سے ہیں پس اُن پر تمہارے ماتم کرنے کا کیا سبب ہے

محسن۔ برادرمن آپ نے جو اس آیت سے استنباط کیا وہ سراسر غلط ہے پروردگار عالم نے کشتگان راہ خدا کے متعلق زندہ ہونے کی خبر دی ہے یہ کہاں فرمایا ہے کہ اسپر افسوس

وماتم بھی نہ کرو اگر ایسا ہوتا تو پہلا جناب رسولخدا حضرت امیر حمزہ کی شہادت کے بعد اُنپر نوحہ وبکا کیوں فرماتے دوسرے اگرچہ شہدا اللہ تعہ کے نزدیک زندہ ہیں مگر دنیا میں اُنپر زندہ کا حکم جاری کرنا عند الشرع نہیں ہوسکتا ورنہ تقسیم ترکہ وغیرہ اور دفن وکفن اور نکاح ازواج شہید کا جایز نہ ہوتا اور احکام صوم وصلواۃ وحج وزکواۃ وجہاد اُنپر جاری ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے پس اس صورت میں گریہ وبکا کیوں جایز نہوگا۔ تیسرے گریہ میّت ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ زندہ پر بھی بہ سبب اُسکی مفارقت کے گریہ وزاری جایز ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ مفارقت حضرت یوسفؑ میں اتنا روئے کہ بصارت چشم زائل ہوگئی چوتھے جناب رسولخدا اپنی زندگی میں حال شہادت امام حسینؑ معلوم کر کے بہت روئے ہیں جیسا کہ میں سرّ الشہادتین کی عبارت سے واضح کر چکا ہوں پس حضرت کے اس فعل کو مخالف آیت مذکور کہنا صراحۃً غلطی اور گمراہی ہے اگر شہیدان راہ خدا کی حالت بعینہٖ ایسی ہی ہے جیسی کہ دنیا کے اور سب زندوں کی تو فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد اہلبیتؑ وصحابہ وازواج رسولؐ نے کیوں نوحہ کیا اور کیوں اُنکا غم منایا جیسا کہ ہم ذیل میں مدارج النبوۃ سے ثابت کرتے ہیں۔

پس ملک الموت روح اطہر وے صلعم قبض کرد و باعلی علیین برد وگفت یا محمداہ یا رسولؐ رب العالمین و از علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت من از جانب آسمان آواز وا محمداہ می شنیدم کہ ملک میکرد و بصحت رسیدہ کہ چون آنحضرت صلعم رحلت نمود فاطمہؑ زہرا ندبہ کرد وزاری نمود و فرمود یا ابتاہ دعوت حق را اجابت فرمودی یا ابتاہ بجنت الفردوس نمودی یا ابتاہ

پس ملک الموت نے روح اطہر آنحضرت کی قبض کی اور اعلیٰ علیین کی طرف لیگئے اور کہا وا محمداہ یا رسولؐ اللہ اور حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میں نے جانب آسمان سے آواز وا محمداہ سُنی جو فرشتہ کی تھی اور یہ خبر صحیح ہے کہ جب آنحضرت نے رحلت کی تو فاطمہؑ زہرا نے گریہ وزاری کی اور فرمایا اے باباجان آپ نے دعوت حق کو قبول کیا اے باباجان آپنے جنت الفردوس میں نزول فرمایا

خبر مرگ ترا بہ جبرئیلؑ رسانند وابتاہ بعد از
تو وحی برکہ آید و جبرئیل برکہ آید خداوندا
روح فاطمہؓ را بروح او رساں
و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بیزاری
می کرد و می فرمود دریغ ازاں پیغمبرے
کہ فقر را بر غنا و درویشی را بر توانگری
اختیار کرد صـ۱۳ و آوردہ اند کہ در
آمد مردے اشہب اللحیہ جسیم و صبیح
یعنی حضرت خضر علیہ السلام پس
گذشت گردنہائے مردم را و بگریست

اے بابا آپ کی خبر مرگ جبرئیلؑ کو کون
پہونچائے اے بابا اب بعد آپ کے وحی
کس پر آئے گی اور جبرئیلؑ کس کے پاس
آئیں گے خدایا روح فاطمہؓ کو ان کی روح
کے پاس پہونچا اور حضرت عائشہ نے بھی
گریہ کی اور فرمایا کہ افسوس اُس پیغمبر پر کہ
جسنے فقر کو غنا پر اور درویشی کو توانگری پر
اختیار کیا اور صـ۱۳ پر ہے کہ اس وقت
ایک مرد سفید داڑھی والا جسیم وصبیح یعنی
حضرت خضر علیہ السلام آئے پس لوگوں
کی طرف سے گذرے اور روئے۔

اب فرمایئے کہ یہ سب لوگ کیوں روئے یا تو یہ کہیئے کہ حضرت رسولخدا شہید نہیں۔ یا یہ کہیئے کہ اُن کا رونا بیجا تھا۔

کریم لیکن یہی محسن خدا تو مصائب میں صبر ہی کی تعلیم دیتا ہے دیکھو آیۂ ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون والبتہ ہم آزمائیں گے تم کو کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور اولاد کی کمی سے اور بشارت ہو اُن صبر کرنے والوں کو جو نزول مصیبت کے وقت کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پس اس آیت کے مطابق تم کو بھی صبر کرنا چاہیے اور بجائے مرثیہ خوانی انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے۔ زہے نصیب اُس شخص کا جسکا امتحان کوئی دوست لے اور وہ اس میں ثابت

قدم رہے خدا نے حسینؑ کا امتحان لیا اور وہ اُس میں ثابت قدم اور پورے اُترے۔
تو یہ خوشی کا موقع ہے نہ کہ اظہار بے صبری۔ اور گریہ وزاری کا۔ خاص کر ایسی حالت
میں جب دوست کہ کر آزمائے اور اُن کے لیئے درجات عالیہ مقرر کرے یہی سبب ہی
کہ حضرات انبیا اور اولیا پر بے انتہا مصیبتیں گزریں لیکن وہ رضا برضا رہے
دیکھو خود امام حسینؑ نے صبر کیا۔ پھر تم کیوں جزع و فزع کرتے ہو یہ کس نبی یا
ولی کے عمل سے ثابت ہے کہ جب اُن میں سے کسی پر مصیبت پڑی ہو تو اُنہوں نے کوئی
نبی باڑا۔ یا ولی باڑا۔ یا امام باڑہ بنایا ہو اور اُس میں تعزیہ رکھ کر مرثیہ گایا اور
سروسینہ کوٹا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں ستر جگہ سے زیادہ صبر کی تعلیم
دی ہے اور صبر کا بے انتہا ثواب بیان فرمایا ہے لیکن مصیبت میں ماتم کرنے کا ایک
جگہ بھی شمہ برابر ثواب نہیں فرمایا اور کسی نبی یا ولی یا امام کے لیئے ماتم کو مخصوص نہیں
کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ لیکن ماتم کو کہیں چالیسواں حصہ بھی
ایمان کا نہیں کہا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ جو مسلمان وقت مصیبت کلمہ انا
للہ وانا الیہ راجعون کہے گا اللہ اُسکو اچھا بدلہ دے گا۔ اور اجر و ثواب اُس
کا زیادہ کرے گا اور مسند امام احمد حنبل میں خود امام حسینؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر
خدا نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچے اور بعد مدت وہ اُس کو یاد کرے
تو پھر نئے سرے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو خدا اُسکو نیا اجر بخشتا
ہے۔ پس ایسی حالت میں جو شخص صبر نہ کرے گا۔ وہ اطاعت رسولؐ اور امام
سے خارج ہو گا۔

م ح س ن۔ معاف فرمایئے آپ نے اس آیۃ کا مطلب سمجھنے میں بھی غلطی کی لوگوں پر نزول
بلا صرف آزمائش ہی کی جہت سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی شامت اعمال کی وجہ سے۔ کبھی ازدیاد
مراتب کی وجہ سے۔ کبھی تنبیہ خلایق کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ مجھ کو سخت افسوس ہے

کہ ابھی تک آپ کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ گریہ و بکا کرنا بے صبری نہیں ہے جیسا کہ میں
پہلے بہت کافی طور پر واضح کر چکا ہوں مدارج النبوۃ کی سابقہ عبارتوں سے کیا آپ کو
یہ معلوم نہیں ہوا کہ گریہ کرنا خلاف حکم خدا نہیں بلکہ عین تاسّی جناب رسول خدا و اہلبیت
و صحابہ ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرت کی خبر وفات سنکر حضرت ابو بکر نے
بے حد گریہ و زاری کی۔ پس خدا را یہ فرمایئے کہ کیا حضرت ابو بکر اولئک علیھم
صلوات من ربھم کی بشارت سے بے خبر تھے جو بے صبری کرکے بجائے کلمہ انا
للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے رونا شروع کر دیا کیا آپ کے لیے اُن کا یہ فعل قابل
پیروی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خاصان جناب باری عز اسمہ ہمیشہ پابند رشتۂ
صبر و تسلیم رہے ہیں۔ لیکن آہ و نالہ جو بغرض اظہار غربت و بیچارگی ہو کہ جو لازم حال
بندگی ہے یا اضطراب و بیقراری جو شدت مرض کی بنا پر ہو۔ نہ جزع و فزع میں داخل
ہے نہ بلا کی شکایت کرنے اور اسکو مکروہ سمجھنے میں (دیکھو مدارج النبوۃ) اب رہا
امام باڑہ بنانے تعزیہ رکھنے اور مرثیہ پڑھنے پر اعتراض تو اس کے متعلق یہ عرض ہے
کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہلسنّت کے درمیان مابہ النزاع یہ امر ہے کہ گریہ و بکا
امام حسینؑ پر باعث اجر و ثواب ہے یا بدعت و ضلالت اگر باعث اجر و ثواب ہے
تو اُسکے لیے مجلسیں کرنا اور مجلسوں کے لیے کوئی مکان بنانا بھی جایز ہوگا۔ کیونکہ
مجلس لامحالہ کسی مکان میں ہوگی۔ پس اگر اسکو مجالس ہی سے مخصوص کرکے اُس کا
نام عزاخانہ یا امام باڑہ رکھ لیا جائے۔ تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔ اور اگر رونا
بدعت و ضلالت ہے تو اسکو ثابت کیجئے۔ پھر امام باڑہ پر اعتراض فرمایئے۔ ہم
اپنی احادیث سے پہلے گریہ و بکا کا جواز مختصراً ثابت کر آئے ہیں اور آپ کے
بیان کی احادیث بھی ذکر کر دی ہیں۔ مزید اطمینان کے لیے دو چار حدیثیں
بیان کیے دیتے ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ میں ابن حاجب سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک بار اصحاب جناب رسولخدا کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ اسی اثنار میں امام حسین علیہ السّلام آگئے۔ جب جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہو گیا۔

(۲) اسی صواعق محرقہ میں ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جناب علی علیہ السّلام جب جنگ صفین کو تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں حضرت کا ورود کربلا میں ہوا۔ پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کربلا۔ یہ سُنکر حضرت اسقدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی الخ

چونکہ پوری حدیث مع اصل عبارت سابق میں ذکر کی جاچکی ہے۔ لہذا اس کو مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) ان ہی ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ شہادت حسین علیہ السّلام پر زمین وآسمان روئے گا۔

(۴) غنیۃ الطالبین میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جناب باری عزّ اسمہٗ نے ستّر ہزار فرشتے قبر حسینؑ پر رونے کے لئے متعین فرمائے ہیں۔

(۵) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رسالہ سرّ الشہادتین فرماتے ہیں کہ بکا و حزن و تذکرہ وقائع مذکورہ اس اُمت میں تا قیام قیامت رہنے والا ہے۔

(۶) شاہ صاحب مذکور خود عشرہ محرّم میں اپنے دولت خانہ پر مجلس حسین منعقد کرتے تھے۔ اور خود ہی مصائب حسین علیہ السّلام بیان بھی

فرماتے تھے۔

پس جب گریہ و بکا اور مجالس کرنا بروایات اہلسنت ثابت ہو گیا تو آپ کو ہمارے اس عمل پر اعتراض کا کوئی حق نہ رہا۔

امام باڑہ محض مجلس کرنے کی ایک خاص جگہ ہے۔ اور یہ عمل ہم ہی سے مخصوص نہیں بلکہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ صرف نام میں فرق ہے کیا حضرت یعقوب نے بیرون شہر ایک بیت الحزن نہیں بنایا تھا جس میں حضرت یوسف کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ کیا جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا نے بیت الحزن نہیں بنایا تھا جس میں اپنے پدر بزرگوار کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں۔ کیا اب تک ہزارہا خانقاہیں صحبت نبی کی یادگاریں صفحہ عالم پر نہیں پائی جاتیں۔ کیا میلاد نبوی مکانات مخصوص نہیں کئے جاتے۔ اگر یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ اور ہو رہا ہے تو پھر امام باڑوں کے بنانے پر کیوں اعتراض ہے۔ کیا آپ کا منشا یہ ہے کہ فرزند رسولؐ کی مجلس یوں ہی کھلے میدان یا کسی خرابے میں ہو جائیں جہاں نہ دھوپ کا تحفظ ہو۔ نہ بارش کا۔ نہ اوس سے بچاؤ ہو۔ نہ ہوا سے۔ کیا یہ کسی ذی عقل انسان کی تجویز ہو سکتی ہے۔

اب رہا تعزیہ رکھنا اور مرثیہ پڑھنا تو اس کے متعلق میں پہلے کافی بیان کر چکا ہوں تکرار کی ضرورت نہیں۔ سر و سینہ کوٹنے کے بارہ میں جو روایت میں نے سابق میں بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کی ہے وہ بہت کافی و وافی تھی لیکن آپ کے مزید اطمینان کے لئے ایک دو حدیث اور بھی بیان کئے دیتا ہوں

مدارج النبوۃ میں ہے وجناب سیدہ دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید و میگریست	(جناب سیدہ دختر قتل جناب سوختہ سُنکر سر پیٹتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں اور روتی تھیں)

یہی الفاظ صاحب معارج النبوۃ نے بھی بیان کیے ہیں۔"

اب رہا صبر تو اس کے معنی میں آپ کو بار بار مغالطہ ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ صبر عرفی اور صبر شرعی دونو کے معنی ایک ہی سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے درمیان بہت فرق ہے۔ گریہ و بکا صبر شرعی کے منافی نہیں۔ بلکہ گریہ و زاری سے تذلل و انکسار کا مرتبہ جو اعلےٰ رتبہ عبودیت سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ البکاء من الرحمۃ (رونا رحمت کی نشانی ہے۔) پس اب آپ فرمائیے کہ ایسی صورت میں رونے والا زمرہ صابرین میں داخل رہتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ آپ کا فرمانا بجا و درست ہے۔ کہ کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا ثواب رکھتا ہے۔ اور جزع و فزع ممنوع ہے۔ لیکن خاصان خدا کے مصائب میں رونا بھی اجر جزیل کا مستحق بناتا ہے۔ رہی مسند احمد حنبل والی روایت تو اول تو یہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرے اس سے تو ہمارے ہی مقصد کو تقویت ہوتی ہے۔ یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصائب گذشتہ کا یاد کرنا بھی جائز و روا ہے ہم کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے خلاف نہیں۔ اور نہ اس کے تارک ہیں۔ بلکہ مصائب امام کے ذکر کے وقت اس کو برابر زبان پہ جاری کرتے ہیں۔ بلکہ اعمال عاشور میں یہ کلمہ استرجاع ماثور ہے۔ پس اس صورت میں ہم کو اس کلمہ کے کہنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ اور گریہ و بکا کا بھی۔ یہی بُرا نہ ماننا حضرات اہل سنت جو رات دن اس کے درپے رہتے ہیں کہ تعزیہ داری اور ذکر امام کا سلسلہ بند ہو جائے۔ تو اس کا قوی سبب وہی ہے جو آپ کے امام غزالی نے بیان فرما دیا ہے کہ فانہ یہیج الی بغض الصحابۃ (اس سے بغض صحابہ ہیجان میں آتا ہے) چنانچہ دیکھئے۔ علامہ

تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں فان قیل من علماء المذہب من لا یجوز اللعن علی یزید مع علمہم بانہ یستحق بہ قلنا تحامیا من ان ترتقی الی الاعلی فالاعلی کما ہو شعار الروافض۔ اگر یہ کہا جائے کہ علمائے مذہب اہلسنت یزید پر لعنت کرنے کو جائز نہیں جانتے باوجود کہ اس کو مستحق لعن جانتے ہیں تو ہم اسکا یہ جواب دیں گے وہ اس خوف سے ایسا نہیں کرتے کہ کہیں یہ لعن کا سلسلہ اوپر تک نہ بڑھ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے علامہ کے خوف کی خاص وجہ وہی ہے جو علامہ دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں بیان فرمادی ہے کہ چونکہ خلافت یزید فرع خلافت معاویہ ہے اور وہ فرع خلافت عثمان اور وہ فرع خلافت شیخین پس ایسا نہ ہو کہ ایک کے تقرر کا الزام دوسرے پر لگاتے لگاتے سلسلہ کہیں سے کہیں پہونچ جائے۔

اب آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ حسینؑ کی تعزیہ داری میں لوگ کیوں مانع ہوتے ہیں کیوں ہر عشرہ محرم میں ذکر حسینؑ کو مسدود کرنے میں انتہائی کوشش کی جاتی ہے۔

کریم۔ بھئی محسن میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں کہ تم نے آج میرے تمام شکوک رفع کر دیے واللہ آج سے میں کبھی اس قسم کے وساوس شیطانی کو دل میں جگہ نہ دونگا اور محرم میں برابر شریک عزائے حسینؑ رہا کروں گا اور کبھی بھول کر کوئی خوشی ان ایام میں نہ کرونگا اب انشاء اللہ اپنے لڑکے کا عقد بعد اربعین کرونگا۔ اچھا اب میں رخصت ہوتا ہوں والسلام

تمام شد

ملنے کا پتہ

مینیجر کاظمی بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

گوہر اشکِ عزا

مصائب الابرار

در

محبتِ آلِ اطہار

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بے مثل کتاب ہی یہ کتاب مصائب سید الشہدا علیہ السلام میں ہے اس میں تاریخی واقعات جو شاہانِ سلف اور اُن کے عہد میں دشمنان اہل بیتؑ نے کئے ہیں اور اس غم جانسوز کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہا تھا۔ تاریخ وار مفصل درج ہیں یہ ایک نئی چیز ہی باوجود این ہمہ صفات اسکی قیمت صرف ایکروپیہ چار آنہ ہی (لعہ) جو کہ مولفہ جناب قبلہ وکعبہ مولانا مولوی سید محمد حسین صاحب نوگانوی ضلع مرادآباد کی ہے۔

نوٹ اور کتاب ہذا میں مصائب اہلبیتؑ کے علاوہ دیگر سادات کے مصائب بھی درج ہیں

ملنے کا پتہ:۔ منیجر کاظم بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین ع‍م

کہاں ہیں وہ مومنین جو اس لاثانی تاریخ کے خواہش مند تھے؟ کہاں ہیں وہ حضرات نیک صفات جو منتظر تھے۔ کہ یہ نادر الوجود تاریخ جلد از جلد تیار ہو کر قلوب مومنین کو منور کرے۔ کہاں ہیں وہ شائقین حضرات جو ان مقدس حالات کو پڑھنے کے متمنی تھے۔ لیجئے اس نایاب تاریخ کا پہلا حصہ چھپ کر تیار ہو گیا اور ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے۔ یہی وہ اپنی شان کی نرالی تاریخ ہے جس میں نہایت مفصل و مکمل و مشرح سچے واقعات مولائے مومنین جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے درج ہیں۔ کہاں ہیں وہ حضرت جنکے پاس اب تک یہ علوم معرفت کا خزینہ نہیں پہنچا۔ جلد از جلد منگا کر ان حالات کو پڑھیں اور شوق سے پڑھیں ورنہ یہ بے بہا خزانہ پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ مصنفہ سید اولاد حید رصاحب فوق بلگرامی رئیس کو اتھ ضلع آرا کی ہے۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ ضخامت (۵۰۰) صفحات قیمت اتنی کم کہ ہر شخص لے سکے۔ یعنی صرف ۳ روپیہ درخواستیں جلد بھیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

بحر المصائب

اس کتاب میں حضرات معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مصائب درج ہیں اور ایک ایک مجلس دو دو اور تین تین طریقے سے درج کی ہے اور ہر مجلس نہایت ہی دلخراش ہے۔ جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید امداد علی کی مصنفہ ہے قیمت صرف دو روپیہ آٹھ آنے ۲/۸

حرزِ معلول ترجمہ دعائے مشلول

اس دعائے جلیل القدر کے اسناد میں شیخی دنیا کا حقہ واقف ہے جناب امیر نے ایک شخص مشلول کو بتائی تھی جسکے اعضا اسکے باپ کی بد دعا سے شل ہوگئے تھے جونہی اس دعا کی تلاوت اسنے کی اسکے تمام اعضا کھل گئے اسی دعا کو بعد سلیس اردو ترجمہ جیبی تقطیع پر شایع کیا گیا ہے قیمت صرف ۲؍

کشفِ مستور ترجمہ دعائے نور

یہ دعائے جلیلہ ان ادعیہ میں ہے جنکے ادعا کا حقہ بحضرت حق تعالے واقف ہے جناب جبرئیل امین نے من جانب رب الجلیل حسب دستور تشریح اسکی آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے وہ بھی صفحات عادی ہے مختصر یہ کہ اسکی مداومت رکھنے والا تمام دین و دنیا میں فائز ہے اسکا ترجمہ بھی جس خوبی سے ہوا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جیبی تقطیع پر شایع ہوئی ہے قیمت صرف چھپیے ۱ر

حرزِ مصائب دعائے سباسب

اس دعا کا ورد رکھنے والا ہے دشمنوں وغیرہ اگرچہ وہ ستارے ہی آسمانکے برابر شمار میں ہوں ہمیشہ فائز رہتا ہے اور حق تعالے خود اسکی محافظت کرتا ہے مداومت رکھنے کو نابغہ قابو رکھنا چاہیے ورنہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کیلیے دعائے بد کرے وہ فوراً قبول ہوجاتی ہے ترجمہ جیبی تقطیع پر قیمت صرف ۲؍

النور الایمانی فی ترجمہ الکساء الیمانی

حدیث شریف کسا معہ ترجمہ سلیس اردو جسمیں حضرات اہلبیت کا اور انکے رسول میں جمع ہونا اور آیہ تطہیر نازل ہونیکا تذکرہ ہے اور آخر حدیث میں جسکا متعلق یہ کہا گیا ہے کہ جہاں ہمارے شیعہ جمع ہوں اور حدیث پڑھی جائے تو پڑھنے والوں اور سننے والوں کے جملہ مقاصد شرعیہ میں کامیابی ہوتی ہے قیمت صرف ۲؍

جلاء الایمان ترجمہ اعمال ماہِ رمضان

اس صحیفہ شریفہ میں جملہ ان اعمال کو معہ ترجمہ صحیحہ درج کیا گیا ہے جو ایک روزہ دار کو جنت الباقی کا مستحق صحیح قرار دیتا ہے اور جسکے بعد تک اسپر عامل ہونیوالا اپنے اور خالق کے درمیان رابطہ خاص پیدا کر لیتا ہے جیبی تقطیع پر قیمت ۴ر (۸۰) اسی صفحات۔

اعمالِ عاشورہ و اربعین

ان اعمال پڑھنے والوں کو جب تک ادعیہ اور زیارات کے مفاہیم پر کا حقہ علم نہ ہو انکا مقصد حقیقی پورا نہیں ہوتا ہے اسلیے کمال تشریح اور ترجمہ صحیح کے جیبی تقطیع پر اسکو طبع کیا گیا ہے قیمت صرف چار آنہ ۴ر ضخامت (۱۰۴) صفحات۔

ملنے کا پتہ × منیجر کاظمیہ بک ڈپو رجسٹرڈ شہر دہلی

اِنّ الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر

شیعہ سُنّی کی نماز

یعنی

رسالہ عجیبہ و نسخہ غریبہ مسمّٰی بہ

جواہر بہیّہ فی الفرق مین صلوٰۃ الشیعہ والسُّنیّہ

مُصنّفہ

موردِ الطاف خدائے قیوم مجمع علوم امجد واحد جناب
مستطاب مولانا حاجی سیّد آل محمّد صاحب
سلمہ اللہ الواہب متوطن بلدہ طیبہ امروہہ ضلع مرادآباد

سنہ ۱۳۴۲ھ

باہتمام مصباح الاسلام حاجی [illegible] رضی [illegible]
دہلی میں طبع ہو کر شائع ہوا

بسم الله الرحمٰن الرحیم ؂

الحمد لله الذی جعل الصلوٰۃ ناهیة الفحشاء والمنکر وخلق الشمس والقمر
والصلوٰۃ علیٰ سیدنا ونبینا محمد المصطفیٰ سید البشر حبیب الله الاکبر
وعلیٰ وصیه وخلیفته علی المرتضیٰ قسیم الجنة والسقر السید الاطهر والامام
المظفر والشجاع الغضنفر وآله وعترته ذوی الشرف الانور والمجد الازهر صلوٰۃ
دائمة الیٰ یوم المحشر ولاعن اعدائهم فی الجحیم مقر اما بعد قلوب زکیہ اہل ایمان و
نوہان صافیہ ارباب ایقان پر پوشیدہ و نہ رہے کہ بندۂ گنہگار امیدوار رحمت ایزد غفار ناچیز و خاکسار شوف
الحاج والزوار متوقع افضال رب صمد آل محمد ابن فخر الحاج زائر صاحب معراج و اہلبیت و عترت طاہرۂ
رسول الثقلین سید اصغر حسین نقوی متوطن بلدۂ طیبہ امروہہ نے یہ چند اوراق ارباب نماز صاحبان نیاز کے
تحریر کیے ہیں اور فرقۂ حقہ امامیہ اثنا عشریہ اور حضرات اہل سنت والجماعت کی نماز میں فرق دکھایا ہے اور
تہذیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے تاکہ ناظرین بے تکلف ملاحظہ فرماسکیں اور انصاف کو ملحوظ خاطر
رکھکر بلا جانبداری کسی فرقہ کے تجویز فرمائیں کہ صورت نماز کس فرقہ کی اچھی ہے اور اسکو اختیار کریں
اور حصول ثوبات اخروی سے بہرہ یاب ہوں ولما فرغت عن تسوید هذه الرسالة سمیتها
بالجواهر المضیئة فی الفرق بین صلوٰۃ الشیعة والسنیة الآن نشرع المقصود
بعون الله الودود وهو الموفق والمعین وبه نستعین ؂

خدائے تعالےٰ جل شانہ قرآن مجید میں فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ یعنی تم نماز کو برپا کرو۔ نماز ہر زن و مرد
پر جو بالغ اور عاقل ہوں واجب ہے۔ نماز میں طہارت واجب اور ضروری ہے۔ طہارت دو چیز سے
ہوتی ہے ایک خاک سے دوسرے پانی سے جو خالص ہو اور صاف ہو یعنی اُس میں کوئی شے ملی نہو پانی
سے غسل (بالضم) بہ نیت ہوتا ہے اور غسل (بالفتح) بے نیت ہوتا ہے اور وضو بھی پانی سے بہ نیت
ہوتا ہے اور اگر پانی ضرر پہنچاتا ہو یا پانی میسر نہو تو بدلے پانی کے تیمم کرنا چاہیے تو تیمم خاک سے ہوتا ہے

حق سبحانہ وتعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے ان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً یعنی اگر تمکو غسل
ووضو کو پانی میسر نہ ہو تو بدلے غسل اور وضو کے خاک پاک سے تیمم کرو۔ ان احکام پر فرقۂ حقۂ اثناعشریہ
کا عمل ہے۔ اب عمل جناب عمر ابن خطاب خلیفۂ ثانی حضرات اہلسنت ملاحظہ فرمائیے۔ صحیح مسلم میں ہے
حدثنی عبد اللہ بن ہاشم العبدی قال یحییٰ عن شعبۃ قال حدثنی حکم عن ذر عن
سعید بن عبد الرحمٰن بن ابزی عن ابیہ ان رجلا اتی عمر فقال اجنبت فلم اجد ماء
فقال لا تصل۔ یعنی حکم نے ذر سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص عمر ابن
خطاب کے پاس آیا اُس نے کہا کہ میں جنب ہو گیا اور مجھے غسل کے لیے پانی نہ ملا عمر نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھ
بعد اس کے اس حدیث کا آخر ٹکڑا یہ ہے فقال اما تذکر یا امیر المومنین اذ انا وانت فی سریۃ
فاجنبنا فلم نجد ماء فاما انت فلم تصل فاما انا فتمعکت فی التراب وصلیت فقال النبی
انہ یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ ثم تمسح بہما وجہک وکفیک انتہی مخلصۃً عمار یک
صحابی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اے امیر المومنین تم کو آیا یاد نہیں کہ تم
اور میں دونوں ایک سریہ میں تھے اور دونوں جنب ہو گئے اور پانی نہ ملا تم نے تو نماز نہ پڑھی اور میں نے
مٹی اور خاک میں لیٹ کر اپنے بدن کو خاک آلودہ کیا اور نماز پڑھ لی۔ اسپر رسول خدا نے یہ بات سنکر فرمایا
کہ تجھے فقط اسی قدر کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارکر اور مٹی کو پھونک سے جھاڑ کر اپنے چہرے
اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا۔ سبحان اللہ خدا تو فرماتا ہے کہ اگر تم جنب ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک
مٹی سے بدلے غسل کے تیمم کر لو اور جناب عمر ابن خطاب برخلاف حکم خدا پانی نہ ملنے کی حالت میں یہ حکم دیتے ہیں
کہ جب تک تم کو پانی نہ ملے اور غسل ممکن نہو تو نماز خدائے بے نیاز کو چھوڑ دو اور آیہ کریمہ من لم یحکم بما
انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون سے ذرا خوف نہیں کرتے۔ اس آیہ کریمہ کا صاف وصریح حکم ہے
کہ جو کوئی خلاف ما انزل اللہ حکم دے وہ کافر ہے اور یہ حکم جناب عمر ابن خطاب کا اُنکی خلافت کے
زمانہ کا ہے اور اہل سنت کی فقہ کا مدار انہی حضرت کے بیان پر ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا
لکھتے ہیں اور جناب فاروق کی فقہ کا یہ حال تھا کہ جناب والا فرماتے تھے من اراد ان یسئل
عن القرآن فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسئل عن الفقہ فلیات معاذ بن
جبل ومن اراد ان یسئل الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان یسئل عن
المال فلیاتنی فان اللہ تعالیٰ جعلنی خازناً وقاسماً خلاصہ یعنی جو شخص قرآن سے سوال
کرے تو ابی بن کعب سے سوال کرے اور جو کوئی فقہ سے سوال کرے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے

اور جو کوئی فرائض سے دریافت کرنا چاہے وہ زید ابن ثابت سے سوال کرے اور جو کوئی مال کی بابت
سوال کرے وہ مجھ سے پوچھے وہ میرے پاس آکر دریافت کرے خدائے تعالےٰ نے مجھے اسکا خزانہ دار
اور بانٹنے والا مقرر کر دیا ہے انتہےٰ مختصراً۔ یہ کلام صداقت التیام ان والا مقام کا ملا علی متقی کی کنز العمال
میں در باب رزق و عطایا کتاب الجہاد میں تحریر ہے اسکو تو ہر شخص خوب جانتا ہے کہ ہر انسان اپنے نفس
کا بصیر ہے۔ جناب فاروق اعظم خلافت مآب جانتے تھے کہ اگر کسی نے ان اقسام علوم سے دریافت
کیا تو میری بارگاہ سے اُس کو جواب نہ ملیگا اور میں عاجز ہونگا تو اس دردسر سے نجات پانے کی
یہ تدبیر نکالی کہ اقسام علوم مذکورۂ بالا کو ان اصحاب جناب رسالت مآب صلعم کے متعلق کر دیا کہ انکے
فہم فلک فرسا میں ان علوم کو ان سے زیادہ جاننے والے تھے اور اپنے لیے فرما دیا کہ مجھے مال کا
خزانہ دار اُسکا بانٹنے والا بنایا ہے میں ان علوم کا جاننے والا نہیں ہوں۔ اس ارشاد صداقت اینیاد
کو ان جناب کے دیکھکر مجھ کو حیرت پر حیرت ہے کہ پھر کس بھروسہ پر حسبنا کتاب اللہ فرما دیا تھا کہ
ہمکو کتاب اللہ کافی ہے اور جناب رسول خدا کو وصیت نامہ جو ضلالت سے ہر مسلمان کو بچاتا تھا نہ
لکھنے دیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ چونکہ اس جگہ نماز کا ذکر ہے تو ایک روایت متعلق نماز
تحریر کرتا ہوں جس سے ثابت ہے کہ جناب ابن خطاب یہ نہ جانتے تھے کہ حضرت رسالت مآب صلعم نماز عیدین
میں کس کس سورت کو پڑھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے عن عبید اللہ ان عمر بن الخطاب سال
اباواقد اللیثی ما کان یقرء رسول اللہ فی الاضحیٰ والفطر فقال کان یقرأ فیہما بقاف
والقرآن المجید واقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ عبد اللہ راوی بیان کرتا ہے کہ عمر ابن
الخطاب نے ابو واقد لیثی صحابی رسول خدا سے دریافت کیا کہ وہ حضرت نماز عیدین میں کونسی سورتیں
پڑھتے تھے۔ ابو واقد نے کہا قاف والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر انتہےٰ مختصۃ
اس سے ظاہر ہے کہ جناب مختار رعیہ کبھی عہد کرامت عہد جناب رسول خدا میں جماعت عیدین
میں شریک نہ ہوئے ہونگے۔ اگر شریک ہوئے ہوتے تو ابو واقد سے یہ دریافت نہ فرماتے کہ رسول خدا
نماز عیدین میں کونسی سورتیں پڑھتے تھے۔ غالباً بازار کی دلالی میں شریک نماز ہونے کی فرصت
نہ ملتی ہوگی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن ابو موسےٰ عمر ابن خطاب کے پاس گیا اور اذن دخول
مکان طلب کیا حضرت عمر اُس وقت کسی کام میں مصروف تھے۔ جب جواب نہ ملا تو ابو موسےٰ
چلا آیا جب انکو اُس کام سے فرصت ملی تو ابو موسےٰ کو بلایا۔ پوچھا تو کیوں چلا گیا۔ اُسنے جواب دیا کہ
جناب پیغمبر خدا نے فرمایا ہے بے اذن کسی کے مکان میں نہ جاؤ۔ عمر نے کہا کہ اسکے گواہ لاؤ ابو موسےٰ

انصار کے پاس گیا انہوں نے کہا ابو سعید خدری سے پوچھو۔ ابو سعید نے ابو موسیٰ کی تصدیق کی تب حضرت عمر نے
کہا کہ یہ حکم رسول خدا مجھ پر اس سبب سے مخفی رہا کہ صفق بالاسواق نے مجھے سہو میں ڈال رکھا چھپا کر انکے
کلام صداقت التیام اخفی ھذا علی من امر رسول اللہ الھانی بالصفق والاسواق بخاری نے
صفق بالاسواق کے معنی خروج برائے تجارت لکھے ہیں اور کہا ہے الخروج الی التجارۃ اور دلالی کو چھپا کے
خروج الی التجارۃ کہا ہے اور تجارت ہی کے متعلق دلالی ہوتی ہے۔ مگر دمیری نے حیاۃ الحیوان
میں صاف لکھ دیا ہے کان ابوبکر بزازا وکان عمر دلالا بین البائع والمشتری یعنی ابوبکر تو بزازی
کا پیشہ کرتے تھے اور عمر دلالی کرتے تھے درمیان بائع و مشتری کے انکی کوشش ہوتی تھی اور اگر جناب والا
شریک نماز ہونگے تو یہ نہ سمجھ سکے ہونگے کہ قرآن کی یہ کونسی سورتیں ہیں کیونکہ انکو قرآن یاد نہیں تھا بارہ
برس میں بمشکل ایک سورۂ بقر یاد ہوئی تھی جیسا کہ سیوطی نے تفسیر اتقان اور در منثور میں تحریر کیا ہے ان
دو وجہوں کے سوا تیسری وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور کتب فقہیہ میں اہلسنت کی اکثر اغلاط انکی مذکور ہیں
جنکے لکھنے کو طویل دفتر درکار ہے۔ پھر در باب تیمم یہ کیسے حکم دیتے۔ یہ امر سہو و القصور ہی نہیں تھے بلکہ ان جناب والا
کی نماز کا حال سننے کے لائق ہے صحیح بخاری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۳ میں ہے قال عمر رضی اللہ عنہ
انی لاجھز وانا فی الصلوٰۃ خلاصہ جناب فرماتے ہیں کہ میں نماز میں لشکر کی روانگی کے سامان کو
سوچا کرتا تھا۔ یہ حدیث ازالۃ الخفا کی دوسری جلد میں بھی ہے اور یہ دوسری حدیث اور بھی ازالۃ الخفا
کی اہل ہوش کے ملاحظہ فرمانے کے لائق ہے قال عمر انی لاحسب جزیۃ البحرین وانا فی الصلوٰۃ
جناب والا کا ارشاد ہے کہ میں نماز میں جزیہ بحرین کا حساب کیا کرتا ہوں انتہی۔ اب اہل انصاف ارشاد
فرمائیں کیا ایسی نماز درگاہ باری تعالیٰ میں مقبول ہو سکتی ہے؟ نماز میں شرط یہ ہے کہ اسکا پڑھنے والا
باوضو ہو اور وضو پاک آب خالص سے ہوتا ہے۔ شیعہ آب مضاف سے وضو نہیں کرتے یعنی پانی
میں کچھ ملا ہوا نہ ہو خالص پاک پانی ہو مگر امام اعظم ابوحنیفہ اہل سنت کے نبیذ تمر یعنی شراب سے
وضو درست جانتے ہیں شیعوں میں وضو کی ترتیب اور موالات کی بھی شرط ہے یعنی پے درپے اسکے
افعال واقع ہوں۔ شیعہ اول ہاتھ دھوتے ہیں اور متصل اسکے تین کلیاں کرتے ہیں اور فوراً انکے
متصل تین بار ناک میں پانی ڈالتے ہیں۔ یہ امور تو مسنون ہیں بعد اسکے فوراً وضو کی نیت کرکے منہ
دھوتے ہیں پھر فوراً ہاتھوں کو کہنیوں تک بہ نیت دھوتے ہیں۔ پھر وضو کی تری سے سر اور دونوں پاؤں کا
مسح کرتے ہیں۔ منہ کا دھونا اور ہاتھوں کا مع کہنیوں کے دھونا اور سر و پا کا مسح واجب ہے یہ عمل تو
شیعوں کا ہے اور سنیوں کے امام اعظم موصوف بے ترتیب الٹا پلٹا وضو کرنیکا حکم صادر فرماتے

ہیں اور ہاتھ دھونے میں پانی انگلیوں کی طرف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں فاغسلوا ایدیکم
الی المرافق ہے کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں کی طرف دھوؤ۔ الی کے معنی طرف کے لیتے ہیں یہ نہیں جانتے
کہ یہ الی اس جگہ بمعنی مع ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ یعنی کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونے
میں کہنیوں کو بھی شامل کرو فقط ہاتھوں کے دھونے پر اکتفا نہ کرو۔ ایک بزرگوار اہلسنت نے فرمایا
ہاتھوں کی طرف پانی ڈالنے میں کہنیوں تک پانی اچھی طرح پہنچتا ہے ناچیز نے عرض کیا کہ اے صاحب
خدائے تعالٰے نے ہاتھوں کی ترکیب نیچے لٹکے ہوئے بنائی ہے جب پانی اوپر سے ڈالا جائیگا وہ خود
نیچے کو انگلیوں تک آئیگا نیچے سے اوپر پانی جانا کیسا یہ کیسی الٹی بات ہے آپ غسل اور نہانے کے
وقت بھی پاؤں کو بلند کرکے پانی گھٹنوں کی طرف جاری فرماتے ہونگے یہ سنکر اس جلسہ کے حاضرین
ہنس پڑے اور سب نے فرمایا کہ کہنیوں کی طرف سے پانی ڈالنا صحیح ہے اور یہی سمجھ میں آتا ہے بعد ختم وضو
سر کا مسح کرتے ہیں اور پاؤں دھوتے ہیں خدائے تعالٰے تو قرآن میں فرماتا ہے فاغسلوا وجوھکم
وایدیکم الی المرافق یعنی تم اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ پھر فرمایا ہے وامسحوا
برؤسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی اپنے سروں اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔ اہلسنت
مسح کی جگہ پاؤں دھوتے ہیں اور اگر کسی حیوان بیل۔ بھینسے۔ دنبہ۔ بکری کی گردن یا کمر یا پٹھے کے
چمڑے کی جراب پہنے ہوتے ہیں تو اسپر بعد سر کے مسح کرتے ہیں۔ احقر العباد بہت حیران ہے کہ
اہلسنت نے وامسحوا کے معنی عجیب قرار دیے ہیں کہ جب جرات پہنے ہوئے نہوں تو وامسحوا
کے معنی دھونے کے ہوتے ہیں اور اگر چمڑے کی جراب پہنے ہوں تو بمعنی وامسحوا بمعنی مسح ہوجاتا
ہے۔ خدا نے کبھی وامسحوا علی جلد الحیوان فرمایا ہے۔ الحال احقر العباد اذان کا حال مختصراً
عرض کرتا ہے۔ اذان وقت شروع نماز کہی جاتی ہے امامیہ اثنا عشریہ فرقہ کے نزدیک صورت اذان یہ
ہے کہ اوّل چار بار اللہ اکبر کہیں پھر اشھد ان لا الہ الا اللہ دو بار کہیں۔ اسکے بعد اشھد
ان محمداً رسول اللہ دو بار کہے۔ بعد ازیں تیمناً وتبرکاً اشھد ان امیر المؤمنین علیاً ولی اللہ
وصیّ رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل کہتے ہیں کبھی ایک بار اور کبھی دو بار۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ
اس فرقہ کے یہاں یہ حدیث منقول ہے من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علیٌ
امیر المؤمنین یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اسکو چاہیے کہ علی امیر المؤمنین
بھی ضرور کہے کیونکہ لام امر کا وجوب پر دلالت کرتا ہے فلیقل میں امر ہے۔ اور لفظ امیر المؤمنین کو
اسی کے لوازم کے ساتھ تیمناً و تبرکاً اذان میں کہتے ہیں نہ جزو اذان جانکر۔ اہلسنت کی کتابوں میں بھی

ذکر وحدانیت و ربوبیت خدا اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ امارت جناب علی مرتضےٰ کا ذکر
ہے۔ علی ہمدانی اہلسنت کے عالم جلیل کی کتاب فردوس میں ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر
لوگ یہ جانتے کہ علیؑ کب سے امیرالمومنین کے لقب سے نامزد ہوئے ہیں تو اُنکے فضل کا انکار نہ کرتے۔ علیؑ
اُس وقت سے اس لقب سے نامزد ہیں کہ حضرت آدمؑ کے پتلے میں روح نہ پھونکی گئی تھی جب روز الست
خدا نے ارواح اور فرشتوں سے خطاب کر کے فرمایا الست بربکم آیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قالوا بلیٰ
سب نے عرض کیا تو ہمارا رب ہے تو خدا نے فرمایا انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم میں تمہارا رب
ہوں اور محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں انتہےٰ ملخصۃً۔ اللہ رے شان عالی جناب ابوالحسن حضرت
حضرت مرتضوی کی کہ خدا نے جب اپنی ربوبیت بیان فرمائی تو اُس کے ساتھ حضرت ابوالقاسم محمد مصطفےٰ
کی نبوت کا ذکر کیا اور اپنی ربوبیت اور جناب پیغمبر خدا کی نبوت کے ساتھ امارت حیدر کرار جناب علی عالی وقار
کو بھی بیان فرما دیا۔ اس سیاق سے ظاہر ہو گیا کہ جب ہم ربوبیت اور وحدانیت خدا اور نبوت حضرت
ختم الانبیا کا ذکر کریں تو امارت حضرت مرتضوی کا بھی ذکر کریں۔ یہ حدیث حذیفہ بن الیمان صحابی جلیل
رسول نبیل کے واسطے سے علی ہمدانی کی مودۃ القربیٰ میں مذکور ہے اور ایسا ہی دیلمی نے فردوس الاخبار میں
لکھا ہے۔ اس کے بعد حیّ علی الصلوٰۃ دو مرتبہ اور حیّ علی الفلاح دو مرتبہ اور حیّ علی خیر العمل
دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ اور پھر دو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ حیّ علی خیر العمل کے معنی یہ ہیں کہ
نیک کام اور اچھے عمل کی طرف آؤ۔ اہلسنت نے حیّ علی خیر العمل اذان میں سے ترک کر دیا۔ نورالدین بن
برہان الدین حلبی نے جو بڑے عالم اہلسنت کے ہیں انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں لکھا ہے ان
فی دولۃ بنی بویہ کانت الرافضۃ تقول بعد الحیعلتین حیّ علی خیر العمل فلما کانت دولۃ
السلجوقیۃ منعوا من ذٰلک وامروا ان یقولوا فی اذان الصبح بدل ذٰلک الصلوٰۃ خیر من
النوم وذٰلک فی ثمان واربعین واربعمائۃ عن ابن عمر و علی بن الحسینؓ انھما کان یقولان
فی اذانھما بعد حیّ علی الفلاح حیّ علی خیر العمل۔ اسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حکومت بنی بویہ میں
رافضی لوگ اذان میں بعد حیّ علی الفلاح حیّ علی خیر العمل کہتے تھے جب سلجوقیوں کی حکومت ہوئی تو
اذان کہنے والوں کو حیّ علی خیر العمل کہنے کو منع کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ صبح کی اذان میں حیّ علی خیر العمل
کی جگہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ یہ واقعہ ۴۴۸ھ ہجری کا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ ابن عمر اور علی ابن الحسین
زین العابدین بعد حیّ علی الفلاح حیّ علی خیر العمل کہا کرتے تھے" اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے مصنف میں
ہے من کان یقول فی اذانہ حیّ علی خیر العمل ثنا ابوبکر ثنا حاتم عن اسمٰعیل عن جعفر عن

ابیہ و مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام ان علی بن الحسین کان یوذن فاذا بلغ حی علی الفلاح قال حی
علی خیر العمل و یقول ھو الاذان الاول خلاصہ یہ راوی جنکے نام مذکور ہوئے بیان کرتے ہیں کہ
علی بن الحسین اذان دینے میں جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تھے تو بعد اسکے حی علی خیر العمل کہتے تھے
اور یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ اذان اول ہی یعنی جو زمانہ جناب رسول خدا اور خلفاء کے عہد میں کہی جاتی
تھی اور علامہ غلطائی نے تلویح شرح جامع صحیح میں کہا ہے وکان علی بن الحسین یقول حی علی
خیر العمل فی اذانہ و یقول ھذا الاذان الاول یعنی علی ابن الحسین امام زین العابدین اذان
میں حی علی خیر العمل کہتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ اذان اول ہے یعنی عہد کرامت مہد جناب رسول خدا
سے یہ لفظ چلے آتے ہیں اور احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی سروجی نے کتاب غایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے
قال البیہقی عن ابی امامہ رض و عن علی بن الحسین زین العابدین رض انہ کان یقول فی
اذانہ اذا قال حی علی الفلاح حی علی خیر العمل و یقول ھو الاذان الاول خلاصہ یہ ہے کہ حضرت
علی ابن الحسین زین العابدین اذان میں بعد حی علی الفلاح کے حی علی خیر العمل کہتے تھے اور فرماتے
تھے کہ یہ اذان اول ہے۔ یہ روایت اہلسنت کے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ علاوہ بریں میں اور بھی
روایات اس قسم کی پیش کر سکتا ہوں۔ **الحاصل** بعد ثابت ہو جانے اس امر کے کہ جناب امام زین العابدین
جو عترت و اہلبیت جناب رسول خدا سے ہیں اور جن سے تمسک کرنے کو حضرت رسول خدا نے حدیث ثقلین میں
بڑی تاکید سے فرما دیا ہے وہ باین ہمہ جلالت شان اذان میں حی علی خیر العمل کہتے تھے اور اسکو اذان اول جانتے
تھے اسکا اذان سے نکالنا اور [illegible] میں اسکی جگہ الصلوۃ خیر من النوم قائم کرنا جو صریح بدعت ہے
کیونکر درست ہوگا اور جو الفاظ زمانہ حضرت رسول خدا میں کہے جاتے تھے اُن کا ترک کرنا کب درست ہے ہاں
یہ ہو سکتا ہے کہ گھر کی شریعت ہے جو کچھ چاہا کر لیا۔ اگر اہلسنت حضرت امام زین العابدین کی وقعت اور شان علی
اور انکا عترت رسول ہونا قبول نہیں فرماتے تو عبد اللہ ابن عمر اپنے شہزادہ کی وقعت شان ملاحظہ فرما کر
اس کلمہ کو اذان میں باقی رکھتے۔ اس کے معنی کیا اُن کے دل آزار ہیں۔ اے لوگو تم نیک عمل کرنیکو آؤ یعنی جلد
نماز پڑھو۔ اہل انصاف اس عبد ذلیل کی تقریر پر ذرا توجہ فرمائیں۔ انصاف اہل انصاف کے ہاتھ ہے۔
شیعوں کے یہاں نماز پڑھنے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ لباس اُسکا پاک ہو حریر محض یعنی سب ریشمین نہو اور
اشیاء طلائی مثل انگشتری و تعویذ وغیرہ اسکے نہ پہنے ہو مگر ابو حنیفہ کے نزدیک کتے کی دباغت کی ہوئی
کھال پہنکر چاہے وہ چہارم کی دوسری نجاست سے آلودہ ہو نماز جائز ہے۔ شیعہ بعد اذان و اقامت رو بقبلہ
کھڑے ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام یعنی اللہ اکبر کہتے ہیں اور خدا کی بزرگی کا اپنے کانوں تک —

ہاتھ اُٹھاکر اسکا اشارہ کرتے ہیں اہلسنت کے امام اعظم ابوحنیفہ بغیر نیت نماز پڑھنے کا حکم دیا دیتے ہیں اور بجائے اللہ اکبر فارسی میں خدا بزرگ کہنا تجویز فرماتے ہیں اور اقتدا میں تکبیر اور تسمیہ یعنی اللہ اکبر اور سورتیں پڑھنے میں بسم اللہ ترک کرتے ہیں حالانکہ ان کے ترک کرنے میں بمقام مدینہ معاویہ پر صحابہ جناب رسول خدا نے نماز میں سرقہ کرنیکا اعتراض کیا تھا چنانچہ تفسیر کبیر میں فخرالدین رازی نے تحریر کیا الحجۃ الرابعۃ ما رواہ الشافعی باسنادہ ان معاویۃ قدم المدینۃ فصلی بہم ولم یقرا بسم اللہ الرحمن الرحیم ولم یکبر عند الخفض الی الرکوع والسجود فلما سلم ناداہ المہاجرون والانصار یا معاویۃ قد سرقت من الصلوۃ این بسم اللہ الرحمن الرحیم واین التکبیر عند الرکوع والسجود الخ خلاصہ یہ ہے کہ شافعی نے باسناد خود یہ روایت کی ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں آکر نماز جماعت پڑھائی۔ اس نماز میں نہ تو بسم اللہ قبل سورہ پڑھی نہ تکبیر کہی یعنی رکوع اور سجود کے ساتھ اللہ اکبر کہا جب سلام پڑھکر نماز ختم کی تو جملہ مہاجرین و انصار کی طرف سے ندا ہوئی کہ اے معاویہ تو نے نماز میں چوری کی کہاں ہے بسم اللہ اور کہاں ہے تکبیر۔ اور شیعہ بعد تکبیرۃ الاحرام جو بعد نیت ہوتی ہے اپنے ہاتھوں کو زانو کی طرف لٹکا کر نماز پڑھتے ہیں۔ کاتب الحروف سے جو ایک سنت جماعت بزرگوار نے ریل میں دریافت کیا کہ رافضی ہاتھ کھولکر کیوں نماز پڑھتے ہیں؟ اس ناچیز نے فقط یہ مختصراً جواب عرض کیا کہ آپ شیعوں سے اس بات کو کیوں دریافت فرماتے ہیں بلکہ اپنے امام مالک اور اُن کے مقلدین سے دریافت فرمایئے کہ تم شیعوں کی طرح ہاتھ کھولکر کیوں نماز پڑھتے ہو؟ حضرات اہلسنت کو آج تک یہ امر تحقیق نہ ہوا کہ جناب سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے اربعہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے یا ہاتھ باندھکر۔ امام احمد ابن حنبل اور امام شافعی معدہ سے مختلف مقامات پر ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ اہلسنت کے زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں۔ اور امام مالک شیعوں کی طرح ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے ہیں اگر رسول خدا اور انکے خلفاء کی نماز کا طریقہ معلوم اور ثابت ہوتا تو سب ایک طرح نماز پڑھتے۔ جب ثابت نہ ہوا جسکے جو دل میں آیا اُسی طرح وہ نماز پڑھنے لگا۔ جہر نوع ان چاروں طریقوں میں ایک طریق صحیح ہوگا اور تین اماموں کا طریق غلط سمجھا جائیگا۔ اضعف العباد کی یہ تقریر سنکر اُن بزرگوار کو بجز اسکے کوئی جواب دینا ممکن نہوا کہ اسکو میں اپنے علماء سے دریافت کرونگا۔ شیعہ بعد تکبیرۃ الاحرام بعد سورہ حمد دوسری سورت مع بسم اللہ پہلی دو رکعتوں میں پڑھتے ہیں مگر اہلسنت کے امام اعظم ابوحنیفہ ایک مختصر آیہ کا فارسی میں بجائے سورہائے قرآن ترجمہ تجویز فرماتے ہیں اور بے نیت

نماز شروع ہونا جائز جانتے ہیں۔ ترجمہ فارسی کی مثال یہ ہے سورۂ الرحمٰن میں مُدۡهَآمَّتٰنِ ہے اس کا ترجمہ فارسی میں دو برگ سبز ہے۔ یہ ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ شیعہ بعد سورہ پڑھنے کے رکوع کرتے ہیں۔ رکوع اہل اسلام سے مخصوص ہے۔ اور فرقوں میں رکوع نہیں مگر حضرت امام اعظم بے رکوع کی نماز جائز جانتے ہیں۔ شیعہ قبل رکوع بعد قرأت سورہ قنوت پڑھتے ہیں حالانکہ قنوت پڑھنا جناب رسول خدا کا ثابت ہے مگر اہلسنت قنوت نہیں پڑھتے۔ صحیح بخاری میں ہے حدثنا مسدد قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا عاصم قال سالت انس بن مالک عن القنوت فقال قد کان القنوت۔ قلت قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ قال فان فلانا اخبرنی عنک انک قلت بعد الرکوع فقال کذب انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شھرا یعنی عاصم سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک سے قنوت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں قنوت ہے۔ میں نے کہا کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد۔ اُسنے کہا کہ رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کہ فلاں شخص نے تمہاری زبانی مجھسے یہ بیان کیا کہ قنوت بعد رکوع کے ہے۔ انس نے کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے قریبًا ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھا ہے اور ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اور صحیح مسلم میں ہے عن ابی ھریرۃ قال واللہ لاقربن بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان ابو ھریرۃ یقنت فی الظھر والعشاء الآخرۃ و صلوٰۃ الصبح الحدیث (یہی حدیث سُنن نسائی میں بھی ہے) یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہیں جناب رسول خدا کی نماز بتاؤنگا (راوی حدیث ناقل ہے کہ) پس ابو ہریرہ نماز ظہر اور نماز عشا اور نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے الخ۔ نیز صحیح مسلم میں ہے عن البراء بن العازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الصبح والمغرب یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نماز صبح و مغرب میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور مسند امام حنبل میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو معاویۃ ثنا عاصم الاحول عن انس قال سالتہ عن القنوت اقبل الرکوع او بعد الرکوع فقال قبل الرکوع قال قلت فانھم یزعمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت بعد الرکوع فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلعم بعد الرکوع شھرا الخ (عاصم سے مروی ہے کہ میں نے انس سے دریافت کیا کہ آیا قنوت قبل رکوع ہے یا بعد رکوع انہوں نے کہا کہ قبل رکوع ہے میں نے کہا کہ لوگوں کا تو یہ زعم ہے کہ رسول اللہ بعد رکوع کے قنوت پڑھتے تھے انس نے کہا لوگ جھوٹ بولتے ہیں رسول اللہ نے صرف ایک مہینہ تک بعد رکوع کے قنوت پڑھا ہے ورنہ ہمیشہ قبل رکوع کے

قنوت پڑھتے تھے ۔ شیعہ اُس چیز پر سجدہ نہیں کرتے جس کو پہنتے ہیں یا جو کھاتے ہیں ۔ اہلسنت
کپڑے پر جو پشم وغیرہ کا ہو سجدہ جائز رکھتے ہیں ۔ شیعہ درمیان دو سجدوں کے بیٹھکر استغفر اللہ ربی و
اتوب الیہ کہتے ہیں مگر اہلسنت کے امام اعظم سجدہ سے اس قدر سر اٹھا کر کہ ہوا نکل جائے فوراً
سجدہ میں سر رکھ دیتے ہیں جیسے کہ مرغی دانہ چگتی ہے ۔ شیعہ رکعت دوم و آخر نماز میں تشہد پڑھتے
ہیں مگر امام اعظم کے نزدیک بغیر تشہد کے نماز جائز ہے ۔ شیعہ آخر نماز میں تین سلام پڑھکر نماز
ختم کرتے ہیں ۔ امام اعظم بجائے سلام گوز لگانا نماز سے جدا ہونیکے لیے تجویز فرماتے ہیں ۔ احقر العباد
یہ عرضہ پرداز ہے کہ اس رسالہ مختصرہ کے ناظرین یہ خیال نہ فرمائیں کہ رجماً بالغیب کاتب رسالہ نے
امام اعظم کے احکام نماز تحریر کر دیے ہیں اور جھوٹ بولکر اُن پر تہمت کی ہے قسم بخدائے عزوجل حقیر نے
جھوٹ نہیں لکھا ہے اگر میں جھوٹا ہوں تو جھوٹوں کے حق میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کلام رب العالمین پڑھتا ہوں
بلکہ جناب امام اعظم صاحب کی ایسی نماز حقیر نے کتب میں حضرات اہلسنت کے یہاں لکھی ہے ۔ اب
یہ حقیر وہ عبارتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور ہر فقرہ کا خلاصہ بھی کم علموں کے سمجھنے کو
تحریر کرتا ہے ۔ امام الحرمین ابو المعالی جوینی اہلسنت کے بڑے ذی مرتبہ عالم ہیں اور اُن کے فضائل
طبقات فقہائے شافعیہ میں ابن جماعہ کی اور وفیات الاعیان اور مراۃ الجنان وغیرہم کتب اہلسنت میں
مذکور ہیں اپنے رسالہ مغیث الخلق فی اختیار الحق میں یہ تحریر کرتے ہیں ۔ ان السلطان یمین اللہ ولی
دولتہ و امین الملۃ ابا القاسم محمود سبکتگین کان علی مذھب ابی حنیفۃ ملخص سلطان محمود
سبکتگین مذہب ابو حنیفہ رکھتا تھا وکان مولعاً بعلم الحدیث اور مصروف رہتا تھا علم حدیث
کے دیکھنے اور پڑھنے میں وکان ندمائہ وجلسائہ یسمعون الحدیث من الشیوخ بین
یدیہ اس کے ہمنشین اور جلیس شیوخ کی حدیثیں روبرو سنتے تھے اور یہ جلسے ہوا کرتے تھے وھو
یسمع وکان یستفسر الاحادیث اور وہ احادیث کو سنتا تھا اور اُنکی تفسیر بیان کرتا تھا فوجد
الاحادیث اکثرھا موافقا لمذھب الشافعی ۔ اکثر احادیث کو اُس نے مذہب شافعی کے موافق
پایا فوقع فی خلدہ حبہ اور اُسکے دل میں محبت مذہب شافعی کی جاگزیں ہوئی فجمع الفقہاء من
الفریقین فی المرو پس فقہائے مذہب شافعی و حنفی کو مقام مرو میں جمع کیا والتمس منھم
الکلام فی ترجیح احد المذھبین علی الآخر اور اُن سے اس بات کا خواستگار ہوا کہ تم یہ
بیان کرو کہ ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر کیا ترجیح ہے فوقع الاتفاق علی ان یصلی بین
یدیہ رکعتین علی مذھب الشافعی و رکعتین علی مذھب ابو حنیفۃ اور اس بات پر اتفاق

واقع ہوا کہ دو رکعتیں مذہب شافعی کے موافق جو اسکے یہاں جائز ہیں اور دو رکعت موافق
مذہب ابوحنیفہ پڑھی جائیں لینظر فیہ السلطان ویتفکر فیہ تاکہ بادشاہ اُنکو دیکھکر
غور کرے ویختار ما ھو احسن اور بعد غور جو طور اُس کو اچھا ثابت ہو اُس کو اختیار
کرلے. فصلی القفال المروزی من اصحاب الشافعی بطہارۃ مسبغۃ وشرائط معتبرۃ
من الطہارۃ والسترۃ واستقبال القبلۃ واتی بالارکان والھیآت والسنن و
الآداب والفرائض علی وجہ الکمال والتمام. قفال مروزی نے کہ جو اصحاب شافعی سے تھا
اُس نے دو رکعت نماز موافق مذہب شافعی پڑھی اور اُس میں طہارت اور اُسکی معتبر شرطوں
سے اور آگا پیچھا ڈھکنے اور استقبال قبلہ کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس کے ارکان اور صورتیں اور
سُنتیں اور آداب اور فرائض پوری پوری طرح سے ادا کیے وکان صلوۃ لا یجوز الشافعی
دونھا اور یہ ایسی نماز تھی کہ اس نماز کے سوا کوئی اور صورت نماز کی شافعی کے نزدیک
جائز نہ تھی ثم صلی رکعتین علی ما یجوز ابوحنیفۃ بعد اس کے دو رکعتیں ایسی پڑھیں
کہ جو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز تھیں فلبس جلد کلب مدبوغ ولطخ ربعہ بالنجاسۃ
اور دباغت کی ہوئی کتے کی کھال پہن لی اور اُسکے چہارم کو نجاست سے خراب کرلیا وتوضأ
بنبیذ التمر اور انگور کی شراب سے وضو کیا وکان فی صمیم الصیف بالمفازۃ اور دھوپ
میں کھڑا ہوگیا فاجتمع علیہ الذباب والبعوض اور مکھیاں و مچھر اس پر جمع ہوگئے وکان
وضوءہ معکوسا منکوسا اور الٹا پلٹا وضو کیا یعنی کبھی پاؤں دھوئے کبھی کلیاں کیں کبھی ہاتھ
دھوئے کبھی ناک میں پانی ڈالا کبھی منہ دھویا کبھی مسح سر کیا ثم استقبل القبلۃ پھر قبلہ کو منہ
کرکے کھڑا ہوا واحرم بالصلوۃ من غیر نیۃ واتی بالتکبیر بالفارسیۃ اور تکبیر الاحرام
بغیر نیت کے کہی اور وہ بھی اشتر بزرگ ترجمہ فارسی اللہ اکبر کا کہا ثم قرء آیۃ بالفارسیۃ
دو برگ سبز پھر بجائے دو سورہ ایک چھوٹی سی آیت مدھامتان کا ترجمہ فارسی میں دو برگ سبز
پڑھا ثم نقر نقرتین کنقرات الدیک من غیر فصل ومن غیر رکوع وتشہد پھر بغیر رکوع کے
اس صورت سے سجدے کیے جس طرح مرغی دانہ چگتی ہے اور درمیان دو سجدوں کے کچھ فصل نہ کیا
اور نہ تشہد پڑھا وضرط فی آخرہ من غیر سلام اور آخر میں نماز سے جدا ہونیکے واسطے بجائے
سلام ایک گوز لگایا وقال ایہا السلطان ھذہ صلوۃ ابی حنیفۃ اور کہا کہ ابوحنیفہ کی یہ نماز
ہے فقال السلطان ان لم تکن ھذہ صلوۃ ابی حنیفۃ لقتلتک لان مثل ھذہ الصلوۃ

لا یجوز بها ذو دین بادشاہ نے کہا اگر ایسی نماز ابو حنیفہ کی ثابت نہ ہوئی تو میں تجھ کو قتل کروں گا
اس وجہ سے کہ تو نے ابو حنیفہ کی طرف ایسی نماز منسوب کی فانکرت الحنفیۃ ان یکون ہذہ
الصلوٰۃ ابی حنیفۃ یعنی حنفی لوگوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی نہیں ہے
وامر القفال باحضار کتب العراقیین اور قفال مروزی نے کتابیں منگائیں وامر السلطان
نصرانیا کاتبا یقرء المذہبین جمیعا اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو اس واسطے مقرر کیا کہ
وہ کتابوں کو پڑھے فوجدت الصلوٰۃ علی مذہب ابی حنیفۃ علی ما حکاہ القفال یعنی
ان کتابوں میں وہ نماز ابو حنیفہ کی پائی گئی کہ جس طرح قفال مروزی نے پڑھی تھی فاعرض
السلطان عن مذہب ابی حنیفۃ یعنی بادشاہ نے ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی کا
مذہب اختیار کر لیا انتہی ملخصا۔ جب اہل سنت حنفیہ رسالہ مغیث الخلق فی اختیار الحق امام الحرمین
ابو المعالی جوینی کا در باب نماز امام اعظم ابو حنیفہ دیکھا تو انکی فکر ہوئی کہ اگر ایسی نماز بتصدیق امام
الحرمین لوگوں کو ثابت ہوئی تو مذہب و نماز امام اعظم کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے تو اس رسالہ کی
تکذیب کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں کہ جس کو جواب رسالہ امام الحرمین
خیال کیا ہے یہ تحریر کیا کہ یہ رسالہ مغیث الخلق امام الحرمین کا نہیں ہے بلکہ میں ازراہ حسن ظن یہ کہتا ہوں کہ
اسکو کسی خارجی یا رافضی نے امام الحرمین کے نام سے لکھ دیا ہے۔ عبارت انکی یہ ہے یقول افقر
عباد اللہ الغنی الباری علی بن سلطان محمد الہروی القاری رأیت رسالۃ مصنوعۃ
فی ذم مذہب السادۃ الحنفیۃ الذین ہم قادۃ الائمۃ الحنفیۃ واکثر اہل الملۃ
الاسلامیۃ وموضوعۃ فیہا اشیاء من اعجب عجائب التی تتحیر ان قائلہا جاہل لکنہا
وہی منسوبۃ الی ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوینی المشہور بامام
الحرمین من اکابر علماء الشافعی وحسن ظنی بہ ان احد من الخوارج والروافض
بالآخر متنبہ ہو کر یہ کہا ہے کہ پہلے میرا گمان یہ تھا کہ یہ رسالہ امام الحرمین کے نام سے وضع کیا گیا
مگر بالآخر میں نے بعض کتاب میں دیکھا کہ یہ رسالہ امام الحرمین کا ہے چنانچہ امام یافعی نے مرآۃ الجنان
میں اسکا ذکر کیا ہے مگر اس نے اصل عبارت یافعی تحریر نہیں کی اور عبارت یافعی کی مرآۃ الجنان میں یہ ہے
ومما ذکروا عن السلطان محمود ما ہو مشہور ومن فضل مذہب الشافعی وعدولہ الیہ ما
سیاتی الآن ذکرہ ویعلم منہ فضل المذہب المذکور وفخرہ قصۃ عجیبۃ مشتملۃ
علی نادرۃ العربیۃ وہی ما ذکرہ امام الحرمین فحل الفروع والاصلین ابو المعالی

عبد الملک ابن الشیخ الامام ابی محمد الجوینی فی کتابہ الموسوم بمغیث الخلق فی اختیار الحق ان السلطان محمود المذکور کان علی مذہب ابی حنیفۃ وکان مولعا بعلم الحدیث وکان الناس ادفال لغفہاء یسمعون الحدیث من الشیوخ بین یدیہ وہو یسمع وکان یستفسر الاحادیث وہو اکثرہا موافق المذہب الشافعی فوقع فی خلدہ حیہ فجمع الفقہاء الفریقین فی مرو والتمس منہم الکلام فی ترجیح احد المذہبین علی الآخر۔ باقی عبارت مثل اس عبارت کے ہے جو ہم اول نقل کر آئے ہیں۔

یہ حالت تو اہلسنت کے یہاں مطلق فرادے نماز کی ہے۔ اب نماز جماعت کا حال ملاحظہ فرمایئے خداوند تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے واد کعوا مع الرّاکعین یعنی رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اس میں یہ حکم ہے کہ با جماعت نماز پڑھو۔ خدا نے واسجد وا مع الساجدین نہیں فرمایا کہ سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ دیگر مذاہب و ملل میں بھی لوگ بتوں کو سجدہ کرتے تھے اور کرتے ہیں اس لیے وارکعوا مع الرّاکعین کہا اور رکوع اہل اسلام کے یہاں مخصوص ہے اور جماعت میں پیشنماز امام ہونا چاہیے امام کے لیے شرائط ہیں۔ مرد کے لیے مرد اور عورت کیلیے عورت ہو۔ بالغ۔ غیر مجنون۔ صالح۔ عادل ہو۔ اُس سے بالعلان منہیات صادر ہوتے ہوں۔ بد اعمال مشہور نہ ہو۔ امراض متنفرہ میں گرفتار نہ ہو۔ صحیح قرأت کرسکتا ہو۔ مسائل نماز سے آگاہ ہو بنظر مردم میں محترم ہو۔ خلاف مروت اُس سے عمل سرزد ہوتے ہوں اور مثل اسکے کہ پیشنماز فوجی سپاہیوں کے مانند کپڑے پہن لے اور راہ میں سر بازار راہ چلتے میں روٹی یا کسی پھل یا نیشکر وغیرہم کھائے یا بازار میں ہرولہ کے مانند دوڑے اور مانند اسکے اُس سے افعال سرزد ہوتے ہوں اور فسق و فجور اُس کا مشہور نہ ہو۔ یہ شرطیں پیشنماز کے واسطے فرقۂ حقۂ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک ضروری ہیں مگر حضرات اہلسنت وجماعت ان شرائط کو پیشنمازی میں ہر شخص کے پس پشت ڈالکر چاہے وہ کیسا ہی ہو بے تامل نماز پڑھ لیتے ہیں اور شرائط مذکورہ کا بیشتر نماز میں مطلق لحاظ نہیں کرتے احقر العباد اس فکر میں تھا کہ اس بے احتیاطی کی کیا وجہ ہے تو ایک دن صحیح بخاری میں ایک حدیث ملی جو کتاب بدو الاذان باب امامۃ مفتون والمبتدع میں ہے قال الحسن صلّ وعلیہ بدعتہ اور حسن بصری نے کہا کہ پیچھے ہر فتنہ انگیز اور بدعت والے کے نماز پڑھ مواخذہ بدعت کا بار اُس کی گردن پر ہے۔ اور اسی طرح عبد الرحمن نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے روایت کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے انہ دخل علی عثمان رضہ بن عفان وھو محصور فقال

انّک امام عامۃ ونزل بک ماتریٰ ویصلّی لنا امام فتنۃ ونتحرج فقال الصّلوٰۃ احسن العمل فاذا احسن النّاس فاحسن معہم واذا اساؤا فاجتنب اساء تہم خلاصہ یعنی عبید اللہ عثمان بن عفان کے پاس گیا اور وہ اُن روزوں میں مقید اور محصور تھے اور کہا کہ اے عثمان تم کافۂ انام کے امام ہو اور ان روزوں میں تم ایسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو اور نماز جماعت کو نہیں پڑھا سکتے اور جو ہمارا امام جماعت ہے وہ شخص پُر فتنہ ہے۔ ہم سب اس سبب سے نماز جماعت کی شرکت سے بچتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں۔ یہ سُنکر عثمان نے کہا نماز بہترین اعمال ہے پس جس وقت آدمی نیکی کریں تو بھی اُن کے ساتھ نیکی کر اور جس وقت وہ بُرے کام کریں اُس وقت تو اُن سے اجتناب کر یعنی پیچھے ہر نیکوکار اور بدکار کے نماز پڑھ لے۔ اگر امام بدکار ہے تو اُس کی بدی سے تجھ کو کیا غرض ہے انتہیٰ ملخصۃً

بدعت لغت میں اسکو کہتے ہیں کہ نئی چیز دین میں پیدا ہو اور رسول خدا کے زمانے میں اُس کا وجود نہ پایا جاتا ہو اور حدیث متفق علیہ ہے کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ سبیلھا الی النّار یعنی ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اُسکا راستہ دوزخ کی طرف ہے۔ پس اگر اہل بدعت کے پیچھے نماز درست ہے تو لازم ہوگا کہ جو شرابخوار اور زناکار اور لوطی ہو اُس کے پس پشت نماز جائز ہوگی سبحان اللہ! نماز جو عمدہ ارکانِ ایمان ہے کیا مفاد قول خدا وارکعوا مع الرّاکعین یہ ہے کہ محدث اور اہل فتنہ کے پیچھے نماز پڑھیں اور مثوبات اُخرویہ حاصل کریں۔ کاتب الحروف ایک روایت عجیب و غریب درباب نماز جماعت حضرات اہلسنّت وجماعت اُنہی بزرگوار کی کتاب سے نقل کرتا ہے مُلّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے کان ابن مسعود وغیرہ یصلّون خلف الولید ابن عقبۃ بن ابی معیط و کان یشرب الخمر حتّیٰ انّہ صلّی بھم الصّبح مرّۃً اربعاً ثم قال ازیدکم فقال ابن مسعود مازلنا فلت منذ الیوم فی زیادۃ۔ خلاصہ یہ ہے۔ ابن مسعود اور غیر اُسکے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز جماعت پڑھا کرتے تھے اور وہ شراب پیا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک روز ولید نے صبح کی نماز جماعت کی پڑھائی اور اُس کی چار رکعتیں پڑھیں اور یہ کہا کہ میں چار رکعت سے زیادہ اور پڑھاؤں۔ (مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۹۳)۔

اہلسنّت سے تعجب ہے کہ وہ اپنے یہاں ایسا حال نماز دیکھکر اہل تشیع کی کتب سے روایات نکالکر اور اُس کے ترجمہ میں غلط مطالب شامل کرکے ٹھٹھہ بازی کرتے ہیں اور اظہار

اولادِ رسول خدا پر تہمت لگاتے ہیں چنانچہ ضمر اللہ کابلی اور ان کے کاسہ لیسوں نے تہذیب الاحکام جناب شیخ طوسی سے یہ حدیث نقل کی ہے عن حسین بن سعید عن فضالۃ عن معاویۃ بن عمار قال سألت ابا عبد اللّٰہ عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقال لا باس یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص نماز واجب میں عبث اپنے عضو تناسل سے بازی کرتا ہے حضرت نے فرمایا کچھ خوف نہیں انتہٰی۔ تو اس حدیث کے موافق حاضر اپنے معنی مخصوص سے وقت مناجات حضرت ملک القدوس مخصوص ہو کر جو بیہودگی اپنے طوسی نے ذکر و خصیتین سے نماز میں بازی کرنا باعث نقصان نماز نہیں جانا تجویز بازی ذکر و خصیتین کو حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا ہے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حدیث میں لفظ لذا عبث مذکور ہے اور عبث میں کوئی لذت نہیں ہوتی اور نیز اس حدیث میں خصیتین کا ذکر نہیں نہ ان سے بازی کرنا مذکور ہوا ہے۔ یہ تصرف پارولیا کا حاشیہ ہے۔ ابعد امس ذکر تو اس کا اگر کوئی شخص کسی ضرورت میں مثل خارش یا کسی کیڑے کے از جملہ ہوام مثل چیونٹی وغیرہ آنے کے مس کرے تو اس میں کیا نقصان؟ ذکر از جملہ اعضا مثل سر و گوش و بینی و سینہ و کمر و بازو ایک ٹکڑا جسم کا ہے پس اس کے مس کرنے میں کوئی شناعت لازم نہیں آتی اور کوئی دلیل شرعی اس کی ناجوازی کی قائم نہیں ہوتی اگر کہا جائے منافی خضوع و خشوع ہے تو خود خضوع و خشوع واجب نہیں۔ خضوع و خشوع نہ ہونے کی حالت میں بطلان صلوٰۃ نہیں ہوتا۔ اشباہ و نظائر میں ہے ولا یستحب اعادتہا ای الصلوٰۃ لترک الخشوع۔ شارح حموی نے اس کی شرح میں کہا ہے لا شک فی عدم بطلانہا مع عدم الخشوع یعنی ترک خضوع و خشوع سے عدم بطلان نماز متحقق نہیں اور اس باب میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ مس ذکر باعث بطلان نماز نہیں۔ اب ہم مس ذکر کو اہلسنت کی کتابوں سے مبطل صلوٰۃ نہ ہونا ثابت کرتے ہیں شرح مختصر وقایہ میں بابت مس ذکر درحالت نماز یہ مذکور ہے واما ما رواہ الجماعۃ عن ابن ماجۃ عن قیس بن طلق عن ابیہ عن النبی صلعم انہ سئل عن الرجل یمس الذکر فی الصلوٰۃ فقال ہل ہو الا بضعۃ منک قال الترمذی ہذا الحدیث احسن شئ یروی فی الباب واجیب بان المراد بالمس بحائل ورد بان تعلیلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یابی ذلک والبضعۃ بفتح الموحدۃ

القطعة من اللحم خلاصہ قیس ابن طلق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خدا صلعم سے دریافت کیا کہ کوئی شخص اگر درحالت نماز مس ذکر کرے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔ آن حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ٹکڑا اُس کے جسم کا ہے۔ اور کتاب مجتبیٰ میں ہے عن عصمة بن مالك الحطمی کان من اصحٰب النبیؐ ان رجلاً قال یا رسول اللہ انی احتککت فی الصلوٰة فاصابت یدی فرجی فقال النبیؐ وانا افعل ذٰلك انتہیٰ۔ خلاصہ یعنی ایک مرد نے جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے کھجایا ذکر اور خصیتین کو پس میرا ہاتھ فرج پر پہنچا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ اور کنز العمال میں ابو درداء سے روایت ہے کہ اس سے درباب مس ذکر پوچھا گیا۔ جواب دیا کہ وہ تیرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ عن ابی الدرداء انہ سئل عن مس الذکر فقال انما ھو بضعة منك انتہیٰ ملخصاً۔ پس جبکہ ذکر مثل دیگر اعضاء کے ہے اور جناب رسول خدا صلعم سے بنفس نفیس آنجناب درحالت صلوٰة اس کا مس کرنا اہلسنت کے یہاں مذکور ہے تو اس حدیث تہذیب الاحکام پر کیا اعتراض لازم آتا ہے اور حدیث تہذیب میں یعبث مذکور ہے یلعب نہیں ہے اور عبث خصیتین کا بھی حدیث میں پتہ نہیں۔ پس اہلسنت کا بازی ذکر و خصیتین کا لکھنا خلاف دیانت ہے۔ اصل حدیث یہ ہے محمد بن علی بن محجوب عن العباس عن معروف عن عبد اللہ بن مغیرة قال حدثنی ابو القاسم معاویة بن عمار عن ابی عبد اللہ ع قال قلت له الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰة المکتوبة قال وما له فعل قلت عبث به حتی مسه بیدہ قال لا باس انتہیٰ۔ عمارؓ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کوئی شخص درحالت نماز واجب اپنے ذکر سے عبث کرتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کچھ ڈر نہیں۔ لفظ عبث اور لعب میں فرق ہے۔ اور عبث فعل بے فائدہ کو کہتے ہیں کہ اس میں لذت نہ ہو چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے العبث وھو کل لعب لا لذة فیه اور لعب اُس کو کہتے ہیں کہ جس فعل میں لذت ہو چنانچہ اُسی کتاب میں مذکور ہے فاما الذی فیه لذة فھو لعب۔ بالآخر یہ کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے حسب ارشاد جناب

رسول امجاد بلکہ ان کا عمل دیکھکر جو اہلسنت کی کتب میں ہے مس ذکر کے بارے میں درحالت نماز لاباس فرمادیا۔ اہلسنت کو اس میں استحقاق اعتراض اور تمسخر بازی کا نہیں ہے۔

اور اہلسنت کے یہاں تو یہ امر جائز ہے کہ اگر درحالت نماز ذکر میں خیزگی پیدا ہو اور شہوت اس درجہ کو غالب ہو جائے کہ منی نصف ذکر تک آجائے تو نمازی کو چاہیے کہ اپنے ذکر کو ہاتھوں میں اُس وقت تک پکڑے رہے کہ سلام نماز کا ختم کردے تاکہ منی درحالت نماز خارج نہ ہو۔ چنانچہ شیخ الاسلام محی الدین نواوی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے لو صار المنی فی نصف الذکر وھو فی صلوٰۃ فامسک بیدہ اعلی الذکرہ فوق حائل فلم یخرج المنی حتی سلم من صلوٰتہ صحت صلوٰتہ فانہ مازال متطہرا حتی خرج انتہیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور منی درمیان ذکر آجائے اپنے ہاتھ سے امساک کرلے اور فوق حائل کو پکڑے رہے تاکہ منی خارج نہ ہو اور اس قدر تھامے رہے کہ نماز ختم ہو جائے۔ نماز اُس کی صحیح ہے کیونکہ وہ پاک رہا ہے اس وقت تک کہ نماز سے خارج ہوا ہو انتہیٰ۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں لکھا ہے قیس بن طلق نے اپنے باپ طلق بن علی سے روایت کی ہے کنت جالسا فی مجلس فیہ عمار بن یاسر فسئل عن مس الذکر فی الصلوٰۃ فقال ما ھو الا بضعۃ منک۔ حاصل یہ ہے کہ عمار بن یاسر سے دریافت کیا گیا نماز میں مس ذکر جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا کہ وہ ایک ٹکڑا تمہارے بدن کا ہے۔ اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ قیس بن طلق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قال رجل یا رسول اللہ یتوضا احدنا اذا مس ذکرہ فی الصلوٰۃ قال ھل ھو الا منک او بضعۃ منک۔ اور کنز العمال میں تبویب جمع الجوامع سیوطی سے منقول ہے ان رجلا قال یا رسول اللہ ان احدنا یکون فی صلوٰۃ فیحتک فتصیب یدہ ذکرہ قال فذکرہ لا بأس بہ انہ کبعض جسدہ لہ حب ای رواہ ابن حبان فی صحیحہ۔ تو اس حدیث میں بھی جناب رسول خدا صلعم نے درحالت صلوٰۃ مس ذکر کو ناجائز نہیں فرمایا بلکہ لا باس فرمادیا کہ اس میں کچھ خوف نہیں۔

شاہ سلامت اللہ نے معرکۃ الآرا میں بتقلید شاہ عبد العزیز صاحب

تحفہ اثنا عشریہ میں یہ تہمت کی ہے کہ "باالجملہ سخن ہمانست کہ چونکہ طائفہ شیعہ در پردہ تشیع و ولائے اہلبیت خود را مخفی و مستور ساختہ رخنہا در ابنیہ دین متین انداختہ اند از این قبیل امور مستقبحہ کہ عند الشرع والعقل والطبع اختلاف نہ دارند محجوب نمی شوند بے محابا روایت می کنند چنانچہ بازی کردن ائمہ معصومین با ذکر و خصیتین در عین نماز کہ مقام قرب و حضور معبود حقیقی و حالت مناجات با عالم السر والخفیات است در صحاح این طائفہ موجود و در بر کشیدن مصلی زن خوشرو را در خلال نماز تا آنکہ نعوذ پیدا شود و کردن سر ذکر محاذی سوراخ فرج زن چندانکہ سیلان مذی اوالے الساق والسقد اتفاق افتد و وضو و نماز ہر دو بحال خود صحیح و سالم باشد کما صرح بہ صدوق الشیعۃ و شیخ الطائفۃ خود مشہور است در کتب امامیہ مسطور"۔

جواب عرض کیا جاتا ہے کہ شاہ سلامت اللہ نے چند افترا امام پر کیے ہیں حالانکہ حدیث میں کچھ بھی ان کا اثر نہیں پایا جاتا۔ اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ پہلی تہمت اپنی آغوش میں زن خوشرو کا در حالت صلوٰۃ بجائے ضم دختر صغیرہ نابالغہ تجویز کرنا۔ دوسری تہمت بسبب ہم آغوش کرنے زن خوشرو کے نعوذ پیدا ہونا تیسری تہمت سر ذکر کو محاذی سوراخ فرج زن کرنا۔ چوتھی تہمت بہ سبب خیرگی و محاذی فرج زن ذکر کرنے سے سیلان مذی ہونا جو ساق پا تک جاری ہو جائے۔ کتاب وافی اور تہذیب الاحکام چند تا مطابع کی چھپی ہوئی و نیز قلمی چند در چند موجود ہیں ان میں ملاحظہ فرمالیں کہ ان میں یہ امور ہرگز مذکور نہیں محض افترا ؤ لکھے گئے ہیں۔ اصلی حدیث وافی میں یہ ہے کہ عن مسمع قال سالت ابا الحسن فقلت اکون اصلی فتمر بی الجاریۃ فربما ضممتہا الی قال لاباس۔ نہ تو اس میں کہیں بوس و کنار کا ذکر ہے نہ اور افترا کا کیونکہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ مسمع راوی نے امامؑ سے یہ روایت کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوتا ہوں کبھی جاریہ یعنی دختر صغیرہ غیر بالغہ میرے پاس سے گزرتی ہے میں اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث سے بس یہی ثابت ہے کہ اگر نمازی دختر صغیرہ نابالغہ کو در حالت نماز اپنی طرف کھینچے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ اس لیے کہ راوی نے امامؑ سے فقط در حالت نماز

اپنی طرف کھینچنے کی بابت سوال کیا تھا۔ اور جاریہ لغت میں دختر صغیرہ غیر بالغہ کو کہتے ہیں۔

مجمع البحار میں ہے الجاریۃ من النساء من لم تبلغ الحلم یعنی جاریہ وہ عورت ہے کہ جو ابھی حد بلوغ نہیں پہنچی۔ اور مجمع البحرین میں ہے کہ الجاریۃ من النساء من لم تبلغ الحلم۔ اور صراح میں ہے جاریۃ بینۃ الجرایۃ بالفتح والکسر والجراء کذلک دختر خورد۔ اور صحاح جوہری میں ہے وجاریۃ بینۃ الجرایۃ بالفتح والجراء والجراء ایضا فیہ وقولہم کان ذلک فی ایام جیاہا بالفتح ای صباحا۔ اور مہذب الاسماء میں ہے الجاریۃ کنیزک وکشتی رواں اور دستور الادب میں ہے کہ الجاریۃ آفتاب وکنیزک وکشتی۔ پس معنی حدیث کے یہ قرار پاتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور میرے قریب ایک لڑکی صغیرہ نابالغہ آجاتی ہے میں اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور صحیح بخاری میں تحریر ہے حدثنا عبد اللہ ابن یوسف قال اخبرنا مالک عن عامر ابن عبد اللہ بن الزبیر عن عمرو ابن سلیم الزرقی عن ابی قتادۃ الانصاری ان رسول اللہ صلعم کان یصلی وہو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ ولابی العاص بن ربیعۃ بن عبد الشمس فاذا سجد وضعہا واذا قام حملہا۔ اور صحیح مسلم میں ہے حدثنا یحیی بن یحیی قال قلت لمالک حدثک عامر ابن عبد اللہ بن الزبیر عن عمرو بن سلیم الزرقی عن ابی القتادۃ ان رسول اللہ کان یصلی وہو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ ص و لابی العاص بن ربیعۃ بن عبد شمس فاذا قام حملہا واذا سجد وضعہا قال یحیی قال نعم۔ ان دونوں روایتوں کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نماز پڑھتے تھے امامہ زینب کی بیٹی جو رسول خدا کی نواسی تھی اور ابو العاص کے نطفہ سے تھی اُٹھائے ہوئے تھے بحالت نماز جس وقت سجدہ کرتے تھے تو جُدا کر دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے تو پھر اُٹھا لیتے تھے اور یہ روایت موطائے مالک، جمع بین الصحیحین حمیدی و مسند احمد ابن حنبل و سنن ابی داؤد سجستانی و سنن نسائی

ومصابیح و مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے۔ بخوف طوالت ان کا لکھنا ترک کیا۔ من شاء فلیرجع الیہم

اور جبکہ ان حدیثوں سے اُٹھانا اور ضم کرنا اک کم سن لڑکی کا کہ جو بحد بلوغ نہ پہنچی ہو درحالت نماز فعل جناب رسول خدا صلعم سے ثابت ہوگیا اور جواز اس کا اہل ذہن پر منکشف ہوا تو اگر امام علیہ السلام نے فعل رسولؐ سے اس امر کو مستنبط کر کے قسم جاریہ نابالغہ کے لیے درحالت نماز لا باس ارشاد فرما دیا تو پھر کیونکر استہزا اور ٹھٹھہ بازی اور تمسخریہ لوگوں کو جائز ہوگا اور یہ استہزا اہل علم کے لیے خلاف تہذیب ہے۔ اور اُنکی شان کے شایاں نہیں۔

افسوس ہے

کہ

حضرات اہلسنت اپنی روایات سے بھی آگاہ نہیں اور افعال اور اقوال ان جناب کے جو ان کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں اسی کی مانند جو فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کی کتابوں میں پاتے ہیں تو الفاظ استہزا اپنی زبان پر بے محابا جاری کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کسی شیعہ نے ہماری کتب سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ جس پر ہم تمسخریہ اور استہزا کر رہے ہیں تو بالآخر باعث خجالت ہوگا۔

اب ہم بابت بوس و کنار کے درحالت نماز جواب تحریر کرتے ہیں۔ الحمد للّٰہ والمنۃ حدیث وافی اور استبصار میں یہ امر مذکور نہیں اور سوائے اس حدیث کے جو ہم قبل ازیں مذکور کر آئے ہیں اور ہمارے مخالف اس سے استدلال کرتے ہیں کوئی دوسری اور حدیث جو ان کے اعتراض کی تائید کرے ہرگز ان ہرسہ کتاب ونیز دیگر کتب شیعہ میں مذکور نہیں ہے چونکہ ہمارے مخالف نے بے سند تہمت بوسہ کی ہے تو ہم کو اپنے مخالف کی کتب سے چند روایات جو حیرت پر حیرت کے لائق ہیں اُنہی کی معتبر کتابوں سے لکھنی ضرور ہوئیں اگر ہمارے مخالف حیا کو کام فرمائیں گے تو اُن کو شرمندہ ہونا بہت ضرور ہے۔

ابن ہمام کی فتح القدیر میں مذکور ہے۔ ولو قبل المصلی ولم یشتہہا لم تفسد علی الصلوٰۃ

کذا فی الخلاصۃ۔ اگر درحالت نماز کوئی بوسہ لے اگر اشتہا نہ ہو تو نماز اُس کی فاسد نہیں ہوتی۔ اور سراج وہاج میں مذکور ہے وعن ابی یوسف اذا کان ھی تصلی فقبلھا لاتفسد صلوٰتھا لعدم الفعل منھا انتہیٰ۔ خلاصہ یہ کہ جس وقت کوئی عورت نماز پڑھتی ہو اور اُس کا بوسہ کوئی مرد لے تو اُس کی نماز بسبب اس کے عدم فعل کے فاسد نہ ہوگی۔ اور فرج زن کی طرف بہ نیت خیزگی درحالت نماز و مناجات خالق الارض والسمٰوات دیکھنا اہل سنت کے یہاں جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے لو رأی فرج المطلقۃ رجعیا بشھوۃ یصیر مراجعا ولا تفسد فی روایۃ وھو المختار خلاصہ اگر مصلی طرف فرج عورت کے کہ اُس کو طلاق رجعی دیا ہو بشہوت و خیزگی دیکھے اور باوجود خیزگی و شہوت اس نظر بازی سے نماز اُس کی فاسد نہیں ہوتی ہے۔ اور یہی حکم مختار کتاب ہے۔

اب ہم ایک اور عبارت اہلسنت کے یہاں سے نقل کرتے ہیں کہ جس سے باوصف شہوت و خیزگی درحالت نماز بوسہ لینے کا جواز اور بوسہ تو کیا بلکہ عورت سے جماع فیما دون الفرج بغیر انزال جائز ہے اور یہ فتوٰے چند علمائے اہلسنت کا ہے۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں درمیان فعل کثیر چند اقوال منقول ہیں اور بعد انکے یہ عبارت منقول ہے۔ واما قولھم لو قبل المصلی امرأۃ بشھوۃ او بغیر شھوۃ او مسھا بشھوۃ فسدت فینبغی تفریعہ علی القول الاصح وکذا علی قول من فسر العمل الکثیر بما یستقبحہ المصلی واما اذا اعتبار ما یفعل بالیدین او بما تکرر ثلثا فلا وھو مما یضعفھما کما لا یخفی وکذا لو جامعھا فیما دون الفرج من غیر انزال بخلاف النظر الی فرجھا بشھوۃ فانھا لا یفسد علی المختار کما فی الخلاصۃ انتہیٰ۔ جو کچھ کہ بعض علمائے علمائے امامیہ میں سے بعد نقل اس عبارت کے ارشاد فرمایا ہے حقیر اُس کا خلاصہ نقل کرتا ہے۔ ملاحظہ سے اس عبارت کے یہ امر واضح ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے اگرچہ بشہوت ہو فساد صلوٰۃ متفرع نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کے قول پر کہ فعل کثیر کو بمعنی اصح عند صاحب بحر الرائق او بما یستقبحہ المصلی تفسیر کرتے ہیں اور جو لوگ کہ فعل کثیر کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ جو دونوں ہاتھوں سے کام کیا جائے یا بار بار واقع ہو یا تین بار واقع ہو۔ پس ایک بار بوسۂ زن لینے سے ان کے قول پر فساد صلوٰۃ

لازم نہیں آتا بلکہ اس کا جواز ان کے قول سے واضح ہے اور قول صاحب بحرالرائق کذا
لو جامعھا سے بھی مانند آفتاب نیمروز تاباں ہے کہ فساد صلوٰۃ مقاربت زن فی مادون الفرج
بدون انزال جو کہ قول اول پر لازم آتا ہے اور ہر دو قول اخیر پر فساد صلوٰۃ بدون انزال
لازم نہیں۔

پس جائے ملاحظہ ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ کس قدر فراخی نمازی کو مقاربت زن
اور جماع فیما دون الفرج درحالت نماز اک جماعت فقہا کے اقوال پر اہلسنت کے لیے جائز
ہوگئی۔ سبحان اللہ! نماز جو اعظم ارکان دین ہے اُس میں جماع کیا لطافت رکھتا ہے
البتہ بیان اور دیکھنا اس مسئلہ کا اکثر مایوسین کے لیے واسطے تقویت قوت باہ مانند
معجون فلاسفہ ولبوب کبیر و زرعونی صغیر و دیگر معاجین باہیہ ہے۔ اور تعجب نہیں کہ
جوانان بے زن کو یہ مسئلہ دیکھ کر احتلام واقع ہو جائے۔ وھذا اما اوردنا فی ھذا
الاوراق والحمد للہ علیٰ منزل الارزاق والصلوٰۃ علیٰ محمد المصطفیٰ راکب
البراق وعلیٰ وصیہ وخلیفتہ علیؑ المرتضیٰ دافع الکفر و
الشقاق وعلیٰ آلہ وعترتہ معدن العصمۃ و
الاخلاق صلوات دائمۃ الیٰ یوم التلاق

تمام شد

فہرست کتب

قرآن مجید مترجم: اسکے بین السطور میں عام فہم اُردو ترجمہ "ضیاء القرآن" درج ہے جس سے بہتر بامحاورہ اور لفظی ترجمہ اب تک نظر سے نہیں گزرا۔ حاشیہ پر نہایت مؤثر اور مجرب عملیات قرآنی مسطور ہیں۔ کاغذ سفید اور مضبوط ہے۔ تقطیع ۲۱×۲۶ جلد ہے صرف عہ۔ مجلد چرمی عـــہ

جامع عباسی ۲۰ باب: اُردو میں فقہ کی مکمل کتاب ہے جس کی ضرورت ہر شیعہ کو ہر وقت رہتی ہے قیمت ۱۲

صحیفۃ المومنات: ایک باعلم خاتون معظمہ نے عام فہم اُردو زبان میں بطور مثنوی اپنی ہم مذہب مستورات اور بچیوں کی تعلیم کے لیے پوری تفصیل کے ساتھ اصول دین نظم فرمائے ہیں جس کے آخر میں ایک قصیدہ غرا جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کی شان میں عرض کیا ہے۔ یہ کتاب کامل دیدنی نہیں بلکہ قابل قدر ہے قیمت ۲

سبع سیارہ: یعنی جناب امیر المومنین یعسوب الدین غالب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سات منظوم معجزے قیمت ۲

توحید الائمہ: اس کتاب میں جملہ مذاہب دہریہ۔ مجوس۔ یہود۔ عیسائی ہنود اور سواد اعظم کی توحید سے مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے کہ ائمہ اہلبیت نے توحید کی تعلیم کس نہج پر دی ہے۔ قیمت ۸

فضائل مرتضوی نظم و نثر: فضائل جناب امیر میں مشہور اور مقبول کتاب ہے قیمت ۴

فضائل مرتضوی کلاں: اگر آپ کو جناب امیر کے فضائل سے مسرور ہونا ہو تو اس کتاب کو ضرور مطالعہ فرمائیے۔ قیمت ۱۲

تصویر کربلا: کربلائے معلےٰ کی مفصل تاریخ ہے۔ قیمت ۲

نیرنگ فصاحت: جناب امیر المومنین کے خطبات یعنی کتاب مستطاب نہج البلاغہ کا اُردو ترجمہ قیمت للعہ

قضایائے امیر المومنین: جناب امیر المومنین کے وہ فیصلے جن میں خلفائے ثلاثہ عاجز رہے اور مجبور ہوکر جناب امیر سے رجوع کرکے فیصلے کرائے۔ قیمت ۸

نوحہ جات متین جلد کلاں: نہایت نفیس نوحوں کا مجموعہ قیمت ۱۲

ملنے کا پتہ - منیجر مطبع محمڈن پرنٹنگ ورکس دہلی

انا مدینة العلم وعلی بابها

الحمد للہ کہ رسالہ مسعود ومحمود یعنی رسالہ مولود موسومہ

شعر ملا کاشی علیہ الرحمہ

بلکہ سبب وجود انسان کہ صاحب میلاد تو بود ❊ ورنہ تشخص الامکان را خانہ کے باشد روا

مقصود

مصنفہ جناب شاہ محمد تقی صاحب جعفری اثنا عشری ابن جناب شاہ رضا علی صاحب نواسہ جناب سید اولاد علی صاحب کا تخلص اماد جناب شاہ تیم الحسین صاحب غبار علی شد رقم

باہتمام احقر الکونین کاظم حسین خان بماہ نومبر ۱۹۲۸ء

در مطبع کاظمی پریس واقع جونپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کے سزاوار وہ معبود ہے جسکی صنعت وکاریگری ہر جگہ موجود ہے سب کو جوڑا بنایا لیکن خود فرد ہی لاریب وہی خالق ہر زن و مرد ہے مٹی سے طرح طرح کی صورت بنائی ہے رنگ و روپ بخشا ہے گویائی عطا فرمائی ہے عجیب اوسکی ذات ہے انسان خاک کا پتلہ ہے مگر اشرف المخلوقات ہے رزاق ہر نیک و بد ہے اوسکی وحدانیت کا قایل ہر دام و دد ہے الغرض حمد و ثنا سے مستغنی ایزد پاک ہے مخبر صادق کی زبان پر جاری کلمہ ماعرفناک ہے - اور نعت کے قابل وہ سید و سردار ہے جو حامی روز شمار ہے جس نے آسمان پر معراج پائی ہے جسے آگاہ ساری خدائی ہے ؎

روان در رکاب کہ جبریل رفت   کہ حکمش تو ریت و انجیل رفت
کہ پا بر سر ماہ و خورشید زد   کہ بر سیم و زر سکہ جاوید زد
شد از شان او شوکت کفر پست   ہیلاد او قصر کسریٰ شکست

آگے نعت رسول میں لب کھولنا محال ہے زبان گویا اس جگہ لال ہے ؎

درود ے منزلیش نداری بیان   زمین ادب با یدت بوسہ داد

اور منقبت کے لایق وصی خیر الانام ہے جو رکن رکین دین خلایق کا پہلا امام ہے جس نے

وہ دوش رسول پر عروج پایا اہل اتی جسکی شان مین آیا ہے

نکرتے علم اگر علی ذوالفقار
نپاتا کبھی دین احمد قرار

کافرون کو جہان پایا ہلاک کیا خانہ کعبہ کو بتون سے پاک کیا ہے

زتکریمش نبی آدم مکرم
بہ تعظیمش قد ہفت آسمان خم

زتقدیسش دل قدسیان شاد
زنامش کام جانہا عشرت آباد

زبانش مظہر آیات تنزیل
طواف درگہش معراج جبریل

عجب اوس در گران مایہ کی ذات ہے اس جگہ لب کھولنا چھوٹا موںھ بڑی بات ہے

سپاس و سلامی سزاوار او
برویاد و بر آل اطہار او

امابعد

اس ہیچدان ژولیدہ بیان سراپا عجز و انکسار شاہ محمد تقی متخلص مہر معروف نثار کو عرصہ سے خیال تھا کہ ایک کتاب مختصر حالات ولادت باسعادت حضرت علی ابن ابیطالب اسداللہ الغالب مین تحریر کرے واسن مراد کو ہر مقصود سے بھرے ایک روز اس کا تذکرہ آیا میرے رفیق و مہربان مرزا محمد جان صاحب مرحوم نے باصرار فرمایا کہ ضرور تحریر کیجیے دوستون کو تحفہ دیجیے توشۂ آخرت ہمراہ لیجیے اونکا کہنا مجھے جان سے بہایا بہت ہی پسند آیا کہ واقعی دنیا فانی ہے سب قصہ و کہانی ہے کب کسی کو ثبات ہے بلاشبہہ یہ رسالہ میرے لئے باقیات الصالحات ہے اس خیال نے مجھے بے خود بنایا ہزار ہزار شکر کہ یہ گوہر بے بہا ہاتھ آیا اگر مومنین و شائقین سخن اس مین کسی جگہہ غلطی پائین امید کہ مجرا اصلاح فرمائین خدایا جب تک اس رسالہ کو ہر ایک پڑھے ہوا چلے شجر بڑھے ابر آئے مینہ برسائے غنچہ و گل تازگی پائین شجر کو ثمر ہاتھ آئین و نسیم سحری بھی اوس زمانہ تک یہ رسالہ آفات سے بچی

دشمنان دین سے محفوظ رہے آمین ثم آمین ۔

حمد بے پایان کے وہ شایان ہے جس نے ہمکو امت محمد مصطفےٰ سے فرمایا اور تعریف کے قابل وہ خدا ہے جس نے ہمین غلامان علی ابن ابیطالب سے بنایا اور شکر کرتے ہین اوس خدائے جلیل کا جسنے ذکر فضیلت علی کو باعث ہماری مغفرت ونجات کا کیا اور فدا ہوجیۓ اوس کریم پر جس نے محبت علی کا حکم عام دیا۔ خوشا حال اوس نیک خصال کے جو بخواہش تمام فضائل ومناقب جناب امیر علیہ السلام سماعت فرمائین جن کے اوصاف ۔ ہر صحیفہ مین نظر آئین جو ممدوح پروردگار ہے جسکی بزرگی توریت وانجیل سے آشکار ہے جسکا ذکر قرآن مبین مین فرمایا سورہ ہل اتی جسکی شان مین آیا دوستدار خدا شجاع یکتا موجب کائنات ہے جسکی پیدائش سے ظاہر یہ بات ہے کہ ساری دوستدار رسول مختار اور محبان آئمہ اطہار ہدایت پائین منکرین وبغضین امیرالمومنین دوزخ مین جائین ؎

نباشد جز ثناے شاہ مردان — کہ حق جان نبی خواندش بہ قرآن

ز حق ممدوح مدح لافتا اوست — وز و مخصوص نص ہل اتی اوست

کتاب روضۃ الواعظین اور ارشاد القلوب شیخ مفید علیہ الرحمہ اور بحار الانوار وغیرہ مین مذکور ہے اور مقتل ابومخنف مین بھی مسطور ہے کہ جناب حیدر کرار صاحب ذوالفقار نے خانہ کعبہ مین ظہور فرمایا عالم کو اپنے نور سے پرنور فرمایا نہ قبل ولادت باسعادت نہ بعد پیدائش امام علیہ السلام کے کوئی خانہ کعبہ مین پیدا ہوا فقط اسد اللہ برج حمل سے ہویدا ہوا حق سبحانہ تعالی نے یہ شرف مخصوص جناب امیر کو دیا ہر ایک مین معزز وممتاز کیا تاریخ ولادت مین مختلف روایتین مشہور ہین مقتل ابومخنف وغیرہ مین مذکور ہین کہ تیرہوین رجب یوم جمعہ کو جناب امیر خانہ کعبہ مین پیدا ہوئے اور ایک روایت مین وارد ہے کہ ساتوین شعبان کو برج حمل سے

ہو پیدا ہوئے اور ایک روایت مین مرقوم ہے کہ تیسوین ماہ شعبان کو اوس نورانی خانہ کعبہ مین ظہور فرمایا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتوین ذی الحجہ کو اوس نور رشک کوہ طور نے خانہ کعبہ مین ظہور پایا اور اسم مبارک بحکم ذوالمنن ابوالحسن اور علی مشتق نام جناب باری ہے جو فرشتون کی زبان پر ہر دم جاری ہے اتباع حکم بندہ پر لازم ہے جبریل آپکے در کا ادنیٰ ملازم ہے دوستی علی دوستی خدا ہے اور محبت علی عبادت خدا ہے محبت حیدر کرار دوست خالق لیل ونہار ہے اور دشمن علی عدوئے کردگار ہے جنگ کرنا علی سے جنگ کارساز ہے اور صلح علی سے صلح بے نیاز ہے سبحان اللہ کیا آپکی جناب ہے غضنفر لقب ہے ابوتراب خطاب عطیہ رسالتمآب ہے ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف پانچ پشت کا م ہے فاطمہ بنت اسد مادر عالیمقام ہے جو قدر و منزلت مین ایک ہین فرخندہ سیر و نیک ہین مریم و آسیہ نے کہان یہ رتبہ پایا ہے جو مرتبہ انکو ہاتھ آیا ہے یہی اول بوحدانیت خدا اور برسالت محمد مصطفیٰ اور بولایت علی مرتضیٰ ایمان لائے ہین ہمراہ جناب رسالتمآب مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے آئے ہین رسول خدا کو مانند اپنے فرزندون کے گود مین پرورش فرمایا اور اپنے آرام پر مقدم کرکے پہلیون پر سولایا جناب رسولخدا بھی اونکو بجائے اپنی والدہ کے جانتے تھے ہر ایک سے زیادہ اونکو مانتے تھے اکثر اوقات اونکے احسانات کا شکریہ ادا فرماتے تھے اور اونکے اوصاف حمیدہ اور اپنی پرورش وخاطر داری کا حال سبکو سناتے تھے الغرض اوس مخدومہ معظمہ کی عزت و بزرگی مین کسے کلام ہے جسکا بھتیجہ رسول بیٹا پہلا امام ہے کتاب بحار الانوار مین جناب رسول مختار سے روایت ہے بہجت افزا حکایت ہے کہ جب زمانہ ولادت باسعادت علی ابن ابیطالب کا قریب آیا تو ایکروز جبریل

نے بحکم رب جلیل نزول فرما کر یہ مژدہ سنایا کہ بعد تحفہ سلام کے خالق صبح و شام نے فرمایا
ہے کہ جاؤ ہماری حبیب کو خبر کراؤ کہ اب وقت ظہور تمہاری نبوت کا قریب آیا اور اعلان وحی
اور کشف رسالت کے زمانہ نے شرف پایا اب اوسکے پیدا ہونے کی دہوم دہام ہے
جو ہمارا خانہ زاد تمہارا داماد و خلایق کا پہلا امام ہے وقت پر تمہارے کام آئیگا بتون کو ہمارے گہر سے
باہر لائیگا جب وہ پیدا ہو تو اوسکی طرف داہنے جانب سے جانا خبردار بہول نجانا وہ اصحاب
مبین ہے رہنمائے آسمان و زمین ہے برگزیدہ باری ہے جسکی زبان پر تسبیح خدا ازل سے
جاری ہے اوسکے چہرہ سے ہمارا نور آشکار ہے وہ ضیغم شجاعت موسوم حیدر کرار ہے یہ سنکر
رسولخدا اچہلے نہ سمائے جب حیدر کرار پیدا ہوے تو حضرت قریب مادر گرامی قدر علی ابن ابیطالب
کے تشریف لائے حکم جناب باری فراموش نہ فرمایا دست راست اپنا طرف فاطمہ بنت اسد
کے بڑہایا علی کو اپنی گود مین لیا جناب امیر نے دست بستہ سلام کیا پہر علی نے داہنا ہاتھ
اپنا داہنے کان پر رکہکر ذکر اذان و اقامت فرمایا اور خدا کی وحدانیت کا اقرار زبان پر آیا
پہر میری رسالت کی گواہی دی اور اپنی ولایت کی صفت بیان کر پہر کہا کہ یا رسول اللہ
اگر آپ فرمائین تو ہم آپکو صحائف انبیا سنائین مین نے کہا بسم اللہ فرمائے ہم شایق ہین
سنائے رسولخدا فرماتے ہین کہ قسم ہے اوس خدا کی جسکے قبضہ و قدرت مین میری جان ہے
اور قسم ہے اوس کریم کارساز کی جو مالک زمین و آسمان ہے علی ابن ابوطالب نے
صحیفہ آدم و شیث اور صحیفہ نوح و ابراہیم اور توریت موسیٰ اور انجیل عیسیٰ اور زبور داؤد
لبد و مد ابتدا سے انتہا تک ایسی فصاحت و بلاغت سے پڑہا جسکے سننے سے زیادہ
شوق بڑہا اگر وہ حضرات زندہ ہوتے تو اپنے لکہے کو روتے آہ سرد دل پر درد سے
بہرتے آخرش مجبور ہو کر ادا کرتے کہ علی کو مجہسے بہتر یاد ہے جسکا صحیفہ ہے اوسی کا

اسیر صادب ہے اسکے بعد علی نے قرآن کی تلاوت شروع فرمائی پورا قرآن فرفر از بر
سنا و یا کہین زیر و زبر کی غلطی نظر نہ آئی نہ کہین جزم و مد مین چوکے نہ زبان کو لکنت ہوئے پائی
علی کو مین نے حافظ قرآن پایا سارا قرآن نوک زبان نظر آیا اور مین بہترین انبیا ہون اور
وصی میرا برگزیدہ اوصیا ہے جسنے عالم ارواح مین جبرئیل کو تعلیم کیا ہے جو بندہ مومن بشرط
اعتقاد ذکر ایک فضیلت کا فضائل علی ابن ابیطالب سے کرے یا جو شخص حضرت
کی محبت کا دم بھرے خداوند کریم اوسکے تمام گناہان گذشتہ و آئندہ عفو فرماتا ہے عزت
دیتا ہے آبرو بڑھاتا ہے دوستی علی گناہون کو اس طرح کھاتی ہے جسطرح آگ لکڑی خشک
کو جلاتی ہے اور حق سبحانہ تعالی نے میرے بھائی کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہین
کہ جسے دیکھکر انبیائے اولی العزم حیرت مین آگئے ہین احاطہ فضایل حد بشری سے
محال ہے اونکے بزرگون سے واقف خداوند ذوالجلال ہے جو شخص ایک فضیلت
فضائل علی ابن ابیطالب سے ارقام کرے یا معائنہ خواہ سماعت اوصاف امام کرے
جبتک اوس نوشتہ کا عنوان پایا جائے یا اوس تحریر کا نشان نظر آئے اوس زمانہ تک
تمام فرشتے اوسکی معفرت کی خدا سے دعا کرتے ہین اور بندہ مومن کی محبت کا دم بھرتے
ہین اور خدا اوس ناظر کی گناہان چشم سے چشم پوشی فرماتا ہے اور سامع کی گناہان گوش
سے باز آتا ہے نظر کرنا طرف علی کے عبادت ہے اور ذکر کرنا علی کا داخل طاعت ہے
نہین قبول ہوتا ایمان کسی بندہ مسلمان کا بدون دوستی جناب حیدر کرار اور بیکار ہے بغیر محبت
علی ابن ابوطالب عبادت خالق لیل ونہار تاریخ بغدادی مین بی بی عائشہ سے مذکور ہے جو صحیح
بھی مذکور ہے کہ اکبر ور رسولخدا نے علی کی تعریف مین فرمایا جس نے مجھے مجھ دکھایا کہ نہین باقی
رہی کوئی سمت شرق و غرب و صحرا و دریا مین کہ علی اونکے پاس تجا مین یا تکبیرین سے دوستی

امیر المومنین کے سوالات بتائین نکیرین پوچھتے ہین کہ بتا معبود تیرا کون بے نیاز ہے
اور کیا ترا دین ہے اور کس ملت مین تو سرفراز ہے نبی کا تیرے کیا نام ہے اور کون تیرا
پہیلا امام ہے عدوے امیر المومنین یہ سنکر گھبرائین گے کچہ نہ بتائین گے اور الجہ کر رہ جائین گے
مگر اپنے دوستون کی امداد کو علی نکیرین سے پہلے تشریف لائین گے ہر سوال کا جواب بتائین گے
بشارت بہشت عنبر سرشت سنائین گے دوست حضرت کے یہ مژدہ سنکر جامہ پہولے نسمائین گے

۵ باب مژدہ گرجان قائم رواست + حدیث مین آیا ہے رسول خدا نے فرمایا ہے
کہ جو دوست ابوتراب ہے میرا محب وہ خوش خطاب ہے اور جسکو علی سے بغض وعناد ہے
میرا دشمن جانی وہ بدنہاد ہے جو اون کا دشمن ہے وہ میرا عدوے جانی ہے اور میرا عدو
مورد لعن سبحانی ہے میرا حکم عین حکم حیدر کرار ہے جو اوسے منکر ہے لاریب وہ جہنم کے سزاوار
ہے ابن مردویہ کہ علمائے معتبرین سنت جماعت سے ہے منقول ہے کہ جناب رسول خدا
نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص زندگی نوح پائی اور زندگی بہر خدا کی عبادت بجالائے اور کوہ احد
سیم وطلا ہو جائے اوسکو وہ شخص راہ خدا مین مٹائے اور ہزار دفعہ حج کو پیادہ پا جائے
بعد از ان درمیان کوہ صفا ومروا نظلم وستم شہادت پائے باوجود ان سب امرون کی اگر وہ
شیعہ حیدر کرار اور محب ائمہ اطہار نہ ہو تو ہرگز ہرگز وہ شخص بوے بہشت نپائے گا مونھ کی
بھل دوزخ مین ڈالا جائے گا رسول خدا فرماتے ہین کہ جب آدم نے ساق عرش پر نام میرا
اور علی ابن ابیطالب اور میرے نور بصر لخت جگر فاطمہ زہرا اور حسنین اور اونکی اولاد کا تحریر
پایا برجستہ آدم کی زبان پر آیا کہ اے پروردگار مالک لیل ونہار تونے مجہسے بہی کسیکو افضل
پیدا کیا ہے اور زیادہ مجہسے کسیکو عزت دیا ہے ارشاد ہوا کہ اے آدم یہ اون بزرگون کا نام
ہے جو صاحب عزت وصاحب احترام ہے اگر مین انکو نپیدا کرتا تو تمکو ہرگز نہ پیدا کرتا او

اگر انکا نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان و ہر نبی جہان کا ظہور نہ ہوتا ملک فلک پر جگہ نہ پاتی زمین و آسمان
نظر نہ آتی جب آدم بوجہ ترک اولی عتاب مین آئے بہ کمال عجز یہ زبان پر لائے کہ پروردگارا واسطہ
اون بزرگون کا جنکو تونے ہمسے افضل و اشرف فرمایا ہے اور جنکے باعث سے وجود نے میرے
ظہور پایا ہے دعا میری قبول فرما اور میری گناہ سے باز آ میری خطا معاف ہو اب مجھپر
نظر الطاف ہو جب آدم نے یہ واسطے ولائے ستار العیوب نے اونکے قصور عفو فرمائے
یہ وہ اسم پاک و پاکیزہ ہین اور یہ وہ نام طاہر و برگزیدہ ہین جن اسمون کو خداوند کریم نے آدم کو
تعلیم فرمایا اور جنکی بدولت آدم نے نجات پایا جب آدم کی توبہ کو خدا نے قبول فرمایا او سکیوقت
غیب سے یہ مژدہ آیا کہ یہ فخر تمہارے لئے وافی ہے اور یہ افتخار تمہارے واسطے کافی
ہے یہ عبد خاص جنکے نام عرش پر ارقام ہین جو باہم نبی و امام ہین تمہارے صلب سے پیدا ہونگے
اور بطن حوا سے ہویدا ہونگے یہ سنکر آدم پھولے نہ سمائے پے در پے حمد خدا بجالائے رسولخدا
فرماتے ہین کہ یہ اونکی بزرگی خدا نے ہملوگون کو عطا فرمائی ہے کہ بہ شرف اسمائے پنجتن آدم نے
عذاب ترک اولی سے رہائی پائی ہے راوی کہتا ہے کہ عالم طفلی مین جب جناب امیر سو
جاتے تھے رسول خدا اونکی گہوارہ جنبانی فرماتے تھے اور ہر وقت حضرت کو اپنے سینہ
سے لگائے رہتے تھے رموز خفی و جلی برابر کہتے تھے اور اکثر اوقات اپنے دست حق پرست
سے غسل دیتے تھے لباس پاکیزہ و مکلف پہنا کر گود مین لیتے تھے ہر طرح کی تعلیم فرماتے تھے
اور ... آغوش مین لیکر طرف کوہ و صحرا کے تشریف لیجاتے تھے ابوتراب پرورش یافتہ اور
... ہے سوختہ رسالتمآب ہین سلیمان حشم کیوان جناب ہین رسول خدا کے سارے مو بوعلی
نے پائی ہے پشت رسول مختار پر آپکو معراج ہاتھ آئی ہے۔ سید محمود علمائے اہلسنت کے
ہے کتاب صراط السوی مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اون حضرت سے

فرمایا جو شخص ہمکو خواہ ہمارے اہلبیت کو دوست جانے اور اعانت اور نصرت ہمارے ہاتھ خواہ زبان سے کرے اور میری محبت کا دم بھرے تو وہ شخص ہمارا قرب پائیگا ہر طرح کا آرام پائے گا اور بقدر ہر رگ کے ایک حور اور بقدر ہر بال کے ایک قصور پاکر نہال ہوگا دفع ہر قسم کا رنج و ملال ہوگا اور ہمارا دوست دنیا سے نجائیگا مگر خواب مین حور و قصور کی بشارت پائے گا حوض کوثر روبرو رہے گا میوہ جنت کہائے گا طوبیٰ کا سر پر سایہ رہیگا۔ رسول خدا نے فرمایا ملک الموت محبان اہلبیت کے قبض روح باسانی کرتا ہے نہ نکیرین کی صورت خوفناک دیکھکر کوئی مومن ڈرتا ہے اور جو شخص چاہے کہ عذاب قبر اور تاریکی گور سے نجات پائے اور بروز قیامت بیخوف و بیم داخل بہشت ہوجائے تو اوسے لازم ہے کہ محب حیدر کرار ہو اور دوست صاحب ذوالفقار ہو بہ ادوستی اہلبیت کی دنیا و آخرت دونو مین نفع پہونچائے گی ہر طرح کی راحت میسر آئی گی محبون کے واسطے دروازے جنت کہولے جاتے ہین حور و غلمان پیشوائی کو آتے ہین۔ صاحب علماے معتبرین اہلسنت و جماعت سے روایت کرتا ہے جناب رسولمختار سے کہ حضرت نے کہا کہ جب مین شب معراج آسمان پر آیا تو ایک مکان یاقوت کلانکا مین نے وہان پایا جب مین اوس کا جویا ہوا جبرئیل تبسم ہوکر گویا ہوا کہ یہ آپکے بھائی علی ابن ابیطالب کے دوستون کے رہنے کا مقام ہے اسی مین اونکے شیعون کو رہنے کا حکم تمام ہے ہر قسم کا آرام جیسے یہان پر پائین گے تاج نقری سرون پر چمکتے نظر آئین گے چہرہ مانند ماہ چہاردہم درخشان نظر آئیگا یہ ساز و سامان دیکھکر کوئی پھولا نہ سمائے گا۔ جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد والا مقام یعنے جناب امیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہین کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک شہر پشت پر مغرب کے پیدا کیا ہے اپنی قدرت کاملہ سے ہویدا کیا ہے جابلقا اوس مقام کا نام ہے اوس مین

ہر یک محب جناب امیر علیہ السلام ہے اور وہ شہر بہت آباد ہے شہر ہزار اُمت کی
اوس مین تعداد ہے اور ہر امت جناب رسالتمآب کی اُمت کے برابر ہے اور اوسمین
ہر فرد بشر محب جناب ساقی کوثر ہے اور لوگ کبھی سوتے ہین نہ کچھ کھاتے ہین اور نہ وہ
کبھی کسی معصیت کے گرد جاتے ہین ہر وقت حضرت کی تعریف مین سرگرم رہتے ہین لعن و تبرا
معاندین پر کرتے ہین ہر ایک وہان پر محب جناب حیدر کرار ہے یہی شغل اون لوگون کا لیل و نہار
ہے لاریب جناب امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابیطالب اسد اللہ الغالب کے فضائل
و مناقب کا شمار کرنا محال ہے فضل و عنایت حضرت ذو الجلال ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے ساتھ
امیر المومنین کے تمام انبیا و مرسلین کی امداد فرمائی ہے ہر قسم کی بزرگی آپکے حصہ مین آئی ہے
کتاب محرق القلوب مین مسطور ہے روایت فرحت بخش و سرور ہے جناب رسول خدا نے فرمایا
کہ جب مین شب معراج قرب قاب قوسین کے آیا ناگاہ غیب سے یہ آواز میرے کان مین آئی
کہ اے علی کے چچیرے بھائی کون شے تمکو زیادہ پیاری ہے مین نے عرض کیا کہ یہ عبد ضعیفہ ذات
باری ہے اس ناکسار کا کس مین شمار ہے مگر چچیرا تو فریفتہ ہے اوسپر میری جان نثار ہے آواز
آئی کہ اے محمد مین دوست حیدر کرار ہون اوسکا رفیق و غمگسار ہون شب تنہائی مین اوسکا مجھسے
آرام و چین ہے تمکو دوستی اوسکی فرض عین ہے عدوے علی ناری ہے دوست پر رحمت
باری ہے بعد ازان جبرئیل میرے پاس آئے بعد از بندگی و سلام یہ زبان پر لائے کہ حق
سبحانہ تعالیٰ کا کیا آپ سے سوال تھا کس امر کا اسقدر قیل و قال تھا مین نے کہا دوستی علی ابن ابیطالب
کا مذکور تھا ہر جگہ علی کا ظہور تھا جبرئیل نے ہنس کر کہا قسم ہے اوس کارساز کی جسکے ید قدرت
مین ہم سبھون کی جان ہے اور قسم ہے اوس پاک بے نیاز کی جو خالق زمین و آسمان ہے
اور قسم ہے اوس باغبان حقیقی کی جسکی یہ شگوفہ کاری ہے اور قسم ہے اوس خدا کی جسکی تمہ

سب کی زبان پر جاری ہے اگر اہل زمین مانند سکنائے عرش بھرین دوست حیدر کرار ہوتے اور اونکی ولا کا تخم مزرعہ عالم مین بوتے ہنساش بشاش بہشت مین جاتے ہر طرح کا آرام وچین پاتے غلمان کا ساتھ ہوتا حور عین کا ہاتھ مین ہاتھ ہوتا دوزخ کی اذیت نہ پاتے جہنم مین ڈالے نہ جاتے دوزخ مخلوق ہی نہ ہوتی عدم مین پڑی رہتی اس سے صاف ظاہر و آشکار ہے کہ خالق لیل و نہار دوست جناب حیدر کرار ہے دشمنون سے بیزار ہے شیعون پر عنایت جناب ایزد غفار ہے سبحان اللہ کیا مرتبہ پایا ہے دوست خدا کا اپنے سر پر سایہ ہے دوستی علی افضل طاعات ہے اور ولائے علی بہتر عبادات ہے جو شخص عدوے علی ہے مرتد ازلی ہے جو دشمن خاندان امام ہے بلاشک وہ شخص نطفہ حرام ہے کیونکہ محبت حیدر افضل نگردانی جائے اور کس طرح اپنے برتر و بزرگ ہونے کا یقین نہ آئے یہی تو ہر جگہ کام آتے ہین سکرات موت اور فشار قبر سے بچاتے ہین پل صراط سے پار لگاتے ہین اور اپنے دوستون کی دستگیری فرماتے ہین حضرت سلمان فارسی اصحاب کبار رسول مختار تھے اور دوست جناب حیدر کرار تھے اس سے آگاہ ہر خورد و پیر ہے کہ ابوذر غلام بشیر و نذیر ہے فضہ نے رتبہ کنیزی پایا ہے جنکے گرد قدم کا فرشتون نے سرمہ بنایا ہے الغرض حضرت سلمان فارسی محبت علی مین فرد تھے دلیر و غازی و جوانمرد تھے شب و روز حاضر دربار دُربار تھے ہزار جان سے شیفتہ جناب حیدر کرار تھے اور اکثر انکی تعریف رسولخدا فرماتے تھے اور یہ ہر طرح کی خدمت بسر و چشم بجالاتے تھے اس جگہ ابن عباس سے وہ روایت ہے جو نہایت سرور بخش و فرحت افزا حکایت ہے کہتا ہے کہ بعد انتقال حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایکروز مین سویا عالم رویا مین ایک قصر بلند یاقوت کا مجھے نظر آیا اور نہایت اوس قصر کو مرتفع و بلند پایا نہ کہین اینٹ تھی اور نہ چونہ تھا خدا کی قدرت کا ایک نمونہ تھا اور اوسکے اندر ایسے زرق و برق سے کہ فرش بچھے نظر آئے کہ جسپر طائر نظر کا پاؤن

پھسل جاے بیچ مین ایک تخت گوہر نگار کا تراش کر بچھایا تھا جسکو صانع قدرت نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اوسپر سلمان فارسی جلوہ گر لباس نورانی در بر اور تاج مرصع بر سر نہر شیر رو برو جاری فصل ورے ایام باد بہاری حور و غلمان کی نرالے انداز سراپا کرشمہ و ناز چھلکتے ہوے ساغر ہاتھون پر لیے مودبانہ سر کو خم کیے منتظر تھے کہ ہم لوگ جو حکم پائین بسر و چشم بجا لائین اور حضرت سلمان فارسی کے چہرے سے ایسا رعب ہویدا تھا اور وہ دبدبہ بشرہ سے پیدا تھا کہ لب کھولنا دشوار تھا الغرض یہ رعب و اقبال اور یہ جاہ و جلال دیکھکر مین ضبط کی تاب نہ لایا بیساختہ میری زبان پر آیا کہ فرمائیے آپنے کس عمل کی خبر امین یہ مرتبہ پایا ہے اور کس خدمت کے صلہ مین یہ رتبہ ہاتھ آیا ہے عشرت کا ہر طرف مہیا ساز و سامان ہے عقل یہان پر حیران ہے حضرت سلمان فارسی نے ہنس کر فرمایا کہ غلمان و حور محل و قصور کوثر و طوبا بالکل مجموعہ عیش و آرام بمولائی جناب امیر علیہ السلام بندہ نے پایا ہے یہ جاہ و حشم اونکی بدولت ہاتھ آیا ہے یہ سنکر مین پھولا نہ سمایا شکر کارساز حقیقی لایا کہ انشاء اللہ یکروز مین بھی سب کچھ پاونگا خوش خوش بہشت مین جاونگا

جسے بغض حیدر سے ہے اے ولا ولا مین علی کی نہین مبتلا
کبھی بوے جنت نہ وہ پائیگا خرابی سے دوزخ مین وہ جایگا

اگر تمام اشجار عالم کے کٹ کر قلم ہو جائین دریا سیاہی بنکر سامنے آئین تمام جن و انس حساب کرین اور تمام ملایک کتابت کرین تو بھی فضائل علی کا تحریر نہ پاوے روشنائی خشک ہو زبان قلم ترش کر قلم ہو جاے جن و انس ہیچمدانی مین زبان کھولین ملایک نادم ہون منھ سے کچھ نہ بولین بھلا کوئی شخص ایسی زبان شستہ و رفتہ کہان پائے کہ صفت جناب امیر زبان پر لائے قرآن اسکا شاہد ہے کہ ہر ایک سے برتر و بزرگ، وہ زاہد ہے جو شب زندہ دار ہے خانہ زاد ایزد غفار ہے نبی کا داماد ہے جبرئیل کا اوستاد ہے جنکے ملایک خادم ہین جنکی بزرگیان سنکر خود دشمن

نادم ہین ہر معرکہ مین ذلیل وخوار ہوئے مگر اپنے فعل سے باز نہ آئے بلکہ درپے قتل جناب حیدر کرار ہوے بعد رسول خدا کے فتنہ پردازون نے حضرت کو بہت ستایا اپنے ظلم و تعدی سے کوئی سرکش باز نہ آیا شب و روز اسکے مشورے ہوتے تھے کہ کوئی ایسی سبیل دقوع مین آئے کہ جسے خودبخود چراغ امامت گل ہو جائے ظہور اس نور کا فرقہ مکروز ورکو ناگوار تھا حضرت کے خون کا پیاسا ہر نابکار تھا چندے اوس مصباح شرافت کو خداوند کریم نے شر وآفت اشان جفاکار وحوادث زمانہ غدار سے بچایا اون مفسدون کا کوئی افسون کارگر ہونے نہ پایا کل امر مرہون باوقت تھا ایام نافرجام کس کے کام آیا ہے ہمیشہ کس نے آرام پایا ہے عجب گردش لیل و نہار ہے کبھی خزان ہے کبھی بہار ہے انقلاب ہر شے کو درپیش ہے کوئی خوش ہے کوئی دلریش ہے بلبل کبھی گل سے ہمکنار ہے کبھی صدمہ جدائی سے اشکبار ہے کبھی ایام باد بہاری ہے ہر سمت فوارہ جاری ہے خوشی کا اہتمام ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے کوئی رنجیدہ ہے کوئی نہال ہے عجب اس غدار ناہنجار کا حال ہے اپنے بوقلمونی سے باز نہ آیا اکیسوین [21] رمضان شریف شب جمعہ ۴۰ھ مین بعمر ۶۳ برس جناب امیر نے انتقال فرمایا ؎

سرکنم نالہ اگر تاب شنیدن داری ٭ سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

شہادت مین جناب امیر علیہ السلام کے حضرت اُم کلثوم سے روایت ہے جو غم والم کی حکایت ہے حضرت ام کلثوم فرماتی ہین کہ اونیسوین [19] شب ماہ صیام کو مین خدمت مین اپنے پدر بزرگوار جناب حیدر کرار کی آئی دو نان شعیر و قدرے نمک اور ایک کاسہ مین شیر لائی حضرت نے دیکھتے ہی سر پوش ہٹایا اشکبار ہوکر فرمایا کہ دو نان معہ نمک و شیر میرے واسطے لائی ہو اور زحمت کرکے خود آئی ہو اے نور نظر تمھین یہ منظور ہے کہ تمھارا باپ یعنی یہ عبد خاکسار بروز شمار جب روبرو خالق لیل و نہار کے جائے تو عرصہ تک حساب وکتاب کی زحمت اوٹھائے کیا تمھین نہین معلوم کہ مین قدم بقدم

رسول خدا کے چلتا ہون جبیر بھی دست تاسف ملتا ہون رسولخدا نے اس زار نا پائدار سے رحلت
فرمائی مگر کبھی ایک خوان مین دو نان خورش سامنے نہ آئی دنیا عبرت کا مقام ہے نہ جاے عیش
وآرام ہے خدا اس زن بیوا سے بچائے کوئی بیچارہ آفت زدہ مصیبت کا مارا اسکے دام
فریب مین نہ آئے کسی نے اس دار محن مین راحت پائی نہین کسی کے یہ بیوا کام آے نہین اگر رو
حضرت جبرئیل خدمت مین سید المرسلین کے آئے کنجیان خزاین دنیا ہمراہ لاے بعد تحفہ سلام
کے عرض کیا کہ جناب باری نے کنجیان خزانہ دنیا کی دیکر فرمایا ہے کہ اسے لیجئے اور جب خواہش
صرف کیجئے اور اگر اس سے زائد کی تمنا ہو تو ابھی تمام مکہ و مدینہ کے پہاڑ چاندی و سونے کے
بنا دئے جائین اور آپ ابد الآباد تلک خرچ فرمائین حضرت نے تبسم ہوکر فرمایا کہ اوسکا لاکھ لاکھ شکر ہے جسنے مجھے
ہر چیز سے بے نیاز بنا یا بھائی یہ تو آغاز ہے پھر اس کا کیا انجام ہے حضرت جبرئیل نے آنکھون
مین آنسو بھر کر کہا کہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ہے حضرت نے یہ سنکر
فرمایا کہ بس بس پھر مجھے معاف کیجئے اسی حال پر رہنے دیجئے اگر روز آسودہ ہوکر کھاؤن شکر خدا
بجالاؤن دوسرے روز بھوکے تضرع و زاری درگاہ باری مین کرون شب و روز دم محبت
بھرون اے پارہ جگر قسم خالق لیل و نہار ہے تیری باپ پہ یہ امر دشوار ہے کہ مین اسمین سے
کچھ کھاؤن یا خوانچہ کے قریب جاؤن یہ سنکر مین نے ایک روٹی و دودھ اوٹھا لیا اوسوقت حضرت نے
ایک نان کو نمک کو بیدے سے تناول کیا نوش فرماکر شکر کارساز حقیقی بجالائے پھر دستر خوان سے اوٹھکر
سجادہ پر آئے رکوع و سجود قیام و قعود رب الودود مین مشغول ہوے مگر اوس روز اوس شب
تا رمین بار بار اشکبار جناب حیدر کرار صاحب ذو الفقار باہر تشریف لاتے پھر گھبر کر اندر چلے
جاتے حضرت کی حالت دیکھہ دیکھکر مجھے ہول آتا رعب سے کچھ کہا نہ جاتا لیکن بصد ادب
مین نے عرض کیا کہ اے بابا جان یہ لونڈی آپ پر قربان آج آپ بہت گھبرائے معلوم ہوتے

ہین ہچکی لگی ہے ہم برابر روتے ہین ابھی تک آنکھ لپک نہین آئی ہے مطلق آپنے آنکھ تک نہین لگائی
ہے یہ سنکر حضرت اشکبار ہوے پھر اس طرح گویا جناب حیدر کرار ہوے کہ اے قرۃ العین دل
کے آرام جگر کے چین مین نے بڑے بڑے پہلوانون کو قتل کر ڈالا اور بڑے بڑے سرکشون کا
بھیجا نکالا اکثر مقامات خوفناک مین گھس پڑا مرحب و عنتر سے تنہا لڑا مگر کبھو دلپر خوف چھایا
نہین ایسا کسی معرکہ مین گھبرایا نہین مگر آج خوف سے سارا بدن تھراتا ہے مجھے آثار اچھا نظر
نہین آتا ہے یہ سنکر خواب میرا کافور ہوا دلپر صدمہ و رنج کا وفور ہوا جب آثار صبح کی نظر آئی حضرت
بہ نیت استحباب وضو فرماکر کوٹھے سے صحن مین تشریف لائے چند مرغابیان بطور ہدیہ کسی نے
بھائی حسن کو دی تھین مرغابیون نے حضرت کو جاتے دیکھکر شور و غل مچایا سارا مکان سر پر اٹھایا
اور دوڑ کر منقار سے دامن کو تھام لیا گویا جانے سے منع کیا حضرت نے بصد حسرت و یاس دیکھکر انکی
طرف فرمایا لا الہ الا اللہ یہ وہ فال بد ہے جسکی کچھ انتہا نہ حد ہے تھوڑے عرصہ مین نعرہ گریہ و زاری کی
بلند ہونگے عزیز و انصار صبح کو ہم ملکر میرے لئے روئین گے حضرت ام کلثوم فرماتی ہین کہ مین نے
کہا کہ اے باباجان اپنی زبان سے ایسی فال بد نہ فرمائے صبح ہونے دیجیے ابھی نہ جائے حضرت نے کہا کہ
ہم اہلبیت کی زبان سے فال بد کا نکلنا محال ہے اے نور عین کدھر تمہارا خیال ہے اب مین تمہین
اپنے سر کی قسم دیتا ہون اس کا وعدہ تم سے لیتا ہون کہ اگر بطون کی خبرگیری ہو سکے تو پالنا ورنہ انکو قید
مین نہ ڈالنا یہ فرماکر حضرت نے مسجد کے جانب قدم ارزانی فرمایا مین دوڑ کر حسن کے پاس آئی جگا
کر سارا قصہ سنایا اور کہا کہ آج رات بھر بابا نہین سوے ہین خوف خدا سے پھوٹ پھوٹ کر روے ہین اور
اس اندھیری رات مین گھر سے باہر تشریف لیجانا خلاف معمول ہے یہ دلخستہ نہایت ملول ہے ہر یک
بابا کے خون کے پیاسے ہین آپ جلدی جائیے دیر نہ فرمائیے کہ اب رسولخدا کے نواسے ہین انکا لحاظ
اون پر فرض عین ہے اسوقت میری روح بیچین ہے جی دہلتا ہے کسی عنوان نہین بہلتا ہے بار حسد و

ڈواہ بہشت پر یہ خبر لادی ہین بڑے نٹ کٹ یہ موذی حرام زادے ہین یہ سنکر حسن نے
تعاقب فرمایا اثنائے راہ مین حضرت کو جاتے ہوئے پایا عرض کیا کہ مجھے بہت عجب ہے
ابھی ایک ثلث سے زیادہ باقی شب ہے حضرت نے فرمایا کہ اے نور دیدہ رسول واے
فرزند بتول ایک خواب پر اضطراب دیکھکر گھبرایا وحشت ہوئی گھر سے باہر نکل آیا امام حسن
نے کہا خدا خوب کرے حضور اوسکی تعبیر فرمائین اس حقیر کو بھی سنائین کہا اے روح پدر یہ
وہ خواب ہے جو نہایت وحشت ناک و پر اضطراب ہے کہ گویا حضرت جبرئیل بحکم رب جلیل
آسمان سے کوہ ابوقبیس پر آئے اور دو پتھر وہان سے اوٹھاکر اوپر خانہ کعبہ کے لائے ایک
پتھر کو دوسرے پر مارکر چور کیا ریزہ ریزہ بے مقدور کیا پھر اوس خاک کو ہوا مین اوڑایا
مکہ و مدینہ مین کوئی گھر ایسا نہ بچا جس مین اوسکا سنگریزہ نہ آیا اے فرزند اگر یہ خواب بیدار است
ہے اسمین کچھ کم و کاست ہے تو ضرور تمہارا باپ قتل کیا جائیگا درجہ شہادت پاوے گا ایک
زمانہ سر پیٹے گا خاک اوڑائے گا فلک پر فرشتون کو غش آئے گا یہ سنکر حسن رونے لگے
آنسوؤن سے مونھ دہونے لگے حضرت نے کہا مین تمکو اپنے حق پدری کی قسم دیتا ہون کہ
تم بستر خواب پر جاؤ میرے ساتھ نہ آؤ خبردار میری بات مانو میرے اس کہنے کو واجب
جانو یہ سنکر امام عدول حکمی کی تاب نہ لائے راستہ سے واپس آئے ادہر
عبد الرحمن بچہ شیطان قطامہ ملعونہ کے گھر مین ڈینگ کی لیتا تھا اس ملعونہ پر جان دیتا
تھا اور وہ ہمیشہ لطائف الحیل مین ٹالتی تھی زلف گرہگیر مین پھانس کر دوزخ مین ڈالتے
تھے انجام کار اوس غدار ناہنجار کو دہوکھا دیا قتل پر حضرت کے راضی کیا وہ ملعون اوس رات
اپنے بستر خواب پر غور کرتا تھا کہ انجام اسکا سراسر محال ہے وہ شہرہ دشمن شکن
ہے اوسکے روبرو شمشیر کا زہرہ پانی ہے قاف سے قاف تک اوسکی حکمرانی ہے

ہر طرح کا مجھ پر حضرت کا احسان ہے طبیعت بہت پریشان ہے اونکی بدولت دین کی دولت
کو پایا خاک کو حضرت نے پاک بنایا محسن کُشی فعل حرام ہے احسان فراموشی کم ظرفون کا کام ہے
اس اثنا مین وہ غارت گر ہوش وحواس اوسکے پاس آئے اختلاط کی ڈھب پر لائے اس
مردود پر دیکھتے ہی شیطان چڑھا مجنون ہوا آگے بڑھا قطامہ نے کہا ہوش مین آ اپنے کو
سنبھال خبردار ادھر ہاتھ مت ڈال میری صحبت گر تجھے منظور ہے تو وعدہ وفائی تجھے
ضرور ہے جب تو اپنی قول پر ثابت قدم نظر آئے گا ہر طرح کا لطف زندگی اوٹھائیگا جو
شخص ایسی بڑی مہم پر جائے تعجب ہے کہ تیری طرح غافل نظر آئے یہ سنکر پھولا نہ سمایا ہنسکر
زبان پر لایا کہ لے جاتا ہون شہید کرکے سر تیرے رو برو لاتا ہون قول سے پھرنا اپنے
خلاف شان ہے مردون کی ایک زبان ہے ہاتھ پر ہاتھ مار چکا ہون تجھسے زبان ہار چکا
ہون ناگہان حضرت کی اذان کی آواز کان مین آئی قطامہ ملعونہ دوڑ کر تلوار زہر آلود اوٹھا
لائی کہا ابھی جا کر نماز مین شہید کر یہ کام مسجد ہی مین انجام پائے گا دوسرے وقت موقع ہاتھ
نہ آئے گا یہ سنکر خوشی خوشی تلوار زہر آلود مردود نے ہتھوالس لیا کعبہ اسلام کے ڈھانے کا قصد کیا
ادھر یہ ناہنجار مسجد مین آکر سویا اپنے حق مین کانٹا بویا ادھر حضرت نے اذان ختم فرمائی سوتون
کے جگانے کی نوبت آئی ابن ملجم کو مونھ کے بھل سوتا پایا شانہ ہلا کر فرمایا کہ اس طرح کے
خواب سے بیدار ہو توبہ کر ہوشیار ہو قہر خدا سے ڈر مونھ کے بھل سونا خدا کو ناگوار ہے
یہ طرز شیطان ناہنجار ہے یہ سنکر اوس کافر نے بدن کو اسطرح ہلایا جتنے یقین آیا کہ بیدار ہوا
دھوکھا دینے پر تیار ہوا حضرت نے مافی الضمیر سمجھکر فرمایا برجستہ زبان پر آیا کہ اے مردود
اوسی کام کا تر ارادہ ہے اور ایسے کام پر تو آمادہ ہے جسنے قریب ہے کہ آسمان تھر آئے
کا و زمین کو لرزہ آئے زمانہ تاریک و تار ہو اغلب ہے کہ تیرے ارادہ سے قیامت آکر

ہوا اور مین خوب جانتا ہون کہ جسے تو نے اپنے جامہ مین چھپایا ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ جسکے
لئے تو آج آیا ہے یہ فرما کر محراب عبادت مین تشریف لائے کہ ناگہان ہوا سے کل چراغ مسجد
کے گل ہوے اوس وقت یون گویا شمع جز و کل ہوے کہ یہ ایک علامت میری شہادت سے
پائی جاتی ہے صاف شکل شہادت آئینہ خیال مین نظر آتی ہے الغرض جب اوس شقی نے
حضرت کو نماز مین مشغول پایا آہستہ آہستہ نزدیک آیا اور اوٹھین ستون مسجد کے اپنے کو چھپایا جب
حضرت نے رکعت اول سے سر مبارک اوٹھایا اوس ولد الزنا نے بھرپور تلوار تول کر سر
اقدس جناب حیدر کرار صاحب ذوالفقار پر لگائی کہ جسسے آنکھون مین زمانہ سیاہ ہوا غشی آئی
اور ضرب پوری زخم اول پر پڑی کمین نہ اڑی حضرت نے کہا کہ شکر صد شکر کہ مین نے شہادت
کا درجہ پایا پھر تو حضرت کو غش پر غش آیا سر سے خون کے پرنالے بہے مگر حضرت نے صبر کیا
خاموش رہے خون کا ریش مبارک پر خضاب تھا دل سنسناتا تھا جی بیتاب تھا اور اس وارت
عظمیٰ اور حادثہ کبریٰ سے درہاے مسجد باہم ٹکرائے زمین و آسمان لرزہ مین آئے زمانہ تاریک
و تار ہوا ہر طرف نمایان قیامت کا آثار ہوا اور جبرئیل کی یہ آواز درمیان زمین و آسمان سب
سنتا تھا کہ ابن ملجم ملعون نے رکن دین گرایا نقش اسلام کو صفحۂ دہر سے مٹایا اوس برگزیدہ
نے شہادت پائے جسے فاطمہ سی زوجہ ہاتھ آئے قاتل اونکا روسیاہ خلایق ہے
لعن و تبرا کے لائق ہے اے بھائیو اس سے بڑھکر کون محل خاک اوڑانے اور آنسو بہانے
کا ہاتھ آئے گا اور آپ سے کون دوسرا بزرگ شہادت پائے گا خدا کا خانہ زاد نبی کا داماد
ولی خدا ابرار مصطفےٰ اجکا آغاز و انجام دونو نیک ہوا جو جرات و بہادری مین ایک ہوا
خانہ کعبہ مین ولادت ہوئی مسجد الحرام مین شہادت ہوئی اب تک بدلی زار زار مانند ابر بہار
اس غم مین روتی ہے شبنم اس الم مین گویا آنسوؤں سے مونھ دھوتی ہے اس صدمہ جانکاہ سے

لالہ داغدار ہے چشم نرگس نگران ہے بلبل اشکبار ہے سوسن پر اوداسی چھائی ہے رنج والم کی گھنگھور گھٹا آئی ہے جو یتیم وبیکس کی خبرگیری فرماتا تھا اور جو راتون کو مسکینون کی خبرگیری واسطہ اونکو جاتا تھا اوس نے درجہ شہادت پایا کافر اکفر نے ستون دین گرایا دوسرا کون ہے کہ جو بیطلب وفضول لولی لنگڑی اندھی بہری کے خبرگیری فرمائیگا اپنے پشت پر بار اوٹھا کر اون بیمارون تک پہونچائے گا جو بیچارے آفت کے مارے گھورون پر پڑی ایڑیان رگڑتے تھے جنگی سایہ سے لوگ بگڑتے تھے جنپر ہزارون مکھیان بھنکتی تھین اور لوگ ٹھوکر مارنے پر بھی گھنّاتے تھے ایسون کی حضرت خبرگیری فرماتے تھے الغرض جب حسنین مکان سے تشریف لائے تو علی ابن ابیطالب غش مین نظر آئے یہ حال پر ملال دیکھکر دارھین مار کر رونے لگے اصحاب اشکبار نے موںھ دھونے لگے ناگہان ابن ملجم ملعون گرفتار ہوکر آپکے روبرو آیا جناب امیر نے اوسکے چہرہ کو ملاحظہ فرمایا کہ آنکھون مین گڑہا پڑا ہے مضطر وسراسیمہ رسیون مین بندھا سامنے کھڑا ہے زبان موںھ سے نکل آئی ہے چہرہ پر مردنی چھائی ہے دریاے محبت خوشنزن ہوا امام حسن سے یہ سخن ہوا کہ اے فرزند رسول نورچشم علی وبتول اپنے قیدی پر رحم کھاؤ خدا کو بھول نہ جاؤ دیکھو کہ اسکا کیا حال ہے بہت نادم ہے بخت انفعال ہے امام حسن نے کہا کہ اے پدر بزرگوار وصی رسول مختار کس طرح اس مردود بدہلوگ رحم کھائین اسکے حق مین حضور کچھ نہ فرمائین جو کچھ اسکی سزا کیجائے وہ کم ہے آپ کو اس شقی کا کیا غم ہے حضرت نے فرمایا کہ ہم اہلبیت سے یہ امر بہت بعید ہے اگرچہ یہ مردود پلید ہے اپنے کئے کی سزا پائیگا دشمنی کا ثمرہ خود اوسے ہاتھ آئیگا یہ فرماکر حضرت مکان پر چلنے کو تیار ہوے گردوپیش عزیز وانصار ہوے جب در پر مسجد کے آئے تو صبح صادق طلوع ہوتا تھا اوسی دیکھکر یہ زبان پر لائے کہ اے صبح تو شاہد رہنا

بروز قیامت تجھسے گواہی دلاؤنگا یہ کہنا کہ جس روز سے رسول خدا نے نماز کا حکم دیا اورمین نے زبان سے وحدانیت خدا کا اقرار کیا پھر آجتک کسی شب کو سویا نہین دولت کو مین ہاتھ سے چھوا نہین پھر فرمایا کہ اے دستگیر درماندگان واے چارہ ساز بیچارگان قیامت کے روز جب پیغمبرون کی صف جمائی جاے ہر یک عزت و آبرو پاے اوس وقت اس عاصی کو بھول نہ جانا میرے اعمال پرنجانا مین قطرہ ہون تو دریاے ناپیدا کنار ہے مین بندہ ہون تو ستار و غفار ہے یہ عبد ذلیل وخوار کس لائق ہے تو پروردگار خلائق ہے مگر ابتدا سے آجتک جو کچھ تو نے فرمایا بسر وچشم اوسے یہ خاکسار بجا لایا حکم سے تیرے باہر نہ رکھا قدم رہا تیرے خوف سے اشک دریا صفت آنکھون سے بہاتا رہا کوئی تیرے حکم سے نہ ٹلا بڑے بڑے پہلوانون کو مار ڈالا تیرا حکم جو مین نے پایا خواب گہ نبی پر سویا کچھ زبان پر نہ لایا یہ سنکر حاضرین کو فہ بے اختیار رونے لگے اشکون سے مونھ دھونے لگے الغرض ہاتھوں ہاتھ حضرت کو در حرم سرا پر لائے اہلبیت بیتاب ہو کر ننگے سر ونگے پاؤن نکل آئے اوسوقت شدت زخم سے حضرت کو بیتاب پایا اور ریش پرخون کا خضاب نظر آیا پھر تو ایک کہرام مچا کوئی ضبط کی تاب نہ لایا علی الخصوص حضرت زینب کو سخت رنج وملال ہوا اور اسی غم والم مین ہر شخص کا یکسان حال ہوا ؎

کشید آہے و برجست چون سپند از جا	دوید بر سر بالین حضرت مولا
خطاب کرد بسوے کشندہ خیبر	بگریہ گفت کہ اے جسم وجان پیغمبر
ہواے گلشن خلد برین لبر داری	بدخترانِ ستمدیدہ ہیچ در نظر داری

اے پدر بزرگوار اس شہر غدار زبون کردار مین نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے ہمین اس گردش سے بڑا انتشار ہے بعد فاطمہ زہرا کے آپ نے دلجوئی فرمائی گلے لگایا اب یہ صدمہ جانکاہ

پیش آیا بعد آپکے کون ہم لوگون کی دستگیری فرمائیگا اور کون ہم دلفگار رسیدون کی امداد کو آئیگا
اس صدمہ سے دل پارہ پارہ ہے حضرت نے روکر فرمایا کہ اے پارہ جگر اس مین کیا چارہ
ہے خدا غریبون کا حامی و مددگار ہے اس مین کسی کو کیا اختیار ہے ہر شے فانی ہے ہمیشہ اوسکو
بقا ہے اور اوسیکی حکمرانی ہے جس طرح غم جانکاہ انتقال جناب رسالت پناہ مین صبر کیا
اور جدائی فاطمہ زہرا سے اپنے اوپر جبر کیا اوسی طرح استقلال کا کام کرو صبر و شکر مین بسر
صبح و شام کرو ہر یک کو یہ معاملہ درپیش ہے اس جگہ برابر غنی و درویش ہے کہ قرآن مین صبر کا حکم
آیا ہے ان اللہ مع الصابرین خداوند کریم نے فرمایا ہے تسلی و تشفی امیر کلمہ فرما رہے تھے یکایک نگاہ
حسنین پر نظر پڑی دیکھا کہ گریبان چاک سر پر خاک زار زار فرقت مین اپنے پدر بزرگوار کے
روتے ہین آنسوؤن سے منہ دھوتے ہین حضرت نے آبدیدہ ہوکر اپنے پاس بلایا چھاتی سے
لگا کر ارشاد فرمایا کہ اے فرزندو صبر و شکر کارساز حقیقی بجالاؤ اہلبیت کو سمجھاؤ تمہاری گریہ زاری
دیکھکر وہ کب ضبط کی تاب لائینگے صدمہ سے مر جائینگی ماشاء اللہ خدا نے تمہین بالغ و رشید
کیا ہے غور کرو کسی کے بھی مان باپ نے ہمیشہ ساتھ دیا ہے یہ فرماتے فرماتے خاموش ہوے
زہر کے اثر سے بیہوش ہوے جب غش سے افاقہ پایا حسنین نے دودھ نوش فرمانے کیلئے
اصرار فرمایا حضرت نے پہلے کاسہ شیر اوس بے پیر کو دیا اوسوقت دو تین چمچہ خود نوش کیا جوق
جوق مومنین حضرت کے دیدار فیض آثار کو آتے تھے یہ حال دیکھکر ضبط کی تاب نہ لاتے تھے
اکیسوین شب کو حضرت نے اپنے اولاد امجاد کو یاد فرمایا ہر ایک کو وصیت کرکے گلے لگایا پھر
کہا دیکھو حسنین سے برابری کبھو نہ کرنا ہمیشہ انکی محبت کی دم بھرنا یہ نور چشم رسول ہین یہ پارہ
جگر بتول ہین میری آنکھون کے تارے ہین خدا کے یہ پیارے ہین انکی غلامی تمہارے لئے
فخر و مباہات ہے نانا انکا فخر کائنات ہے مادر نے انکی مریم و آسیہ پر شرف پایا ہے ہر

حضرت کا رتبہ انکو بتا یا ہے یہ ابھی فرما رہے تھے کہ عرق پیشانی پر آیا حضرت نے خدا کی ذکر مین سر جھکایا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ فرما کر سرائے فانی سے طرف ملک جاویدانی کے رونق افروز ہوئے ملائک حاضر ہو کر خدمتمین شرف اندوز ہوے الغرض حضرت نے ہر ایک کو روتا چھوڑا عزیز و اقربا سے موہنہ موڑا اہلبیت اس غم مین پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے چھوٹے بڑے اس الم مین بلک بلک کر جان عزیز کھوتے تھے لڑکون نے اسقدر موہنہ پر اپنے طمانچے لگاے تھے کہ وہ گورے گورے گال طمانچون سے سوج آئے تھے اہلبیت پر صدمہ و الم کے گھنگھور گھٹا چھائی تھی زمانہ بدلا تھا رنج و غم کے بدلے آے تھے ہر ایک کی آنکھ سے آنسو بہتا تھا اور ہر شخص آہ سرد دل پر درد سے بھر رہا تھا حسنین ڈاڑھین مار مار کر کل من علیہا فان فرماتے تھے بیساختہ ہر یک انا للہ و انا الیہ راجعون زبان پر لاتے تھے سارا جہان اوداس تھا جسے دیکھو بد حواس تھا جسوقت غسل سے فارغ ہو کر حضرت کا جنازہ اوٹھایا جبرئیل کو سدرہ پر غش آیا مرد و زن صغیر و مسن سر و پا برہنہ تابوت کے ہمراہ تھے دیوار و در سے بلند نالہ جانکاہ تھے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ جدھر سے آپکا تابوت جاتا تھا ہر شجر و حجر جہک کر آداب بجالاتا تھا اور اب تک اکثر مکان جہکے نظر آتے ہین جسے لوگ دیکھکر گھبراتے ہین مکانون نے حضرت کا تابوت دیکھکر تسلیم کو سر جہکایا مگر وہ صدمہ جانکاہ ہوا کہ پھر سر نہ اوٹھایا عجب شان کارساز ہے اگر خیال کیجیے تو یہ بھی حضرت کا ایک اعجاز ہے الغرض جب بعد نماز کے حسنین نے حضرت کو قبر مین اوتارنا چاہا تب بعد سنت و سماجت اوس دُر یکتا کو صدف قبر نے کنار آرزو مین لیا پھولے نہ سمائے حضرت کے قدمون کو بوسہ دیا بعد تدفین و تلقین حسنین باشور و شین گریبان چاک بادل دردناک واپس تشریف لائے اور اصحاب جناب حیدر کرار زار زار روتے ہوے سب ہمراہ آئے جب حسنین در پر شہر کوفہ کے آئے ناگہان ایک

آواز حزین و نالۂ غمگین سنکر دل بھر آیا روتے ہوے اوس جانب تشریف لاۓ دیکھا کہ ایک
نابینا مرد دیرینہ زانو پر سر جھکاے خدا سے لو لگاے سسک سسک کر روتا ہے موتھ آنسوؤں سے
دھوتا ہے آہ سرد دل پر درد سے بھرتا ہے بار بار یہ نالہ کرتا ہے کہ اے بیکسونکے مددگار والے
[illegible] ہوں کس لئے تو نے مجھسے منھ موڑا میری خبر نہ لی یہان کا آنا چھوڑا تیری محبت سے
یہ امید [illegible] بیکس کی خبرگیری ضرور ہے الہا تو اوسے گردش ایام نافرجام سے بچانا اور
[illegible] جلد خبر [illegible] سنکر حسنین روتے ہوے اوسکے نزدیک آۓ سلام فرماکر یہ زبان پر
[illegible] بیکس ہے کس لئے روتا ہے جان عزیز مفت کھوتا ہے لب پر نالہ واہ ہے اوسکے نام و نسب
[illegible] جو تیری [illegible] خبرگیری ہر طرحکی فرمایا تھا یہ سنکر وہ اور بھی رو دیا رہا سہا
ہوش [illegible] تک رویا کیا کچھ نہ بولا پھر اس طرح گویا ہوا اور زبان کھولا کہ یک بندہ خدا
میرا معین مددگار تھا متقی و ابرار تھا مگر وہ چار روز سے آیا نہین کچھ اوس کا پتہ ہمنے پایا
[illegible] اوس کا نام جانتے نہ صورت و شکل پہچانتے اگر وہ نہ مجھے نام کے دریافت کرنے کے
[illegible] اصرار [illegible] تھا کہا میرے نام سے تجھے کیا کام ہے یہ بندہ خدا کا ادنا غلام ہے
خاکساری اپنا شعار ہے یتیم و بیکس کی خبرگیری کا شغل لیل و نہار ہے الغرض فقیر و مفلس و غریب
اپنا نام نہ بتایا [illegible] میرے پاس آیا نہ تشریف لانے کا مجھے سخت انتشار ہے معلوم نہین
کس مصیبت مین گرفتار ہے ورنہ ضرور آتا ہرگز مجھے بھول نجاتا ساری خدائی کا چیدہ تھا ہر
افعال پسندیدہ تھا سواے نماز و روزہ کے دوسرا کام حرام تھا مرد ذی عزت و صاحب احترام
تھا اپنے ہاتھ سے مجھے لقمہ کھلاتا تھا طرح طرح کی نوازش فرمایا تھا امام حسن نے رو کر کہا کہ وہ
بندہ کردگار تھا خلایق کا امام وصی رسول مختار تھا دین کی زینت تھے فرخندہ سیر نیک طینت
[illegible] ہی کا کام تھا اپنا آرام حرام تھا رسول خدا کے داماد تھے فقیرون کی حامی و دستگیر

تھے زمین پر ہمیشہ سوتے تھے نماز مین ہمیشہ خوف خدا سے روتے تھے دنیا کی لذتون سے موئنھ
پھیرا تھا ذوالفقار سے دشمنون کو گھیرا تھا کیا مجال تھی کہ کوئی پہلوان آپ سے آنکھ ملاتا اور اوسکا
زہرہ پانی نہ ہوجاتا جو لوگ آپکا فرمانا نہ مانتے اسلام کو برا جانتے پہلے حضرت اونکو سمجھاتے بوجھاتے
بعد اتمام حجت دنیکا دینگی و بیکڑا پن کے لذت چکھاتے ذوالفقار صاعقہ کردار سے کام لیتے
سوارون کے دل اور انبوہ پیدل پھر نہ جرأت کا نام لیتے جو آپکے مقابلہ مین آتا ایسی ذلت
اوٹھاتا کہ زندگی بھر پچھتاتا الب جب کچھ سود مند نظر نہ آتا الغرض گرگان دیرینہ از پے کینہ تھے
دشمن امام مدینہ بھی سو طرح کا دام فریب بچھاتا ابن ملجم نے آپکی قتل کا بیڑا اوٹھایا دشمن جانے وہ
دیو پلید ہوا نماز مین اونیسوین شب کو وہ امام شہید ہوا حضرت امام حسن فرمارہے تھے وہ خاموش
سنتا تھا برابر ہاتھ ملتا تھا سر دھنتا تھا جب کھلم کھلا حضرت نے یہ فرمایا ایسا چیخ مارکر دبا کہ فورا
غش آیا اوسوقت اوسے عجب ہنگام اضطراب تھا موئنھ کو کلیجہ آتا تھا دل بیتاب تھا سارا جسم
طمانچون سے لہولہان کیا سر پر خاک اوڑایا چاک گریبان کیا دل کے زخم آرے تھے آنکھون
سے جاری پرنالے تھے اپنے ہونے و سکت سے زیادہ رو رہا چلایا سر پٹیا خون کا دریا آنکھون
سے بہایا اہل بلا کر رو دیا آنسوون سے موئنھ دھو دیا چہرہ زرد ہوا ہاتھ پاؤن سرد ہوا حضرت
نے بہت کچھ دلجوئی فرمائی مگر اوسکے غم مین ترقی ہوئی کوئی بات سود مند نظر نہ آئی عرصہ تک
سکتہ کی حالت مین رہا جب ہوش و حواس بجا ہوے تو گڑگڑا کر کہا کہ براے خدا میری دستگیری
کیجیے قبر اوس معصوم کی دکھلا دیجیے دل بیقرار ہے جوش محبت حیدر کرار ہے ضبط کا یارا
نہین صبر کا چارہ نہین یہ سنکر حضرت امام حسن نے بغل مین ہاتھ دیکر اوٹھایا افتان و خیزان
قبر تک آیا قبر پر گرتے ہی ہزار جان سے نثار ہوا خوش خوش داخل دربار جناب حیدر کرار
ہوا سبحان اللہ کیا رتبہ پایا علی کی بدولت مرتبہ اعلی ہاتھ آیا جناب امام حسن نے عہد کفر دیا

حضرت کے ہاتھی اپنے ہاتھون سے قبر مین دفن کیا ؎

اوڑانے لگے حاضرین سر پہ خاک　　گریبان و دامن کیا رو کے چاک

روایت ہے کہ حضرت کی شہادت کی سونا ئی ایک حور نے پائی روتی پیٹتی حضور مین بی بی فاطمہ
کے آئی مونھ پہ ہوائی چھوٹتی تھی ہچکی لگی تھی بکاری نہ پھوٹتی تھی اوسکی حالت زار دیکھکر معصومہ
کا دل بھر آیا آبدیدہ ہو کر فرمایا کیا تجھے بڑا روگ ہے کہ کاٹ تجھے سوگ ہے کیا خبر تو نے پائی
ہے جو اپنے یہ صورت بنائی ہے اوس نے مونھ پیٹ کر کہا خدا کی لعنت ہے اوس پاک گہر
برادر زوجہ سب اوس ظالم ستمگار پر جس نے آج جناب علی ابن ابیطالب کو مسجد کوفہ مین
شہید کیا یہ خبر دہ دکھیاری خدا کی پیاری حیرت مین آگئی آنکھ پتھرا گئی تلملا و بلبلا کر رونے لگی
انکھون سے مونھ دھونے لگی حضرت کے بین سے آسمان تھرایا سدرہ پر جبرئیل کو غش آیا
حور و غلمان مین گریہ و زاری کا شور تھا جسے دیکھو دریاے اشک مین شرابور تھا جن و ملک
اس غم مین روتے تھے ہر جگہ حضرت کے ماتم ہوتے تھے خلاصہ کلام جناب امام حسن علیہ
السلام دولت خانہ پر تشریف لاکر عزیز و انصار و محبان جناب حیدر کرار کو بلایا عبدالرحمن بچہ شیطان
کے قتل کے بارہ مین ارشاد فرمایا کہ اب دیر نہ کیجیے جس طرح سب کی راے ہو ابن ملجم ملعون
کو سزا دیجیے سب نے دست بستہ عرض کیا کہ آپ سبط رسول ہین نور بصر و لخت جگر علی و بتول
ہین آپکی راے اس بارہ مین انسب ہے آپکو امامت کا منصب ہے ہم سب تابعدار ہین
حضور کے غاشیہ بردار ہین حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ وصیت پر عمل کیجیے قتل کی سزا
دیجیے یہ حکم پاتے ہی اوس نابکار کا سر مین پر لوٹتا نظر آیا اپنے کیے کی سزا پایا دنیا مین ذلیل
خوار ہوا طرح طرح کے عذاب مین گرفتار ہوا۔

عذاب آخرت مین یہ روایت مشہور ہے حسن بن محمد بن مشہور ہاین و قالے مذکور ہے مکرو

زور ہے کہتے ہیں کہ ایک روز در پر مسجد الحرام کے میں آیا تو قریب مقام ابراہیم کے ایک اژدہام
پایا دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک راہب ایمان لایا ہے اوسے معجزہ جناب امیر نظر آیا ہے
مین بھی درود پڑھتا ہوا اوس کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک پیر روشن ضمیر کبیر السن مرنے کے دن
قبائے پشمینہ زیب بر اور کلاہ پشمی بر سر مثل ہنسکر اپنے ایمان لانے کا قصہ سناتا تھا دولت ایمان کے
پانے سے جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا اور وہ کا نعرہ آسمان تک جاتا تھا ہر ایک خوشی خوشی اوسے
گلے لگاتا تھا ہزار جان سے جناب امیر علیہ السلام پر نثار تھا اس طرح رطب اللسان وہ شیرین
گفتار تھا کہ یہ خاکسار ہمیشہ ایک دریا کے کنارے رہتا تھا اپنے دل کا حال کسی سے نہ کہتا تھا
مگر رسول خدا سے عناد تھا دشمن امیر المومنین یہ مذہب تھا اپنی ریاضت پر بھولا تھا اور اپنی عبادت
پر پھولا تھا ایک روز جو سر کو زانو سے اوٹھایا تو سامنے دریا میں ریتل کا ایک ٹیلہ نظر آیا اوسپر
ایک طائر عجیب المخلوقات آسمان سے آتا ریع جسم انسان قی کرکے چلا جاتا چار دفعہ کے
جب استفراغ سے فراغت پایا تو ایک انسان لطیفہ شیطان نظر آیا پھر وہ بلائے ناگہانی
کی طرح آکر اوسی طرح ربع ربع کرکے کھا جاتا یہ دیکھکر میں دریائے فکر میں غوطہ کھانے لگا ہاتھ
ململکر پچھتانے لگا کہ یہاں پر آج نئی بات ہے عجیب واردات ہے جسے کہونگا دروغ گو
جانیگا میری بات کو کون مانیگا گویا مجھے سکتا تھا آنکھ پھاڑ پھاڑکر برابر اوسی طرف
تکتا تھا کہ ناگہان وہ طائر ہوا سے پھر ہویدا ہوا اوسکی چار بار کے استفراغ سے یہ پھر پیدا
ہوا اوس وقت میں تاب ضبط کی نہ لایا دوڑ کر ریتل کے قریب آیا پوچھا کہ تو کون ہے
اور کیا ترا حال ہے یہ تو معلوم ہوا کہ مقہور ذو الجلال ہے کس جرم پر ایسی سزا پائی ہے
اور کس قصور پر یہ مصیبت تجپر آئی ہے یہ سنکر وہ کچھ نہ بولا نہ میری طرف دیکھا نہ لب کھولا
مین نے کہا قسم ہے اوس خدا کی جو خالق کائنات ہے اور سوگند ہی اوس پاک ذات

سکے جو صانع ممکنات ہے کس جرم مین تجھپر یہ عذاب خداوند غفور ہے اور کس نام ونسب سے تو دنیا مین مشہور ہے اوس نے رو کر کہا کہ عبدالرحمن ابن ملجم اوس شقی کا نام ہے یہ عاصی قاتل جناب امیر علیہ السلام ہے مجھپر یہ قہر ذوالجلال ہے اوسی روز سے یہ میرا حال ہے جیسا کیا ویسا پایا ظلم واحسان فراموشی کا ثمرہ ہاتھ آیا قیامت تک یہی حال میرا نظر آئیگا ہمیشہ یہ طائر اسی طرح اذیت ہونچائے گا یہ سنکر خوف خدا مجھپر طاری ہوا آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوا یہ واقعہ دیکھکر یہان آیا ایمان لایا ہزار جان سے رسولخدا پر نثار ہوا فدائے خاکپائے جناب حیدر کرار ہوا خوشی سے جامہ مین پھولا نہ سمایا بار بار یہ شعر زبان پر آیا ؎

جام کوثر بدوستان علی ❊ طوق لعنت بدشمنان علی

دوستونکو سیر وصل حور ہے دلکو حاصل سرور ہے دشمنون کو طرح طرح کا عذاب ہے آتش جہنم سے دل کباب ہے۔

رباعی

اے دل فضائل اسداللہ طاعت است ❊ مدح علی وآل شنیدن عبادت است

بودن بذکر حیدر کرار یک نفس ❊ حقا کہ در برابر صد سالہ طاعت است

ایضاً

ہر کس بغلامان علی بدخواہ است ❊ محروم شفاعت رسول اللہ است

مقصود علی را و بمنزل نبرد ❊ گر در رہ کعبہ میرود گمراہ است

ایضاً

تعریف علی بگفتگو ممکن نیست ❊ گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

من ذات علی بواجبی نشناسم ❊ لیکن دانم کہ مثل او ممکن نیست

ایضاً

بطوفِ کعبہ رفتم شیخ و من بسوے نجف ـ برب کعبہ کہ این جا مرا است حق بطرف
تفاوتے کہ میان من است وا و این است ـ کہ من بسوے گہر رفتم او بسوے صدف
ع من علی را دوست دارم رافضی خوانی مرا ـ پس خدا و مصطفے جبرئیل ہم رافضی است
ع یا علی گفتی چو دریابی بفریادت رسم ـ یا علی در ماندہ ام اکنون بفریادم برس

خدایا صدقہ میں کعبہ معظم کے اور تصدق مین آب زمزم کی جو بزرگی و شرف مین ایک ہے اور صدقہ ابراہیم کا جو برگزیدہ و نیک ہے صفا و مروا کا واسطہ کہ عقبی مین میرا انجام بخیر ہو وصل غلمان و حور ہو جنت کی سیر ہو کمزوروں پر تو ہی نے ترس کھایا ہے متکبروں کو تو ہی نے خاک مین ملایا ہے راہ کٹھن مین جب میرا قدم ڈگمگائے یا جب گھٹا ٹوپ اندھیری مین کچھ نظر نہ آئے اوس وقت مجھے بچانا اِس عاصی کو بھول نہ جانا صدقہ اوسی محمد کا جنپر رسالت کا ختام ہے اور صدقہ اوسی علی کا جو سب کا پہلا امام ہے اور صدقہ اوس خدیجۃ الکبرا فاطمہ زہرا کا جو زنان بہشت کی سردار ہے حامی روز شمار ہے اور صدقہ امام حسن کا جو زہر جفا سے شہید ہوا اور صدقہ امام حسین کا جنپر ظلم و ستم یزید ہوا اور اوسی کا صدقہ جسکا سر چٹیل میدان مین اوتارا گیا اور اونہین لاشوں کا صدقہ جو بھوکا پیاسا میدان کربلا مین مارا گیا اوسی مظلوم کا صدقہ جسکی لاش پر لعینوں نے گھوڑے دوڑائے اور اونہین بیکسوں اور بے بسوں کا صدقہ جو کربلا سے ننگے سر برہنہ پا دربار یزید مین آئے اور صدقہ علی اکبر کا جو اپنے باپ کی فوج کا سپہ سالار ہے اور صدقہ علی اصغر کا جس کا قاتل حرملہ نابکار ہے اور صدقہ حضرت عباس علمبردار کا جس نے دریا پہ درجہ شہادت پایا اور صدقہ عون و محمد کا جنہوں نے لشکر عمر سعد مین خون کا دریا بہایا اور صدقہ بازوے زینب و کلثوم کا اور صدقہ رخسارہ

بالی سکینہ معصوم کا جس کو شام مین در بدر پھرایا اور صدقہ اول بچون کا جن پر لعینون کو رحم نہ آیا اور صدقہ اوس نمازی کا جو طوق وسلاسل مین اسیر تھا اور صدقہ حضرت عابد کا جو کربلا سے شام تک پابزنجیر تھا اور صدقہ حضرت باقر جو امام خلایق ہے اور صدقہ امام جعفر صادق کا جو تا روز روزہ کا شایق ہے ؎

جعفری باش گر خدا خواہی　　　ورنہ در ہر طریق گمراہی

اور صدقہ موسی کاظم کا جس کا سینہ شریعت کا خزینہ ہے اور صدقہ موسی رضا کا جس کا دل محبت کا گنجینہ ہے اور صدقہ محمد تقی کا جو امت کا پیشوا ہے اور صدقہ علی نقی کا جو سب کا رہنما ہے اور صدقہ حسن عسکری کا جس نے دس امامون کی جانشینی فرمائی اور صدقہ حضرت مہدی آخرالزمان کا جسکے حصہ مین گیارہ امام کی میراث آئی قیامت کے روز خرم وشاد اوٹھانا میرے اعمال پر نجانا شراب حوض کوثر پاؤن وصل حورعین سے جامہ مین پھولا نہ سماؤن چہرہ میرا شیعون کی دفتر مین نظر آئے راہ پل صراط چشم زدن مین جھیل جائے تجھ پر میری آس ہے دوسرا کوئی سنگ ہے نہ پاس ہے میرا کام سب تجھ پر بند ہے فشار قبر سے بچین یہ عقیدت مندی ہے میری پردہ پوشی فرما خاک کربلا اپنا خمیر ہو ہر خورد وکلان محب جناب امیر ہو جادہ راستی سے جس کا قدم ڈگمگائے قعر جہنم مین جھونکا جائے جس وقت قبر مین پاؤن تیرے احسان کا شکریہ بجالاؤن قطعہ

بارالہا پسندی کہ گل من در ہند　　　خشت دیوار صنم خانہ کفار شود
کربلا مدفن من ساز کہ تا تربت من　　　سجدہ گاہ ملک وسبحہ ابرار شود

آگے میرا حال تجھ پر آشکار ہے کہ عاصی غلام جناب حیدر کرار ہے خداوندا جب تک بقائے لیل ونہار ہے گل پر شیفتہ ہزار ہے اس رسالہ کو چشم بد سے بچانا ناظرین کی تمنا برلانا بندہ کو

ہمیشہ شاد رکھ میری اولاد سے خانۂ ویران کو آباد رکھ ؎

رسالہ کا اس جا ہوا اختتام
بحق محمد علیہ السلام

تمت